سالانہ رپورٹ

2019 – 2020ء

پاکستانی معیشت کی کیفیت

بینک دولت پاکستان

سالانہ رپورٹ

2019 – 2020ء

پاکستانی معیشت کی کیفیت

بینک دولت پاکستان

نامۂ ترسیل

بینک دولت پاکستان
کراچی۔
26اکتوبر2020ء

محترم چیئرمین صاحب،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9A(2) کے تحت، اسٹیٹ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی جانب سے پاکستان کی معیشت کی کیفیت سے متعلق سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 20-2019ء جس میں مالی سال 20-2019ء کی چوتھی سہ ماہی کا جائزہ شامل ہے، مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ملاحظے کے لیے پیشِ خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(ڈاکٹر رضا باقر)

گورنر

چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز

محمد صادق سنجرانی

چیئرمین

سینیٹ

اسلام آباد

نامۂ ترسیل

بینک دولت پاکستان
کراچی۔
26اکتوبر2020ء

جناب اسپیکر صاحب،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9A(2) کے تحت، اسٹیٹ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی جانب سے پاکستان کی معیشت کی کیفیت سے متعلق سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 20-2019ء جس میں مالی سال 20-2019ء کی چوتھی سہ ماہی کا جائزہ شامل ہے، مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ملاحظے کے لیے پیشِ خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(ڈاکٹر رضا باقر)
گورنر
چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز

اسد قیصر
اسپیکر
قومی اسمبلی
اسلام آباد

اظہار تشکر

تجزیہ کار

ابواب:

1. معاشی جائزہ	اسما خالد
2. اقتصادی نمو	عدنان قمر، خرم اشفاق بلوچ، طلحہ ندیم، سرمد الٰہی
3. زری پالیسی اور مہنگائی	اسما خالد، فاطمہ خالق، جنید کمال، عمر مشہود
4. مالیاتی پالیسی	محمد مظہر خان، حرا غفار، محمد اجلال خان
5. ملکی اور بیرونی قرضہ	محمد مظہر خان، سید ذوالقرنین حسین
6. بیرونی شعبہ	سجاول خان، محمد عمر، محمد ادریس، علی رضا مہدی، محمد فرحان اکبر، صباحت
7. پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں	اسما خالد، احمد مبین
خصوصی سیکشن: کورونا کی وبا اور پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے فروغ کی ضرورت	اسما خالد، عمر مشہود، احمد مبین
سرورق	صنعت وزراعت I (1961ء) از صادقین، اسٹیٹ بینک میوزیم

منتظم مطبوعہ اسما خالد

ڈائریکٹر **عمر فاروق ثاقب**

مطبوعات جائزہ کمیٹیاں:

انتظامیہ کی مطبوعات جائزہ کمیٹی	مرتضیٰ سید (چیئرمین)؛ محمد علی چوہدری؛ عنایت حسین؛ سید عرفان علی؛ محمد علی ملک؛ سید ثمر حسنین؛ محمد جاوید اسماعیل؛ عزیز اللہ خٹک؛ محمد فاروق عارفی؛ محمود الحسن خان؛ اور عمر فاروق ثاقب
بورڈ کی مطبوعات جائزہ کمیٹی	محمد سلیم سیٹھی (چیئرمین)؛ اعظم فاروق

آراء اور تبصروں پر شعبہ ہائے تحقیق، زری پالیسی، شماریات؛ اور نقل و حمل کی فراہمی پر دفتر کارپوریٹ سیکریٹری اور شعبۂ بیرونی تعلقات کا بھی شکریہ۔

ابواب

1	**معاشی جائزہ**	**1**
1.1	عمومی جائزہ	3
1.2	معاشی منظر نامہ	8
2	**اقتصادی نمو**	**13**
2.1	جی ڈی پی کی نمو	15
2.2	زراعت	18
2.3	صنعت	26
2.4	خدمات	35
3	**زری پالیسی اور مہنگائی**	**39**
3.1	پالیسی جائزہ	41
3.2	زری مجموعے	44
3.3	نجی شعبے کو قرضہ	49
3.4	مہنگائی	53
4	**مالیاتی پالیسی**	**61**
4.1	اہم مالیاتی اظہاریے	63
4.2	محاصل	64
4.3	نان ٹیکس محاصل	68
4.4	اخراجات	68
4.5	صوبائی مالیاتی سرگرمیاں	72
5	**ملکی اور بیرونی قرضہ**	**77**
5.1	سرکاری قرضہ	79
5.2	ملکی قرض	82
5.3	بیرونی قرضے اور واجبات	84
5.4	بیرونی قرض کی پائیداری	87
6	**بیرونی شعبہ**	**91**
6.1	عالمی معاشی رجحانات	93

6.2 پاکستان کا توازن ادائیگی 95
6.3 زرمبادلہ کے ذخائر اور شرح مبادلہ 104
6.4 تجارتی کھاتہ (کسٹم ریکارڈ) 105

7 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں 117
7.1 تعارف 119
7.2 پاکستان میں نجی قرضے کے استعمال کا مختصر جائزہ 123
7.3 آزاد کاری کے باوجود قرضے کا نفوذ کم رہا 126
7.4 پاکستان میں قرضوں کے پھیلاؤ کو بڑھانے کے لیے حالیہ پالیسی اقدامات 140
7.5 مستقبل کا امکان 147

خصوصی سیکشن: کورونا کی وبا اور پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے فروغ کی ضرورت 149

ضمیمہ: اعداد و شمار کی توضیح 163

فرہنگ 167

باکسز

باکس 2.1: کم سرمایہ کاری پائیدار معاشی نمو کے راستے میں ایک مستقل رکاوٹ رہی ہے 16
باکس 6.1: کووڈ19 اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جبری واپسی: حکومتی لائحہ عمل اور درپیش چیلنجز 98
باکس 6.2: کووڈ19 کی وبا پھیلنے کے بعد ابھرتی ہوئی منڈیوں اور پاکستان کی برآمدی کارکردگی 106
باکس 7.1: پاکستان میں ترقیاتی مالی ادارے - قیام، عروج اور زوال 124
باکس 7.2: مالیات تک رسائی - طلب کی حرکیات 126
باکس 7.3: محفوظ لین دین کی اصلاحات (ایس ٹی آر) کے کامیابی سے متعارف کروائے جانے کے عالمی مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز) 143
باکس 7.4: این ایف آئی ایس کے تحت اقدامات 146

تبصروں اور سوالات کے لیے: annual.report@sbp.org.pk

ابواب

1	**معاشی جائزہ**	**1**
1.1	عمومی جائزہ	3
1.2	معاشی منظر نامہ	8
2	**اقتصادی نمو**	**13**
2.1	جی ڈی پی کی نمو	15
2.2	زراعت	18
2.3	صنعت	26
2.4	خدمات	35
3	**زری پالیسی اور مہنگائی**	**39**
3.1	پالیسی جائزہ	41
3.2	زری مجموعے	44
3.3	نجی شعبے کو قرضہ	49
3.4	مہنگائی	53
4	**مالیاتی پالیسی**	**61**
4.1	اہم مالیاتی اظہاریے	63
4.2	محاصل	64
4.3	نان ٹیکس محاصل	68
4.4	اخراجات	68
4.5	صوبائی مالیاتی سرگرمیاں	72
5	**ملکی اور بیرونی قرضہ**	**77**
5.1	سرکاری قرضہ	79
5.2	ملکی قرض	82
5.3	بیرونی قرضے اور واجبات	84
5.4	بیرونی قرض کی پائیداری	87
6	**بیرونی شعبہ**	**91**

6.1 عالمی معاشی رجحانات 93
6.2 پاکستان کا توازن ادائیگی 95
6.3 زرمبادلہ کے ذخائر اور شرح مبادلہ 104
6.4 تجارتی کھاتہ (کسٹم ریکارڈ) 105

7 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں 117
7.1 تعارف 119
7.2 پاکستان میں نجی قرضے کے استعمال کا مختصر جائزہ 123
7.3 آزاد کاری کے باوجود قرضے کا نفوذ کم رہا 126
7.4 پاکستان میں قرضوں کے پھیلاؤ کو بڑھانے کے لیے حالیہ پالیسی اقدامات 140
7.5 مستقبل کا امکان 147

خصوصی سیکشن: کورونا کی وبا اور پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے فروغ کی ضرورت 149

ضمیمہ: اعداد و شمار کی توضیح 163

فرہنگ 167

باکسز

باکس 2.1: کم سرمایہ کاری پائیدار معاشی نمو کے راستے میں ایک مستقل رکاوٹ رہی ہے 16
باکس 6.1: کووڈ19 اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جبری واپسی: حکومتی لائحہ عمل اور درپیش چیلنجز 98
باکس 6.2: کووڈ19 کی وبا پھیلنے کے بعد ابھرتی ہوئی منڈیوں اور پاکستان کی برآمدی کارکردگی 106
باکس 7.1: پاکستان میں ترقیاتی مالی ادارے- قیام، عروج اور زوال 124
باکس 7.2: مالیات تک رسائی- طلب کی حرکیات 126
باکس 7.3: محفوظ لین دین کی اصلاحات (ایس ٹی آر) کے کامیابی سے متعارف کروائے جانے کے عالمی مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز) 143
باکس 7.4: این ایف آئی ایس کے تحت اقدامات 146

تبصروں اور سوالات کے لیے: annual.report@sbp.org.pk

باب: 1

معاشی جائزہ

1 معاشی جائزہ

1.1 عمومی جائزہ

مالی سال 20ء کے ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران محتاط زری اور مالیاتی پالیسیاں، جنہیں آئی ایم ایف کے توسیعی فنڈ سہولت پروگرام کی مدد حاصل تھی، معیشت کو استحکام کے راستے پر گامزن رکھنے میں معاون رہیں۔ مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کے نظام کی جانب نمایاں اور ہموار انداز میں منتقلی بھی ہوئی جو بیرونی عدم توازن سے نمٹنے اور زرِمبادلہ ذخائر کی بفر کی تشکیل نو میں کلیدی کردار کی حامل تھی۔ اس ساختی ردّوبدل اور اس کے ساتھ اسٹیٹ سے صفر قرض گیری پر قائم رہنے کے حکومتی عزم نے مجموعی زری انتظام اور مالی منڈیوں کے معمول کے عمل کو بہتر بنایا۔ جڑواں خساروں میں نمایاں سکڑاؤ سال کے آغاز سے ہی نظر آرہا تھا۔ تاہم چونکہ شرح مبادلہ زیادہ لچکدار بنادی گئی اور مالیاتی خسارے کو قابو کرنے کے لیے یوٹیلیٹی کی قیمتوں اور ٹیکسوں میں ردّوبدل کیا گیا تو عارضی طور پر مہنگائی کا دباؤ بڑھ گیا۔ مجموعی طور پر بہتر ہوتی ہوئی معاشی مبادیات نے صارفین اور کاروبار کا اعتماد بحال کرنے میں مدد دی جس سے حقیقی شعبے میں بحالی کی راہ ہموار ہوگئی۔

تاہم جب اس بحالی کے ابتدائی آثار سامنے آنا شروع ہوئے تو کورونا وائرس کے دنیا بھر اور پاکستان میں پھیلنے اور اس کے بعد اس کی روک تھام کے اقدامات نے معیشت کو سخت متاثر کیا۔ اشیاسازی، خردہ فروشی، ٹرانسپورٹ اور تجارت سے متعلق سرگرمیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے سے حقیقی جی ڈی پی نمو میں شدید سکڑاؤ آیا۔ اس نازک مرحلے پر بہتر معاشی مبادیات اور مہنگائی کے پست خطرات نے کاروباری اداروں اور گھرانوں کو امدادی پیکیج دینے کے لیے پالیسی میں گنجائش فراہم کی۔ ان اقدامات کے بغیر کووڈ بحران کے معاشی اور سماجی نتائج کہیں بدتر ہوتے۔

کووڈ پھیلنے سے پہلے اور بعد کے معاشی رجحانات اور پالیسیاں

ملک میں کووڈ 19 پھیلنے سے پہلے ملک کے بیرونی اور مالیاتی شعبوں میں پچھلے سال کی بہ نسبت مضبوط کارکردگی دیکھی گئی تھی (**جدول 1.1**)۔ خاص طور پر جاری کھاتے کے خسارے میں سال کے پہلے آٹھ ماہ میں نمایاں بہتری درج کی گئی۔ یہ کمی بنیادی طور پر طلب میں سکڑاؤ اور ضوابطی اقدامات، شرح مبادلہ کے مارکیٹ کی مبادیات سے ہم آہنگ کیے جانے اور توانائی کی باسکٹ میں مہنگے ایندھن کی جگہ ہائیڈل اور کوئلے کی جانب سے مسلسل منتقلی کے بعد درآمدت میں بڑی کمی سے منسوب کی گئی۔ ملکی قرضہ منڈی میں بیرونی سرمایہ کاری میں ریکارڈ اضافہ بھی دیکھا گیا اور عالمی فنڈ منیجرز نے بہتر معاشی اور شرح مبادلہ پالیسیوں پر اعتماد ظاہر کیا اور شرح مبادلہ کے فرق اور ٹیکس اصلاحات سے فائدہ اٹھایا۔ جاری کھاتے میں بہتری نے مارکیٹ کے احساسات کو بہت بہتر بنایا اور اسٹیٹ بینک کو اپنے زرِمبادلہ ذخائر کو بڑھانے میں مدد دی۔ آئی ایم ایف اور دیگر کثیر فریقی قرض دہندگان سے دوبارہ رابطے بحال کرنے سے بھی مدد ملی۔ زرِمبادلہ کی بلند سطح سے اسٹیٹ بینک کو اس مدت کے دوران 5.2 ارب ڈالر کے قلیل مدتی فارورڈ اور سواپ معاہدے اَن وائنڈ کرنے کا موقع ملا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جولائی تا فروری 2020ء کے دوران اسٹیٹ بینک کی زرِمبادلہ کی پوزیشن میں اصل اضافہ 10.7 ارب ڈالر تھا—یعنی اوسطاً 1.3 ارب ڈالر ماہانہ کی بہتری آئی۔

اسی طرح مالیاتی محاذ پر کووڈ سے پہلے کے دور میں استحکام کے عمل میں تیزی آرہی تھی جس کی عکاسی سال کے پہلے نو ماہ کے دوران مالی سال 16ء کے بعد سے اب تک پہلے بنیادی فاضل سے ہوتی ہے۔ محاصل کے حوالے سے حکومت نے گذشتہ سال دی گئی کئی ٹیکس رعایات واپس لے لیں جس کے نتیجے میں پیٹرولیم مصنوعات پر جی ایس ٹی شرح میں اضافہ ہوا، ٹیلی کام پر وصولی دوبارہ شروع ہوئی اور انکم ٹیکس وصولی پر کم سے کم حد بڑھ گئی۔ اس کے علاوہ حکومت نے ٹیکسٹائل، چینی، خوردنی تیل، فولاد اور سگریٹ جیسی زیادہ حجم والی اشیا پر رعایتی ٹیکس نظام ختم کردیا جس کے نتیجے میں پچھلے برس کی نسبت زیادہ وصولیاں ہوئیں۔ تاہم مجموعی ٹیکس کارکردگی مقرر کردہ بلند ہدف سے کسی حد تک کم رہی کیونکہ درآمدات سے متعلق وصولیاں خاصی گھٹ گئیں۔ تاہم نان ٹیکس محاصل نے، جو بنیادی طور پر اسٹیٹ بینک کے بلند منافع اور جی ایس ایم لائسنس تجدیدی فیس سے آئے، محاصل کی وصولی کو تقویت دی۔ ترقیات پر اخراجات کو قابو میں رکھنے کے حوالے سے پیش رفت بھی نمایاں تھی، گو کہ

جدول 1.1: اہم معاشی اظہاریے

	م س18ء	م س19ء			م س20ء			
		جولائی تا فروری	مارچ تا جون	پورا سال اصل	جولائی تا فروری	مارچ تا جون	پورا سال اصل	پورا سال ہدف
				فیصد نمو				
حقیقی جی ڈی پی	5.5			1.9			-0.4	4.0
زراعت	4.0			0.6			2.7	3.5
صنعت	4.6			-2.3			-2.6	2.3
جس میں: ایل ایس ایم	5.1	-1.6	-3.7	-2.6	-2.9	-24.0	-7.8	1.3
خدمات	6.3			3.8			-0.6	4.8
نجی شعبے کا قرضہ	14.9	10.3	1.2	11.6	3.8	-0.8	2.9	
قومی صارف اشاریہ قیمت	4.7	6.0	8.3	6.8	11.7	8.9	10.7	5-7
برآمدات	13.7	1.7	-6.1	-1.1	3.6	-26.7	-6.8	6.2
درآمدات	14.9	-6.3	-16.4	-9.9	-13.9	-28.2	-18.6	0.8
شرح مبادلہ (+اضافہ/-کمی فیصد)	-13.7	-12.5	-13.3	-24.1	3.8	-8.2	-4.8	
				فیصد جی ڈی پی				
جاری کھاتے کا توازن	-6.1	-3.4	-1.4	-4.8	-1.0	-0.1	-1.1	-3.0
بنیادی توازن*	-2.2	-1.2	-2.4	-3.6	0.5	-2.3	-1.8	-0.9
مالیاتی توازن*	-6.5	-5.1	-4.0	-9.1	-4.0	-4.1	-8.1	-7.5
مجموعی سرکاری قرضہ*	72.1	74.2	86.1	86.1	84.4	87.2	87.2	NA
				ارب روپے				
مجموعی محاصل*	5,228.0	3,583.7	1,317.0	4,900.7	4,689.9	1,582.3	6,272.2	7,458.0
مجموعی اخراجات*	7,488.4	5,506.2	2,839.4	8,345.6	6,376.1	3,272.4	9,648.5	10,740.0
				ارب ڈالر				
اسٹیٹ بینک کے زرِمبادلہ ذخائر میں تبدیلی	-6.4	-1.7	-0.8	-2.5	5.5	-0.6	4.9	
کارکنوں کی ترسیلاتِ زر	19.9	14.3	7.4	21.7	15.1	8.0	23.1	24.0
بیرونی جزدانی سرمایہ کاری	2.2	-0.4	-1.0	-1.4	2.1	-2.7	-0.5	2.3
پاکستان میں بیرونی براہِ راست سرمایہ کاری	2.8	0.8	0.6	1.4	1.9	0.7	2.6	4.3
خالص فارورڈ پوزیشن میں تبدیلی (بشمول سواپ)	-2.8	-0.8	-0.3	-1.1	5.2	-2.9	2.3	

*جولائی تا فروری اور مارچ تا جون کے کالم میں درج اعداد و شمار بالترتیب جولائی تا مارچ اور اپریل تا جون کے ہیں۔

اعداد و شمار کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات، اسٹیٹ بینک، وزارت خزانہ

قرض کی واپسی کی بھاری لاگت اور سماجی منتقلیوں (گرانٹس) میں مسلسل اضافے نے مجموعی اخراجات کی نمو کو دگنا کر دیا۔ بہرکیف، حکام نے سال کے دوران ضمنی گرانٹس جاری کرنے سے گریز کیا۔

مہنگائی کے رجحانات بھی کم ہوتے ہوئے طلبی دباؤ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ اگرچہ صارف اشاریہ قیمت کا غیر غذائی غیر توانائی جز بلند سطح پر رہا—کیونکہ معیشت پچھلے سال کے شرح مبادلہ میں کمی کا اثر، مالی سال 20ء کے بجٹ کے ٹیکس اقدامات اور ایندھن اور نقل و حمل کی بلند لاگت کا اثر جذب کر رہی تھی—تاہم جوں جوں سال آگے بڑھا اس کا رجحان مستحکم ہوتا گیا۔ تاہم غذائی مارکیٹ میں طلبی دباؤ مضبوط رہا کیونکہ عارضی تعطل نے سٹے بازی کے احساسات کو تحریک دی اور قیمتوں کو بڑھانے میں کردار ادا کیا۔ اگرچہ ان حالات نے صارفی اعتماد کو کمزور کیا تاہم ان میں اتنی شدت نہ تھی کہ اسٹیٹ بینک کی پورے سال کے مہنگائی کے تخمینوں کو متاثر کرتے اور زری پالیسی کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے۔ چنانچہ جولائی 2019ء میں پالیسی ریٹ میں 100

بی پی ایس اضافے کے بعد اسٹیٹ بینک نے پالیسی ریٹ میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ جیسا کہ توقع تھی، جنوری 2020ء میں غذائی مہنگائی ایک سطح پر آنے کے بعد کم ہونا شروع ہوگئی کیونکہ موسمی (اور درآمدی) رسد بحال ہوگئی اور حکومت نے ذخیرہ اندوزی کے خلاف ملک بھر میں کریک ڈاؤن شروع کر دیا۔

اس طرح جب کورونا متاثرین کی تعداد بڑھنے لگی تو ملک معاشی استحکام کے محاذ پر پہلے ہی نمایاں کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ اس بنا پر کاروباری اداروں اور گھرانوں کو نقل و حرکت کی ضروری پابندیوں اور اس کے نتیجے میں رسدی زنجیر میں تعطل سے نمٹنے میں مدد دینے کے لیے بھرپور پالیسی امداد فراہم کرنا ممکن ہوگیا۔ جن کو فوری پالیسی امداد کی خصوصی ضرورت تھی ان میں اشیاساز فرمیں—کیونکہ فیکٹریوں کی بندش نے نقد کا بہاؤ دشوار بنا دیا اور بڑھتی ہوئی بیروزگاری کا خطرہ بڑھا دیا—اور خدمات کے متعدد ادارے شامل تھے خصوصاً میزبانی کی صنعت میں، جیسے تقریبات کے اہتمام کرنے والے ادارے، کیٹرنگ، ریستوران، فوڈ ڈلیوری، حجام کی دکانیں اور سفر اور ٹکٹنگ۔ جہاں ممکن ہوا، ڈجیٹل طریقوں (جیسے ٹیلی ورکنگ اور ای کامرس) نے کاروباری تسلسل قائم رکھنے میں مدد دی لیکن چونکہ ڈجیٹل سہولتیں اتنی زیادہ دستیاب نہیں اس لیے بیشتر کاروباری اداروں کو دشواریوں کا سامنا ہوا (**خصوصی سیکشن**)۔ اگرچہ شعبہ زراعت کووڈ کے دھچکے سے زیادہ تر محفوظ رہا (کیونکہ سال کی اہم فصلوں کی پہلے ہی کٹائی ہو چکی تھی) تاہم کاشتکاری کے خرد قرضوں میں واپسی کے خطرات ابھرنے لگے۔ نتیجے کے طور پر امدادی کوششوں کی ضرورت اس درجے پر پہنچ گئی کہ ان کے نتیجے میں بھاری مالیاتی اور نیم مالیاتی لاگت برداشت کرنا پڑتی اور یکجائی کے ایجنڈے میں ردّوبدل کی ضرورت پڑتی۔ چنانچہ حکومت نے اپنے جاری سماجی بہبود پروگرام کے حجم اور رسائی میں اضافہ کر دیا جس سے 12 ملین گھرانوں کو ضروریات زندگی کے لیے ہنگامی نقد رقم (فی کنبہ 12000 روپے) منتقل کرنا ممکن ہوا۔

ساتھ ہی ساتھ اسٹیٹ بینک نے تیزی سے بدلتی ہوئی صورتِ حال کا جائزہ لینے اور اس کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے زری پالیسی کمیٹی (ایم پی سی) کے کئی ہنگامی اجلاس کیے۔ ایم پی سی نے لگ بھگ تین ماہ کے عرصے میں پالیسی ریٹ 625 بی پی ایس کم کر دیا جس سے نہ صرف نجی شعبے کے بیشتر موجودہ قرضوں کی بہتر نوقیمت بندی ہوئی بلکہ ان فرموں کے لیے قرض لینا قابل عمل ہوگیا جو بصورتِ دیگر بلند شرح سود اور کمزور نفع آوری کی وجہ سے قرض نہ لے سکتے۔ اہم بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک نے کئی ایسی اسکیمیں جاری کیں جن کی پہلے مثال نہیں ملتی جن میں اصل زر کی واپسی مؤخر کیا جانا، ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے فرموں کو رعایتی مالکاری کی فراہمی، برآمدی نومالکاری اسکیموں کی شرائط میں نرمی اور سرمایہ کاری کے منصوبوں اور اسپتالوں کے لیے رعایتی نومالکاری سہولتیں شامل ہیں۔ کاروباری اداروں نے ان مالکاری اسکیموں میں بے حد دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے اور انہیں اپنی رقوم کے بہاؤ میں کمی کو دور کرنے کے لیے خوب استعمال کیا ہے۔ اِن تمام کو ملا کر دیکھا جائے تو اسٹیٹ بینک کے امدادی اقدامات کے سیالی اثر کا تخمینہ جی ڈی پی کے 4.0 فیصد کے مساوی بنتا ہے (**شکل 1.1**)۔

شکل 1.1: اسٹیٹ بینک کے اہم امدادی اقدامات کے تخمین شدہ سیالیتی اثر کے عناصر ترکیبی (16 اکتوبر 2020ء کو)*

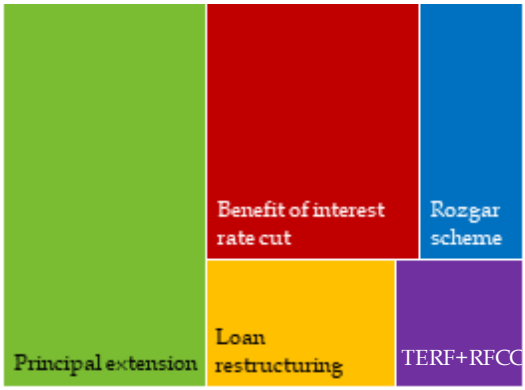

* The overall size of the rectangle is equivalent to 4.0 percent of GDP.
TERF: Temporary Economic Refinance Facility
RFCC: Refinance Facility for Combating Covid-19
Source: State Bank of Pakistan

ان منفرد اقدامات کے حجم اور دائرۂ کار نے کاروبار کے تسلسل اور ملازمتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ امر بھی حوصلہ افزا ہے کہ سماجی منتقلی کے لیے بھرپور ڈیٹا کے ذریعے کوائف کی تصدیق، محتاطیہ طور طریقوں کی بینکوں کی جانب سے کڑی تعمیل، بہتر مالی انتظام اور امداد کو سختی سے ہدف تک پہنچانے کے عمل نے لاگت کو حد سے زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ پس یہ بات سامنے آئی کہ اگرچہ کووڈ بحران عارضی طور پر پیداواری نقصانات، صارفین اور کاروبار کے اعتماد میں کمی کا باعث بنا تھا اور اس نے حکومت کو معاشی اصلاحات کے عمل کی تشکیل نو پر مجبور کر دیا تھا تاہم معیشت کے خاکۂ خطر پر

اس کا شدید اثر نہیں پڑا۔ کورونا کے دباؤ کے باوجود مضمر معاشی مبادیات میں بہتری جوں کی توں رہی۔

مالیاتی امور میں زوال پذیر معاشی سرگرمی نے مارچ تا جون 2020ء میں ٹیکس محاصل کی نمو کو کافی کم کر دیا اور غیر سودی جاریہ اخراجات میں تیزی سے اضافہ دیکھا گیا کیونکہ حکومت کو ملک کی سماجی تحفظ اور صحت کی ضروریات (بشمول ٹیسٹنگ کٹس، وینٹی لیٹرز، صحت کے عملے کے لیے وظائف کی فراہمی، ڈیٹا کا انتظام، کنٹیکٹ ٹریسنگ وغیرہ) کی تکمیل کے لیے اقدامات کرنے تھے۔ چنانچہ پہلی تین سہ ماہیوں میں جمع ہونے والا بنیادی فاضل خسارے میں بدل گیا جس کی بنا پر مالی سال 20ء کے بجٹ نیز ای ایف ایف پروگرام کے تحت طے کردہ ہدف کی تکمیل ممکن نہ رہی۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایسے دشوار حالات کے باوجود جن کی ماضی میں مثال نہیں ملتی سال کے دوران پورے سال کا بنیادی خسارہ پچھلے برس کی سطح کا صرف نصف تھا۔

اہم بات یہ ہے کہ کووڈ سے متعلق لیے گئے قرض کے دباؤ کو شامل کرنے کے بعد بھی سرکاری قرضے اور جی ڈی پی کے تناسب میں اضافہ سال کے دوران جی ڈی پی کے 1.1 فیصد تک محدود رہا کیونکہ حکومت نے اسٹیٹ بینک میں رکھے ہوئے اپنے کیش بفرز استعمال کیے۔ یہ بفرز کووڈ کے زمانے میں غیر متوقع اخراجات کو پورا کرنے میں بطورِ خاص معاون ثابت ہوئے: مارچ تا جون کے دور میں بینکاری نظام سے بجٹ کی خاطر لیے گئے قرضوں میں 53 فیصد سے زائد اضافہ اسٹیٹ بینک سے نکلوائے گئے ڈپازٹس پر مشتمل تھا۔ نیز چونکہ پچھلے سال کی بہ نسبت مالی سال 20ء میں شرح مبادلہ قدرے مستحکم تھی اس لیے نوقد رپیمائی نقصانات محدود رہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ مالی سال 19ء میں صرف یہ نقصانات ملک کے قرضے کے اسٹاک میں تقریباً 40 فیصد اضافے کے ذمہ دار تھے۔ انتظام قرض کے نقطۂ نگاہ سے مالی سال 20ء میں سرکاری قرضے کی ہیئت ترکیبی سازگار رہی کیونکہ بیشتر اضافہ طویل مدتی قرضوں کی وجہ سے ہوا جس سے حکومت کو اجرائے ثانی کے خطرے کو قابو میں رکھنے میں مدد ملی۔ بہرحال اگرچہ کووڈ19 کا نقصان مجموعی خاکہ قرض پر محدود رہا تاہم کووڈ دھچکے نے سرکاری قرضے کے بوجھ میں ہدفی کمی کو متاثر کیا۔ مالی سال 20ء کے اختتام پر سرکاری قرضہ جی ڈی پی کے 87.2 فیصد کے برابر تھا جو ای ایف ایف پروگرام کے تحت مالی سال 20ء کے لیے طے کردہ رقم سے 80.5 فیصد زیادہ اور مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ کے تحت 60 فیصد کی حد سے متجاوز تھا۔

اسی طرح بیرونی محاذ پر کووڈ کے زمانے میں دو مسائل سامنے آئے۔ اوّل، برآمدات کی نمو کم ہوئی کیونکہ ترقی یافتہ معیشتوں میں محدود خردہ فروخت کے باعث آرڈر گھٹ گئے۔ دوم، عالمی معیشت پر اثر کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت پیدا ہوئی تو بیرونی فنڈ منیجرز نے ابھرتی ہوئی معیشتوں میں سے سرمایہ نکال لیا۔ پاکستان میں بھی مارچ تا جولائی کے دوران ملکی قرضہ منڈی میں آنے والی جزدانی رقوم کا رجحان پلٹ گیا جس سے ملک کے زرِمبادلہ ذخائر میں اضافے کا میلان جزواً معکوس ہو گیا۔ تاہم ان حالات نے بیرونی توازن کو زیادہ متاثر نہیں کیا اور سال کے خاتمے پر ذخائر پھر بھی مالی سال 19ء کی سطح سے زیادہ تھے۔

اوّل، مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ نے دھچکا جذب کرنے کے لیے قابل قدر کام کیا اور ادائیگیوں کا عدم توازن پاکستانی روپے اور امریکی ڈالر کی مساوات کی حرکت میں موزوں طور پر منعکس ہوا۔ کووڈ سے پہلے کے دور (جولائی تا فروری مالی سال 20ء) میں روپیہ لگ بھگ 4 فیصد مضبوط ہوا، جو جاری کھاتے اور رقوم کی آمد میں بہتری سے مطابقت رکھتا تھا جس سے ملک کے ذخائر کی کیفیت اور مارکیٹ کے احساسات کو تقویت ملی۔ مارچ اور اس کے بعد یہ رجحان معکوس ہو گیا اور مارچ تا جون کے دور میں عالمی فروخت (sell-off) روپے کی قدر میں 8.2 فیصد کی کمی کا باعث بنی۔ یہاں یہ اجاگر کرنا ضروری ہے کہ شرح مبادلہ میں یہ کمی منظم انداز میں ہوئی اور دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں کو درپیش دباؤ سے زیادہ تر ہم آہنگ تھی۔ دوم، اشیاسازی میں سکڑاؤ اور تیل کی عالمی قیمتوں کا 50 فیصد سے زیادہ گرنا درآمدات میں وسیع البنیاد کمی کا سبب بنا جس سے بیرونی ادائیگیاں کافی آسان ہو گئیں۔ سوم، کارکنوں کی ترسیلاتِ زر میں نمو جوں کی توں رہی کیونکہ شرح مبادلہ کے منظم حالات، پی آر آئی کے تحت مارکیٹنگ کی مؤثر مہموں اور ٹی ٹی چارجز کی واپسی کی اسکیم کے تحت ترغیبات میں اضافے سے بہت تقویت ملی۔ چہارم، آئی ایم ایف کی ریپڈ فنانسنگ فیسلٹی کے تحت آنے والی رقوم بھی معاون ثابت ہوئیں۔ نتیجتاً مارچ اور جون کے درمیان اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں کمی 625.9 ملین ڈالر تک محدود رہی؛ پورے سال کی بنیاد پر م س 20ء میں ذخائر میں 4.9 ارب ڈالر کی

بہتری آئی۔ اسٹیٹ بینک کے فارورڈ واجبات کے 2.3 ارب ڈالر کم ہونے کے باعث مالی سال کے دوران خالص ذخائر کے بفر میں اضافہ 7.1 ارب ڈالر تھا۔

مہنگائی کے حوالے سے بھی صورتِ حال زیادہ تر ساز گار رہی کیونکہ کووڈ کی بنا پر خام تیل کی عالمی قیمتوں میں بھاری کمی کے ہمراہ گرتی ہوئی غذائی قیمتوں اور بجلی کے نرخوں میں مزید اضافے کو ملتوی کرنے کے حکومتی فیصلے کے نتیجے میں عمومی اور قوزی مہنگائی دونوں میں تیزی سے کمی ہوئی۔ اگرچہ زری اور مالیاتی ریلیف کے اقدامات کے بعد نظام میں خاصی سیالیت داخل کی گئی تاہم ملکی طلب کمزور رہی جس سے مہنگائی کو قابو رکھنے میں مدد ملی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ روزگار کے محدود مواقع، برطرفیوں اور فروخت کی پست نمو نے بہت سی فرموں اور گھرانوں کو شدید مالی دشواریوں سے دوچار کر دیا تھا۔ تمام دستیاب بلند تعدّد کے اظہاریے (جیسے پیٹرولیم کی فروخت، سیمنٹ کی ترسیل اور گاڑیوں کی فروخت) کمزور خردہ فروشی کی نشاندہی کر رہے تھے۔ نتیجے کے طور پر جولائی تا فروری مالی سال 20ء میں قوزی مہنگائی (شہری) اوسطاً 8.0 فیصد کی بلند سطح پر رہنے کے بعد مارچ اور اس کے بعد کم ہوئی اور آخر جون میں 6.5 فیصد سال بسال تک پہنچ گئی۔

قبل از کووڈ سفر کا دوبارہ آغاز: پالیسی امور

اس طرح چونکہ معاشی مبادیات میں قبل از کووڈ بہتری کے جوں کے توں رہنے اور مضبوط پالیسی ردِّ عمل سے دھچکے کے خلاف تحفظ ملنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ معیشت اس راستے پر پھر چل پڑی ہے جس پر کووڈ دھچکے سے قبل گامزن تھی۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ ملک میں کووڈ کیسوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہونے اور معاشی سرگرمی بحال ہونے کے بعد اس عمل نے جڑ پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ تاہم خطرے کے تین عوامل پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اوّل، کووڈ19 سے پیدا ہونے والے مسائل کاروباری اداروں کی پوری آپریشنل ویلیو چین پر اثر انداز ہوئے ہیں، ان کی رسد میں تعطل آیا ہے، انونٹری کم ہو گئی ہے، بچت ختم ہو گئی ہے اور سرمایہ جاتی اخراجات روک دیے گئے ہیں۔ بحالی کی رفتار کا انحصار اس پر ہو گا کہ یہ ادارے مالی نقصان کب پورا کر پاتے ہیں اور ملکی طلب کتنی جلد اور تیزی سے بڑھتی ہے۔ دوم، اگرچہ برآمدی حجم پچھلے چند برسوں میں پھر بڑھ گیا ہے تاہم جولائی تا فروری 2020ء کے دوران برآمدی آمدنی میں قدرے معتدل نمو (2.7 فیصد) دیکھی گئی۔ اب، ترقی یافتہ معیشتوں کا منظر نامہ کافی کم متحرک ہونے کی وجہ سے برآمدی وصولیوں کی مناسب انداز میں بحالی دشوار ہو گی۔ سوم، ملک کی ٹیکس اساس بدستور چھوٹی ہے، چند شعبوں پر اس کا بہت زیادہ دارومدار ہے اور کاروباری چکر کے اتار چڑھاؤ سے انتہائی متاثر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اخراجات پر کوئی دباؤ پڑنے سے ملک کے قرضے کا بوجھ، جو پہلے ہی زیادہ ہے، انتہائی تناؤ کا شکار ہو سکتا ہے۔

لہٰذا، مسابقت میں اضافہ کرنے، کاروباری ماحول کو بہتر بنانے اور بالآخر معیشت کے نمو کے امکانات کو وسط مدت میں بڑھانے کے لیے اب تک اصلاحات کے حوالے سے کی جانے والی پیش رفت پر مزید کام کرنا اور ساختی رکاوٹوں سے نمٹنا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔ یہاں اس امر پر زور دینا ضروری ہے کہ خصوصاً ٹیکس، دستاویزیت، بجلی، مالکاری کی دستیابی اور مالی چھان بین کے شعبوں میں پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لیے مالی سال 20ء کے ابتدائی حصے میں کئی اصلاحات متعارف کرائی گئی تھیں۔ تاہم کووڈ کی بنا پر لاک ڈاؤن سے پیدا ہونے والے زیادہ ہنگامی اور توجہ طلب معاشی اور سماجی مسائل کے باعث ان میں سے کچھ اصلاحات پر پیش رفت عارضی طور پر رک گئی۔ اس پیش رفت کو دوبارہ صحیح راستے پر لانے اور مزید اصلاحات شروع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ معیشت ایک پائیدار نمو کی راہ پر چل پڑے۔ اس تناظر میں مندرجہ ذیل نکات اہم ہیں:

اوّل، ملک کی مالیاتی کمزوریوں کو درست کرنے کے لیے ایک زیادہ پائیدار حل درکار ہے جس کے لیے صرف ٹیکس کی شرحیں بڑھانے سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ دستاویزیت، غیر رسمیت کو کم کرنا اور ٹیکس نظام کے اندر ہم آہنگی پیدا کرنا یہ سب ٹیکس اساس کو وسیع کرنے اور نان ٹیکس محاصل پر انحصار گھٹانے کے لیے ضروری ہیں۔ اگرچہ مالی سال 20ء کے بجٹ میں کچھ شعبوں کی مستثنیات اور رعایات مرحلہ وار ختم کر دی گئی تھیں تاہم بعض شعبوں میں اب بھی باقی ہیں (جیسے سیلز ٹیکس ایکٹ کے پانچویں، چھٹے اور آٹھویں شیڈولز میں شامل رعایات) اور محاصل کی وصولی امکانات سے کم ہونے میں کردار ادا کرتی ہیں۔ ٹیکس اساس اور زرعی آمدنی پر ٹیکس اور خدمات پر سیلز ٹیکس کی شرحوں کو سادہ بنانا اور ہم آہنگی پیدا کرنا بھی اصلاحات کے نامکمل ایجنڈے میں شامل ہیں۔ اس حوالے سے نمایاں پیش رفت کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان مضبوط رابطہ کاری درکار ہے۔ خطرے پر مبنی آڈیٹنگ میں سختی لا کر اور کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ، تھرڈ پارٹی ڈیٹا

اور ریا پوائنٹ آف سیلز کے ذریعے ڈیٹا کو کئی بار چیک کرنے کے عمل کو مضبوط بنا کر ٹیکس نفاذ کو مستحکم کرنا بھی ضروری ہے۔ ساتھ ہی ٹیکس فائلنگ کو سادہ بنا کر اور ری فنڈ کی ادائیگی کو تیز کر کے کاروباری اداروں کو سہولت دینے کے لیے بھی مربوط کوششیں ہونی چاہئیں۔

دوم، بجلی کے شعبے میں نرخوں اور نظم ونسق کے مسائل سے نمٹنا ہو گا کیونکہ یہ نہ صرف خاصا نیم مالیاتی خطرہ ہیں بلکہ انہوں نے معیشت کی مسابقت کو بھی مجروح کیا ہے۔ بجلی کے شعبے کو بہتر طور پر قابل عمل بنانے اور جمع شدہ واجبات میں پائیدار کمی کو یقینی بنانے کے لیے سال کے آغاز میں حکومت نے ایک جامع حکمتِ عملی مرتب کی تھی۔ اس حکمتِ عملی میں گردشی قرضے میں کمی کا ایک منصوبہ، ٹیرف میں ردّوبدل اور نوٹیفکیشن کے عمل کو خودکار بنانے کے لیے نیپرا ایکٹ میں ترامیم، وصولیوں کو بہتر بنانا اور سبسڈی کو درست کرنا شامل تھا۔ مزید برآں، مالی سال 20ء کے ابتدائی مہینوں کے دوران تکنیکی نقصانات کو کم کرنے کے لیے انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری، چوری کے خلاف مہموں اور نرخ بڑھانے سے واجبات میں اضافے کو قابو کرنے میں مدد ملی تھی۔ تاہم جنوری سے ماہانہ فیول کے لیے ٹیرف میں ردّوبدل اور سہ ماہی کپے سٹی ادائیگیوں کے التوا اور مارچ اور اس کے بعد ادائیگی کے التوا سے یہ ابتدائی فوائد کم ہو گئے۔ اگرچہ اس ردّوبدل پر عملدرآمد سے ادائیگی کی فوری کمی کو درست کرنے میں مدد ملے گی تاہم زیادہ امکان یہ ہے کہ نرخوں کے مسائل کا طویل مدتی حل (خصوصاً کپے سٹی ادائیگیوں کے حوالے سے) اس بات پر منحصر ہو گا کہ آئی پی پیز کے ساتھ بجلی کی خریداری کے معاہدوں پر کیا نظرثانی ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ڈسکوز کے نظم ونسق میں نمایاں پیش رفت، ٹیرف میں ردّوبدل کی درستی اور ترسیل و تقسیم کے ڈھانچے کی اپ گریڈیشن بجلی کے شعبے کی مجموعی کارکردگی کو بہتر بنانے میں کلیدی اہمیت کی حامل رہے گی۔

سوم، بیرونی سرمایہ کاروں کے اعتماد کے تناظر میں فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (فیٹف) کے محاذ پر پاکستان کی سازگار پیش رفت ازبس ضروری ہے۔ کئی استعدادکار اداروں سے اینٹی منی لانڈرنگ اور ٹیرر فنانسنگ کے حوالے سے ملک کی استعداد بڑھانے کے سلسلے میں رابطہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فیٹف کے اکتوبر 2020ء کے عمومی اجلاس میں کہا گیا، پاکستان 27 ایکشن آئٹمز میں سے 21 پر بڑی حد تک عمل کر چکا ہے جس میں مالی اداروں کی نگرانی سے متعلق بنیادی کام بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان کو بقیہ چھ آئٹمز کے حوالے سے جزوی طور پر تعمیل کنندہ سمجھا گیا۔ پاکستان کے قانونی ڈھانچے، خصوصاً اینٹی منی لانڈرنگ ایکٹ اور انسدادِ دہشت گردی ایکٹ، میں اے ایم ایل/سی ایف ٹی سے متعلق پارلیمانی ترامیم ایک اہم قدم ہے۔ چنانچہ ملک کے ضابطہ کاروں بشمول اسٹیٹ بینک، ایس ای سی پی اور خود مختار باڈیز نے اپنے ترامیم شدہ اے ایم ایل/سی ایف ٹی ضوابط جاری کیے ہیں۔

چہارم، سرمایہ کاری، مسابقت، کاروبار کی افزائش اور مجموعی پیداواریت کو فروغ دینے کی خاطر ملک کے مالی جغرافیہ میں بہتری مستحکم کرنے کے لیے مسلسل کوششیں درکار ہیں۔ محفوظ ٹرانزیکشن رجسٹری کا قیام، نجی کریڈٹ بیورو کو اجازت ناموں کا اجرا اور ڈجیٹل مالی خدمات کا وسیع پیمانے پر اختیار کیا جانا، یہ سب خصوصاً چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کے لیے قرضے کے نفوذ اور مالکاری تک مجموعی رسائی میں بہتری کے حوالے سے نیک شگون ہیں (**باب 7**)۔ علاوہ ازیں کم لاگت کے مکانات اور سستے مارگیج سے مالی نفوذ میں گہرائی لانے اور تعمیرات سے متعلق صنعتوں کو متحرک کرنے میں مدد ملے گی۔ اہم بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک اور کمرشل بینکوں کی جانب سے مالکاری امداد کی فراہمی کے لیے رسائی بڑھانے کی کاوشیں (جیسے ایس ایم ای ٹریننگ، بھرپور مارکیٹنگ، کاروباری ایوانوں کے ساتھ قریبی تعلقاتِ کار، بار بار جائزہ لینے کے عمل اور شکایات نمٹایا جانا) شمولیت کو یقینی بنانے میں مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔

1.2 معاشی منظرنامہ

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان وائرس کے پھیلاؤ کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے (**شکل 1.2 الف**)۔ اگرچہ حالیہ ہفتوں میں نئے متاثرین کی تعداد میں تھوڑا اضافہ ہوا ہے تاہم فعال کیسوں کی سطح جون 2020ء کی بلند ترین سطح سے کافی نیچے ہے۔ گو کہ وائرس کے دوبارہ بڑھنے کا خطرہ سماجی دوری قائم رکھنے کا متقاضی ہے تاہم (خدمات سمیت) معیشت کے دوبارہ کھلنے سے مجموعی اقتصادی منظرنامے میں غیر یقینی کیفیت کسی حد تک کم کرنے میں مدد ملی ہے۔

بہرحال عالمی سطح پر وائرس ابھی تک قابو میں نہیں آسکا۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اٹلی میں فعال کیسوں کی تعداد ابھی تک بلند ہے (**شکل 1.2 ب**)۔ ترقی یافتہ یورپی ممالک ایک اور لہر کے لیے خود کو تیار کر رہے ہیں اور برطانیہ،

بلجیم، اٹلی اور یونان میں کیسوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ بیشتر ممالک میں سماجی دوری اور نقل و حرکت پر پابندیاں پھر عائد کی جارہی ہیں جبکہ حالیہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے ملکوں میں صحت یابی کا تناسب ایک سطح پر آگیا ہے۔ نتیجتاً اگرچہ 2021ء میں تقریباً تمام علاقوں میں نمو کی بحالی متوقع ہے تاہم کمی کے خطرات بلند ہیں(**شکل 1.3**)۔

شکل 1.2 الف: پاکستان میں کووڈ کیسز (7 روزہ متحرک اوسط)

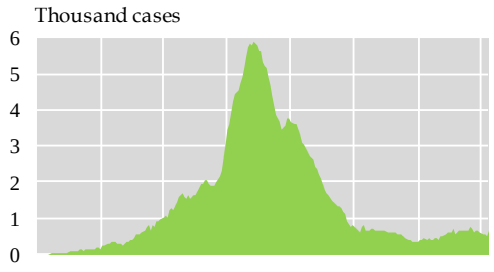

شکل 1.2 ب: منتخب معیشتوں میں کووڈ کیسز فی ملین (7 روزہ متحرک اوسط)

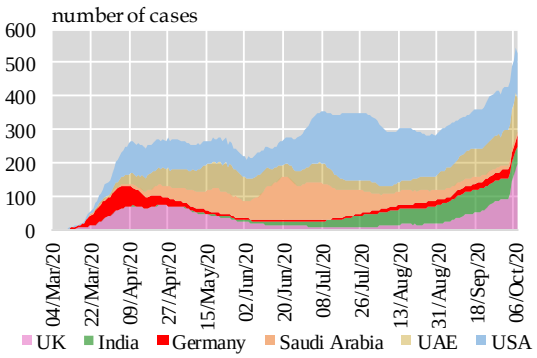

Source: WHO

فی الحال روک تھام کے اقدامات میں نرمی کے بعد امریکہ اور یورپی یونین کی اہم معیشتوں میں خردہ فروشی کی صورتِ حال بہتر ہوگئی ہے، گو کہ یہ بہتری زیادہ تر کریانے، صحت کی نگہداشت کی اشیا اور صارفی الیکٹرانکس میں ہوئی۔ ملبوسات کی خردہ فروخت ابھی بحال نہیں ہوئی اور امریکہ اور یورپی یونین میں جون اور اگست کے درمیان اس میں دو ہندسی کمی ہوئی۔ بعض ممالک میں ابھی تک بلند انفیکشن ریٹ، امریکہ میں بیروزگاروں کے لیے عارضی امداد کی مدت کے خاتمے اور چین کے ساتھ امریکہ کے جاری تجارتی تنازع کے باعث مجموعی عالمی معاشی منظر نامہ بھی غیر یقینی ہے۔ یہ غیر یقینی کیفیت پاکستان کی برآمدات کی نمو میں کمی کے خطرات پیدا کررہی ہے؛ مالی سال 21ء کی پہلی سہ ماہی کے کسٹم کے ابتدائی اعداد و شمار سے ملک کی برآمدات میں 0.7 فیصد سال بسال کی کمی ظاہر ہوتی ہے گو کہ ستمبر میں 7.0 فیصد اضافہ درج کیا گیا تھا۔ پورے سال کے لیے اسٹیٹ بینک کو توقع ہے کہ برآمدی قدریں مالی سال 21ء میں 23.4 سے 23.8 ارب ڈالر کی حدود میں رہیں گی جو مالی سال 20ء میں درج کردہ 22.5 ارب ڈالر سے زیادہ ہے(**جدول 1.2**)۔

شکل 1.3: اہم علاقوں کی حقیقی جی ڈی پی نمو کی پیش گوئیاں

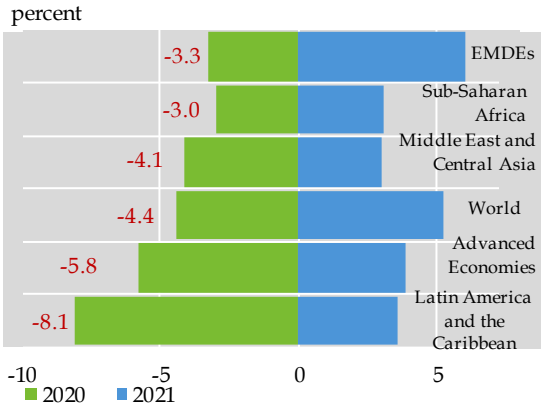

Source: IMF WEO October 2020

اسی طرح لاک ڈاؤن کے خاتمے اور فرموں کو اپنی انونٹری دوبارہ بھرنے کی کوششوں کے پیش نظر اسٹیٹ بینک کو توقع ہے کہ پورے سال کی درآمدات پچھلے برس سے زیادہ رہیں گی۔ خاص طور پر تعمیرات کی صنعت کے لیے رعایات اور مکاناتی مالکاری کی پیش رفت سے فولاد کی درآمدات بحال ہوں گی۔ علاوہ ازیں، پست ملکی پیداوار اور رسدی انتظام کے مسائل کی وجہ سے گندم اور چینی کی درآمدات ضروری ہوگئی ہیں۔ تاہم توانائی کی درآمدات کا انحصار درآمد شدہ اور مقامی ایندھن کے ذرائع کے درمیان جاری تبدیلی پر ہوگا۔ جہاں تک تیل کی قیمتوں کا تعلق ہے، اپریل 2020ء میں 19 سالہ پست ترین قیمت (19 ڈالر فی بیرل) سے دگنی سے بھی زیادہ ہونے کے بعد آخر اکتوبر میں برینٹ ابھی تک 40 ڈالر فی بیرل کے آس پاس تھا۔ اوپی ایک کے شعبے کی کمزوریوں اور فعال کووڈ کیسوں کی ابھی تک بلند تعداد کی بنا پر دوبارہ لاک ڈاؤن کے خطرے کے باعث تخمینہ ہے کہ خام تیل کی منڈی 2021ء کے اواخر تک حد کے اندر رہے گی۔

تیل کی قیمتوں میں اس استحکام کے پیش نظر مالی سال 21ء میں ایندھن کے ملکی نرخوں کے مستحکم رہنے کا امکان ہے۔ تاہم چونکہ بجلی اور گیس کے ٹیرف میں

پہلے جو ردّوبدل ہونی تھی وہ ابھی تک نہیں ہوئی اس لیے توانائی کی مہنگائی کے بڑھنے کا خطرہ ہے۔ ملکی غذائی مارکیٹ کے حالات بھی خطرے سے دوچار ہیں۔ گندم اور چینی کی قیمتوں کا حال ہی میں پھر سر ابھارنا ملک میں اجناس کے انتظام کے مسائل کو اجاگر کر رہا ہے۔ مزید برآں، وسیع پیمانے پر موسلا دھار بارشوں اور سیلاب کے خطرے سے فصلوں کو نقصانات ہوسکتے ہیں جس سے غذائی قیمتیں دباؤ میں آسکتی ہیں۔ اس کے برعکس صارف اشاریہ قیمت کے غیر توانائی غیر غذائی جز میں کمی آنے کی توقع ہے کیونکہ کاروباری اداروں اور گھرانوں کی کمزور مالی پوزیشن کی وجہ سے ملکی طلب میں خاطر خواہ تیزی کے امکانات کم ہیں۔ بحیثیت مجموعی اسٹیٹ بینک کو توقع ہے کہ مالی سال 21ء میں عمومی مہنگائی 9-7 فیصد کی حدود میں رہے گی۔

جدول 1.2: اہم معاشی اہداف اور پیش گوئیاں

	مالی سال 21ء		
	م س20ء	ہدف[1]	اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیاں[2]
	فیصد نمو		
حقیقی جی ڈی پی نمو	-0.4	2.1	1.5 – 2.5
صارف اشاریہ قیمت (اوسط)	10.7	6.5*	7.0 – 9.0
	ارب ڈالر		
ترسیلاتِ زر	23.1	21.5	22.0 – 23.0
برآمدات (ایف او بی)	22.5	22.7	23.4 – 23.8
درآمدات (ایف او بی)	42.4	42.4	42.8 – 43.7
	فیصد جی ڈی پی		
مالیاتی خسارہ	8.1	7.0	6.5 – 7.5
جاری کھاتے کا خسارہ	1.1	1.6	1.0 – 2.0

*صارف اشاریہ قیمت مہنگائی کی پیش گوئی، سالانہ منصوبہ 20-2019ء، منصوبہ بندی کمیشن

اعداد و شمار کے مآخذ: [1] وزارت خزانہ اور منصوبہ بندی کمیشن؛ [2] اسٹیٹ بینک

مالیاتی حوالے سے مشکلات برقرار ہیں کیونکہ حکومت بدستور کووڈ سے متعلق معاشی اور سماجی نتائج سے نمٹنے اور ابتدائی اقتصادی بحالی کو تقویت دینے پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ حکومت نے پورے سال کے مالیاتی خسارے کا ہدف جی ڈی پی کا 7 فیصد مقرر کیا ہے اور بنیادی توازن میں بھی 0.5 فیصد کا خسارہ ظاہر ہونے کا تخمینہ ہے۔ چنانچہ سخت مالیاتی پوزیشن کی بنا پر گرانٹس (سماجی منتقلی) اور سبسڈی کے اخراجات میں نمایاں کمی—یعنی مالی سال 20ء کے دوران خسارے کا سبب بننے والے دو اہم ترین شعبے—کو مالی سال 21ء کے لیے ہدف بنایا گیا ہے۔ اگر ان دونوں مدوں میں کوئی اضافی مصارف ہوئے تو جی 20 کے 'قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام' (Debt Servicing Suspension Initiative) کے تحت پاکستان کو مہیا کی گئی 2.7 ارب ڈالر (جی ڈی پی کے ایک فیصد کے مساوی) کی واپسی قرض کی امداد کووڈ سے متعلق اخراجات کے لیے گنجائش پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوگی (**باب 5**)۔

حکومت نے مالی سال 21ء کے لیے جی ڈی پی نمو کا ہدف 2.1 فیصد رکھا ہے (**شکل 1.4**)۔ توقع ہے کہ یہ سال بسال بہتری زراعت کی مستحکم کارکردگی اور شعبہ خدمات خصوصاً مالیات اور بیمہ اور ذرائع نقل و حمل اور مواصلات کی بحالی سے آئے گی۔ صنعتی کارکردگی کے بھی معتدل بحالی درج کرنے کا امکان ہے جس کی بنیادی وجہ مالی سال 20ء کے مقابلے میں بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں کافی کم سکڑاؤ ہے۔ اسٹیٹ بینک کو توقع ہے کہ مالی سال 21ء کے دوران جی ڈی پی نمو 2.5-1.5 فیصد کی حدود میں رہے گی۔ تاہم نمو کی یہ پیش گوئیاں خطرات سے مشروط ہیں جن میں کووڈ کی آئندہ صورتِ حال، موسم کے شدائد، بیرونی طلب اور اصلاحات میں پیش رفت کے معاملات شامل ہیں۔ بالخصوص کاشتکاروں کی کمزور مالی حالت اور کھڑی فصلوں کو موسلا دھار بارشوں سے ہونے والے نقصانات کے پیش نظر خریف کی فصلوں (خصوصاً کپاس) کے ابتدائی تخمینے حوصلہ افزا معلوم نہیں ہوتے۔

شکل 1.4: مالی سال 21ء کے لیے جی ڈی پی نمو اور اہم شعبوں کے اہداف

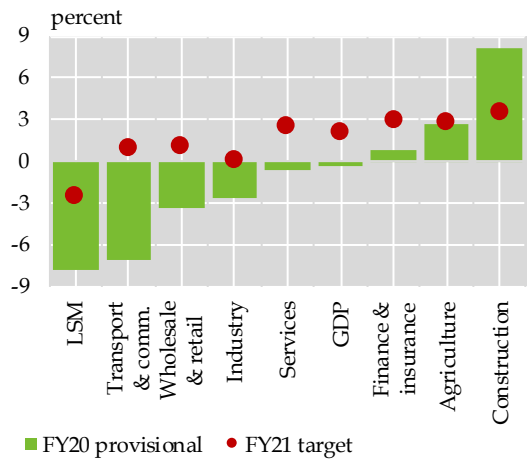

Source: PBS and Planning Commission

اضافے کے کچھ خطرات بھی ہیں خاص طور پر لاک ڈاؤن میں نرمی اور کووڈ کیسوں کی گرتی ہوئی تعداد کے بعد ملک میں کاروباری اعتماد پھر مضبوط ہونے کے تناظر میں۔ آئی بی اے ایس بی پی اعتماد سرویز کے اگست میں کیے گئے دور سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلے دو ادوار کے مقابلے میں اعتمادِ کاروبار کے اشاریے

شکل 1.5 الف: کاروباری اعتماد خاصا بڑھ گیا ہے

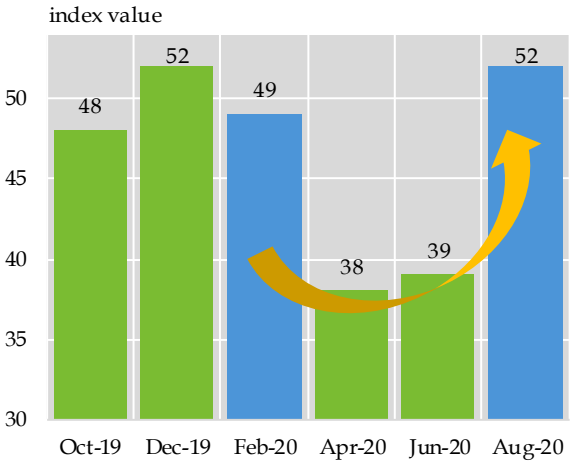

Source: SBP-IBA Business Confidence Survey

شکل 1.5 ب: عارضی معاشی نوماکاری سہولت کے تحت سرمایہ کاری قرضوں کے لیے کاروباری اداروں کی طلب

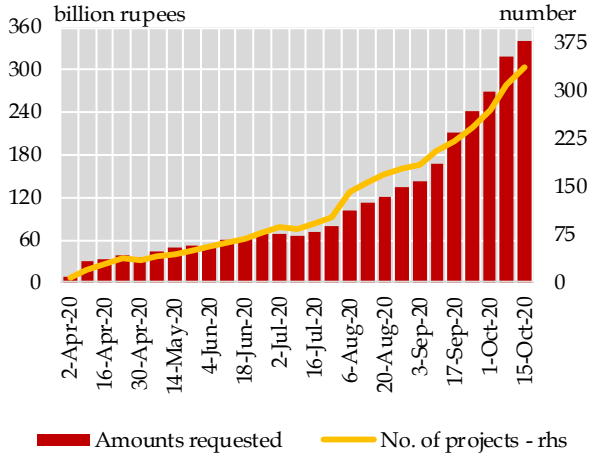

Source: State Bank of Pakistan

میں نہ صرف تیزی سے اضافہ ہوا بلکہ مسلسل تین ادوار تک منفی رہنے کے بعد یہ اب مثبت ہو گیا ہے (**شکل 1.5 الف**)۔ متوقع اعتمادِ کاروبار اشاریے (جو مجموعی اعتمادِ کاروبار اشاریے کا ذیلی جز ہے) میں بہتری زیادہ نمایاں تھی اور وہ اس سروے کے آغاز سے اب تک کی دوسری بلند ترین سطح تک پہنچ گیا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس رجائیت کی عکاسی اب ملک میں مجوزہ سرمایہ کاری سرگرمی میں بھی ہونے لگی ہے۔ جیسا کہ **شکل 1.5 ب** میں دکھایا گیا ہے، حالیہ ہفتوں میں اسٹیٹ بینک کی عارضی معاشی نوماکاری سہولت کے تحت فنڈنگ کی درخواستوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ سرمایہ جاتی اخراجات یا بی ایم آر کا آغاز کرنے والے کاروباری اداروں کو رعایتی مالکاری فراہم کرنے والی اس اسکیم سے اب تک 338 منصوبوں کو مالکاری مہیا کی گئی ہے۔ ان حالات کے ساتھ ہاؤسنگ اور تعمیرات کے شعبوں میں رجائیت کے ماحول سے مالی سال 21ء میں معیشت کی بحالی کا عمل تیز کرنے میں مدد ملے گی۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ٹی ای آر ایف کا مقصد ملک میں سرمایہ کاری سرگرمیوں کو تقویت دینا ہے اس کے استعمال میں یہ اضافہ ساختی اعتبار سے بھی حوصلہ افزا ہے۔ تاریخی طور پر پاکستان کی معیشت صَرف کی طرف مائل رہی ہے جو نمو میں ناپائیدار یکدم اضافے پر منتج ہوا اور سرمایہ کاری شرحیں بیشتر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں سے کم رہیں بلکہ گذشتہ چند دہائیوں میں مطلق لحاظ سے گرتی رہیں۔ اس سلسلے میں ٹی ای آر ایف جیسی ترغیبی اسکیموں پر مضبوط ردِّ عمل مستقبل کی معاشی راہ کے لیے نیک شگون ہے کیونکہ تشکیلِ سرمایہ کی سرگرمیاں آگے چل کر پاکستان کی پیداواری استعداد کو بڑھائیں گی اور ممکنہ طور پر اسے متنوع بنائیں گی۔

باب 2: اقتصادی نمو

جڑواں خساروں میں اعتدال کی بدولت پاکستانی معیشت فروری 2020ء میں مستحکم بحالی کی راہ پر گامزن تھی۔ تاہم اس نمو پذیر بحالی کو ملک میں کورونا وائرس کے غیرمتوقع پھیلاؤ نے متاثر کیا۔ حکومت کی جانب سے نافذ کردہ سخت لاک ڈاؤن سے وائرس کا پھیلاؤ قابل انتظام حدود تک لانے میں مدد ملی ، لیکن اس نے معاشی سرگرمیوں پر شدید دباؤ ڈالا۔ سب سے زیادہ متاثرہ شعبوں میں اشیا سازی ، ٹرانسپورٹ اور تجارت شامل تھے۔ اس کے مقابلے میں زرعی شعبہ میں فصلوں کی پیداوار وبا سے کافی حد تک محفوظ رہی کیونکہ ملک بھر میں کورونا وائرس کا پھیلاؤ شروع ہونے کے وقت اہم فصلوں کی کٹائی کا کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ معیشت کی بحالی کی غرض سے حکومت نے کچھ پابندیوں میں نرمی کر دی اور جون 2020ء میں اسمارٹ لاک ڈاؤن اختیار کیا۔ اس سے قطع نظر ، اس وقت تک معاشی نمو متاثر ہو چکی تھی کیونکہ مالی سال 20ء میں پاکستان کی جی ڈی پی کی نمو میں 0.4 فیصد کمی ہوئی ، اس طرح ملک کو مالی سال 52ء کے بعد پہلی مرتبہ منفی معاشی نمو کا سامنا کرنا پڑا۔

2 اقتصادی نمو

2.1 جی ڈی پی کی نمو

گذشتہ 68 برسوں میں ہر سال معاشی نمو حاصل کرنے کے بعد معیشت نے پہلی بار مالی سال 20ء میں سالانہ کمی درج کی (**شکل 2.1**)۔ مالی سال 19ء میں دہائی کی کم ترین شرحِ نمو حاصل کرنے کے بعد جب معیشت مالی سال 20ء میں داخل ہوئی تو وہ مالیاتی یکجائی، سخت زری پالیسی اور مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کے نظام کے زیر اثر تھی۔ تاہم مالی سال کے وسط تک بعض معاشی اظہاریوں میں کمی، خصوصاً برآمدی نوعیت کے شعبوں میں، نچلی ترین سطح تک پہنچنے کی علامات کی عکاسی کر رہی تھی۔ یہ بحالی کا وہ ابتدائی مرحلہ تھا، جب معیشت کورونا وائرس کی عالمی وبا سے متاثر ہوئی۔

کورونا وائرس کا منفی معاشی دھچکا مقامی نوعیت کا نہیں تھا۔ یہ وبائی مرض پوری دنیا میں پھیل گیا اور ملکوں کی اکثریت نے اس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے لاک ڈاؤن نافذ کیا۔ اس "عظیم لاک ڈاؤن" کے نتیجے میں دنیا بھر میں معاشی سرگرمیاں تعطل کا شکار ہو گئیں۔ آئی ایم ایف کے عالمی معاشی امکانات میں اکتوبر 2019ء تا جون 2020ء کی نمو کی پیش گوئیوں میں کورونا وائرس کے اثرات کو واضح طور پر اجاگر کیا گیا ہے (**جدول 2.1**)۔ پاکستان کے معاملے میں مالی سال 20ء کی پیش گوئیاں 2.4 فیصد کی مثبت نمو سے گر کر 0.4 فیصد سکڑاؤ پر منتج ہوئیں۔

معیشت میں اخراجات کے تناظر میں دیکھا جائے تو مالی سال 20ء کے دوران سرکاری اور نجی صرف مجموعی طور پر گذشتہ برس کی نسبت جی ڈی پی فیصد کے لحاظ سے 2.9 فیصدی درجے کمی کے ساتھ 91.6 فیصد پر آ گیا، جس کا اہم سبب گھرانوں کے صرف میں کمی تھی۔ معاشی استحکام کے اقدامات اور کورونا لاک ڈاؤن کے نتیجے میں صارفی طلب کم ہونے سے نجی صرف میں کمی متوقع تھی۔ دوسری جانب حکومتی اخراجات میں قابل ذکر اضافے سے جی ڈی پی میں اس کا حصہ بڑھ گیا۔[1] یہ اضافہ خصوصاً کورونا وائرس سے متعلق صحت کے شعبے اور

جدول 2.1: مالی سال 20ء کے لیے آئی ایم ایف کی پیش گوئیاں

فیصد

	مالی سال 20ء کی پیش گوئیاں		فرق بتاریخ
	اکتوبر 19ء	جون 20ء	اکتوبر 19ء
عالمی پیداوار	3.4	−4.9	−8.3
ترقی یافتہ معیشتیں	1.7	−8.0	−9.7
امریکہ	2.1	−8.0	−10.1
یورو کا علاقہ	1.4	−10.2	−11.6
جاپان	0.5	−5.8	−6.3
برطانیہ	1.4	−10.2	−11.6
کینیڈا	1.8	−8.4	−10.2
دیگر ترقی یافتہ معیشتیں	2.0	−4.8	−6.8
ابھرتی منڈیاں اور ترقی پذیر معیشتیں	4.6	−3.0	−7.6
ابھرتا ہوا اور ترقی پذیر ایشیا	6.0	−0.8	−6.8
چین	5.8	1.0	−4.8
بھارت*	7.0	−4.5	−11.5
آسیان-5	4.9	−2.0	−6.9
ابھرتا ہوا اور ترقی پذیر یورپ	2.5	−5.8	−8.3
روس	1.9	−6.6	−8.5
لاطینی امریکہ اور جزائر غرب الہند	1.8	−9.4	−11.2
برازیل	2.0	−9.1	−11.1
میکسیکو	1.3	−10.5	−11.8
مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا	2.9	−4.7	−7.6
سعودی عرب	2.2	−6.8	−9.0
پاکستان*	2.4	−0.4	−2.8
ذیلی صحارا افریقہ	3.6	−3.2	−6.8
نائجیریا	2.5	−5.4	−7.9
جنوبی افریقہ	1.1	−8.0	−9.1

*پاکستان اور بھارت کی پیش گوئیاں مالی سال کی بنیاد پر دی گئی ہیں۔

ڈیٹا کا ماخذ: عالمی زری فنڈ، عالمی معاشی امکانات، اکتوبر 2019ء، اپریل 2020ء اور جون 2020ء اپڈیٹ۔

مزید تفصیلات کے لیے رجوع کیجیے:

https://www.imf.org/en/Publications/WEO

[1] جی ڈی پی کے فیصد کے لحاظ سے نجی صرف مالی سال 19ء کے 82.9 فیصد سے گر کر مالی سال 20ء میں 78.5 فیصد ہو گیا۔ حکومتی اخراجات جی ڈی پی کے فیصد کے لحاظ سے مالی سال 19ء کے 11.7 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 20ء میں 13.1 فیصد پر آ گئے۔

معاشی لحاظ سے کمزور طبقے کی اعانت کے لیے ضروری تھا۔ کورونا وائرس کے بعد کی مدت میں بحالی کی رفتار میں تیزی لانے کے لیے حکومت نے فوری اقدامات کیے اور معیشت کے مختلف شعبوں خصوصاً تعمیرات کی صنعت کے لیے، جس میں محنت کشوں کی بہت ضرورت ہوتی ہے، ریلیف پیکیجز کا اعلان کیا گیا، جن کے تحت نمو کی بحالی میں مدد دینے کے لیے بعض معاشی ترغیبات دی گئیں جن میں کیپٹل گین ٹیکس کو حقیقت پسندانہ بنانا، منصوبوں کی منظوری کے اوقات میں کمی، ہاؤسنگ فنانس وغیرہ پر زراعانت شامل ہیں۔

مزید برآں، مالی سال 20ء میں سرمایہ کاری بلحاظ جی ڈی پی فیصد 0.2 فیصدی درجوں کی مزید کمی کے بعد جی ڈی پی کے 15.4 فیصد تک پہنچ گئی۔ پاکستان کی ممکنہ معاشی نمو کے راستے میں حائل ایک مستقل ساختی رکاوٹ سرمایہ کاری کی کم شرحوں کے اثرات ہیں (**باکس 2.1**)۔

شکل 2.1: پاکستان میں معاشی نمو

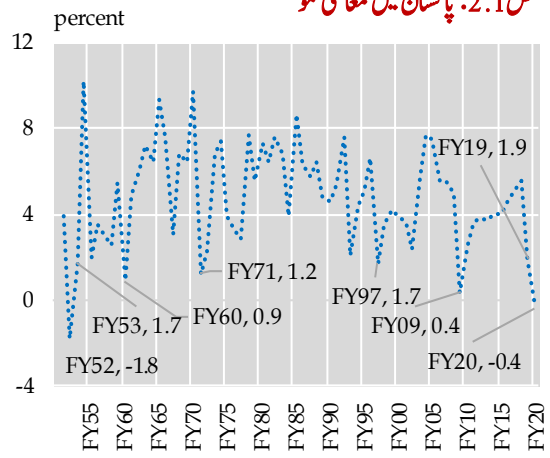

Source: Pakistan Bureau of Statistics

باکس 2.1: کم سرمایہ کاری پائیدار معاشی نمو کے راستے میں ایک مستقل رکاوٹ رہی ہے

گذشتہ چند دہائیوں کے دوران پاکستان میں سرمایہ کاری کی شرح کم ہوئی ہے (**شکل 2.1.1الف**)۔ اس کی موجودہ سطح متعدد ابھرتی معیشتوں کے مقابلے میں مطلق اور اضافی دونوں لحاظ سے کم ہے۔[2] پاکستان میں سرمایہ کاری میں کمی کے نتیجے میں پاکستان کی معیشت معاشی نمو کے تیزی اور مندی پر مبنی چکروں کے مقابلے میں زیادہ کمزور ہو چکی ہے کیونکہ معاشی نمو میں بیشتر تیزی کی مالکاری بیرونی رقوم کے بجائے ملکی بچت سے کی گئی ہے۔

شکل 2.1.1الف: مجموعی سرمایہ کاری (سالانہ، دس سالہ ماہانہ اوسط)

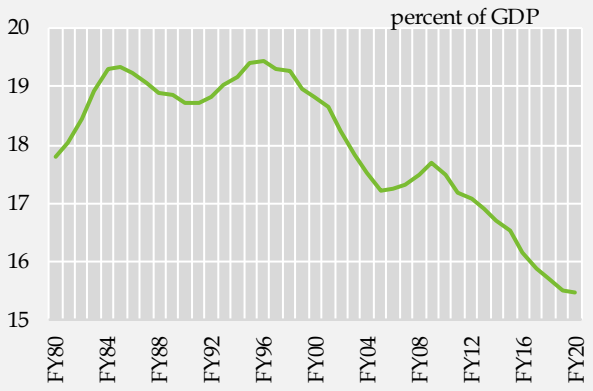

Source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 2.1.1ب: نجی بمقابلہ حکومتی سرمایہ کاری (سالانہ، دس سالہ ماہانہ اوسط)

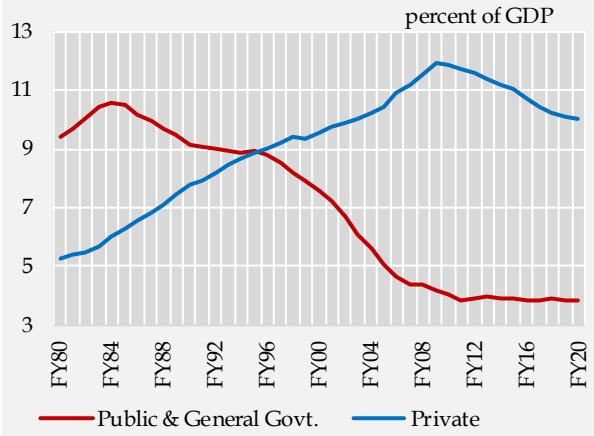

قومی کھاتوں کے بغور جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ نجی سرمایہ کاری میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا لیکن وہ گذشتہ دہائی میں اپنی رفتار برقرار نہیں رکھ سکی (**شکل 2.1.1ب**)۔ نجی شعبے کی جانب سے سرمایہ کاری سے گریز کا رویہ صنعتی شعبے میں زیادہ نمایاں ہے، جس میں گذشتہ 10 برسوں میں اوسطاً جی ڈی پی کے صرف 2 فیصد تک سرمایہ کاری ہوئی جبکہ زرعی شعبے میں 3 فیصد سرمایہ کاری کی گئی جبکہ دونوں کا جی ڈی پی میں حصہ یکساں ہے (**شکل 2.1.2الف**)۔ مجموعی طور پر سرمایہ کاری کے لیے ناسازگار ماحول – جس کی اہم خصوصیات میں معاشی عدم استحکام، غیر ہم آہنگ شرح مبادلہ، بچت کی کم شرح، ایک بڑے

[2] عالمی بینک کے مطابق 2010ء تا 2019ء کی مدت میں ابھرتی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں (128 ممالک) میں جی ڈی پی فیصد کے لحاظ سے خام تشکیل سرمایہ کی اوسط تقریباً 25.4 فیصد تھی۔ حتیٰ کہ جنوبی ایشیائی ممالک (افغانستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، بھارت، نیپال، پاکستان، سری لنکا، مالدیپ کا ڈیٹا دستیاب نہیں) کے ایک چھوٹے نمونے میں سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کے تناسب کی اوسط 32.5 فیصد ہے تاہم خطے میں پاکستان کا تناسب کم ترین سطح پر ہے۔

بے ضابطہ شعبے کی موجودگی اور انفراسٹرکچر رکاوٹیں شامل ہیں، جو ملک میں سرمایہ کاری کی سست سرگرمی کا اہم سبب ہیں۔ مزید برآں، کاروبار کرنے میں آسانی کے لحاظ سے درپیش چیلنج– خصوصاً، معاہدوں کے نفاذ، توانائی کی قابل بھروسہ اور سستی رسد، آپریشنل سہولت کاری، ٹیکسوں کا ڈھانچہ، انسانی سرمائے کی پست سطح اور مالیات تک محدود رسائی شامل ہیں– بھی پاکستان میں سرمایہ کاری سرگرمیوں کی نامناسب سطح کا سبب ہیں۔[3] اس ضمن میں کاروبار کرنے میں آسانی کے لحاظ سے پاکستان کی درجہ بندی میں حالیہ بہتری خوش آئند ہے، اور ملک میں پیداواری سرگرمیوں کو متوجہ کرنے کے لیے انہیں اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔[4]

مزید برآں، حکومتی سرمایہ کاری کا حصہ بھی 1980ء کی دہائی کے تقریباً 10 فیصد سے گر کر 2010ء کی دہائی میں اوسطاً 4 فیصد سے کم رہ گیا ہے۔ اگرچہ گذشتہ برسوں میں زرعی شعبے میں حکومتی سرمایہ کاری کی سطح پست رہی ہے تاہم صنعت اور خدمات کے شعبوں میں قابل ذکر کمی دیکھنے میں آئی ہے (**شکل 2.1.2ب**)۔ مجموعی طور پر خدمات کے شعبے میں حکومتی سرمایہ کاری میں کمی کی تلافی کسی حد تک نجی شعبے کی جانب سے سرمایہ کاری میں اضافے سے ہوئی ہے (**شکل 2.1.2ج**)۔ تاہم صنعتی شعبے کے لیے یہ بات نہیں کہی جاسکتی جسے سرکاری اور نجی منتظمین دونوں کی جانب سے بہت کم توجہ دی گئی ہے، جو اس کی طویل مدتی نمو کے امکانات میں رکاوٹ ہے۔

شکل 2.1.2 الف: نجی سرمایہ کاری

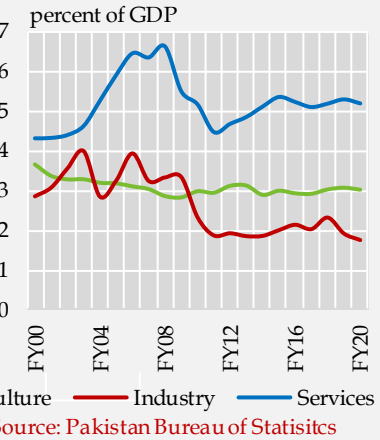

شکل 2.1.2 ب: سرکاری سرمایہ کاری علاوہ عمومی حکومت

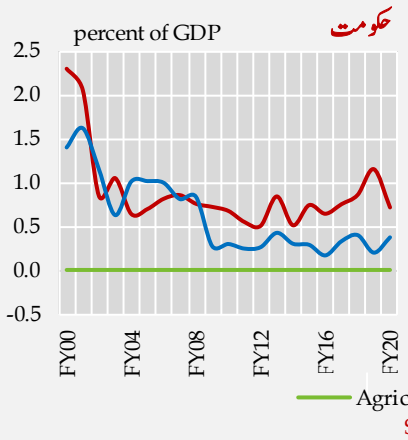

شکل 2.1.2 ج: مجموعی سرمایہ کاری علاوہ عمومی حکومت

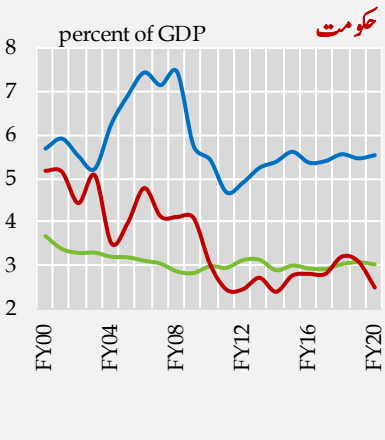

Source: Pakistan Bureau of Statisitcs

معیشت میں سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کا گرتا ہوا تناسب ٹھوس پالیسی توجہ کا متقاضی ہے۔ یہ کمی پالیسی سازوں کے لیے تشویش کا باعث ہونی چاہیے کیونکہ سرمایہ کاری سے معاشی نمو کو تقویت ملتی ہے، جس سے بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔[5] مالیاتی شعبے کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت مختلف ترغیباتی اور ضروری ضوابط کے ذریعے نجی شعبے کو اس میں شریک کرسکتی ہے۔ پالیسی اقدامات کا مقصد نجی شعبے کو سرمایہ کاری کرنے کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ سرکاری و نجی شراکت داریوں جیسے بندوبست میں شرکت پر آمادہ کرنا ہونا چاہیے۔

ملکی طلب میں اعتدال نے بیرونی شعبے کا عدم توازن کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حقیقی لحاظ سے (مالی سال 06ء کی ساکن قیمتوں پر) مالی سال 20ء کے دوران درآمدات میں 11.1 فیصد کمی ہوئی جبکہ اس کے مقابلے میں مالی سال 19ء میں 4.3 فیصد نمو ہوئی تھی (**شکل 2.2**)۔ دوسری جانب اشیا و خدمات کی برآمدات میں حقیقی لحاظ سے معمولی اضافہ دیکھا گیا۔ کورونا وائرس کے ملکی اور عالمی سطح پر منفی اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کارکردگی متاثرکن تھی (**باب 6**)۔ ان پیش رفتوں کو جزوی طور پر مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کے نظام پر منتقلی سے منسوب کیا جاسکتا ہے، جو معاشی استحکام پروگرام کا ایک اہم جزو رہا ہے۔

آخر میں، کورونا وائرس کے دھچکے نے معیشت میں رسد کے شعبے کو شدید متاثر کیا۔ صنعت اور خدمات کے شعبے دشوار کاروباری ماحول سے ہم آہنگ نہیں ہو سکے، خصوصاً نقل و حرکت پر پابندیوں کی وجہ سے جو مارچ تا جون مالی سال 20ء میں بڑی حد تک نافذ رہیں۔ کورونا وائرس سے پیدا ہونے والی

[3] ماخذ: باب 7، پاکستان میں سرمایہ کاری کو محدود کرنے والے عوامل: کلی معاشیات سے آگے، اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 19ء، پاکستانی معیشت کی کیفیت۔

[4] عالمی بینک کی کاروبار کرنے میں آسانی سے متعلق بزنس رپورٹ 2020ء میں پاکستان کی درجہ بندی 108 ویں نمبر پر کی گئی جبکہ اس سے قبل یہ 136 ویں نمبر پر تھی۔

[5] پاکستان اقتصادی سروے مالی سال 20ء کے مطابق ملک میں آبادی کی موجودہ شرح نمو 1.94 فیصد ہے اور اقوام متحدہ کے تخمینوں کے مطابق 2030ء تک مجموعی آبادی بڑھ کر 263 ملین تک پہنچنے کی توقع ہے۔

صورت حال سے قبل صنعتی شعبے خصوصاً بڑے پیمانے کی اشیا سازی نے برآمدی نوعیت کی صنعتوں کے بل بوتے پر بحالی کی ابتدائی علامات ظاہر کرنا شروع کر دی تھیں۔ خصوصاً، ملبوسات کے جز کی برآمدی قیمتوں میں اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم منافع کا مارجن بڑھنے سے برآمدی صنعتوں کی رفتار میں کچھ اضافے کا آغاز ہو گیا تھا، تاہم ملکی صرف میں اعتدال نے تعمیرات سے منسلک صنعتوں، پیٹرولیم اور گاڑیوں کی صنعتوں کی نمو میں کمی کی شدت کو بڑھا دیا۔ صنعتی شعبے کی کارکردگی نے خدمات پر بھی اثرات مرتب کیے۔ خصوصاً، تھوک اور خردہ تجارتی سرگرمیاں کورونا وائرس سے پہلے بھی بڑے پیمانے کی اشیاسازی اور درآمدات میں کمی کی وجہ سے کمزور تھیں کیونکہ تھوک اور خردہ تجارت کے ان شعبوں سے روابط ہوتے ہیں۔ ٹرانسپورٹ خدمات میں کمی کے نتیجے میں براہ راست اور بالواسطہ اثرات کے سبب کورونا وائرس لاک ڈاؤن نے صورت حال کو مزید گمبھیر بنا دیا۔

شکل 2.2: بیرونی شعبے میں پیش رفت (سال بسال نمو)

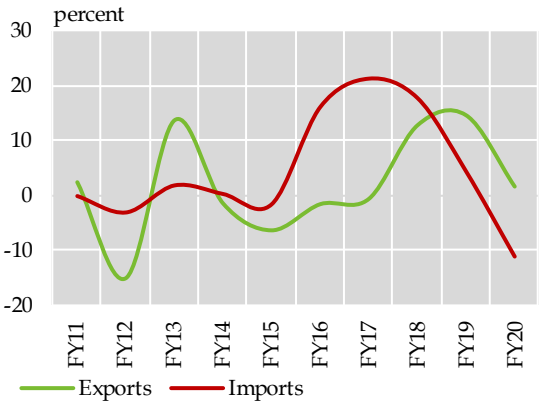

Source: Pakistan Bureau of Statistics

تاہم ایسی صورت حال میں زراعت کا شعبہ معیشت کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوا کیونکہ گلہ بانی میں کچھ سست رفتاری کے باوجود اس نے اپنی نمو کی رفتار برقرار رکھی۔ سال کے دوران پانی کی دستیابی کی بلند سطح اور مالی سال 19ء کے مقابلے میں خریف کے موسم میں کھاد کے استعمال کا بڑھنا فصلوں کی پیداوار میں معاون ثابت ہوا۔ پھر بھی ناسازگار موسمی حالات اور کیڑوں/وائرس کے حملے کپاس، چاول اور گندم جیسی فصلوں کی مکمل ممکنہ یافت کے حصول میں رکاوٹ بن گئے۔

2.2 زراعت

مالی سال 20ء کے دوران زرعی شعبے میں 2.7 فیصد نمو ہوئی، جو گذشتہ برس کی پیداوار کے مقابلے میں بہتری کو ظاہر کرتا ہے (**جدول 2.2**)۔ بحیثیت مجموعی اہم فصلوں کی پیداوار خوش آئند رہی کیونکہ گندم اور چاول کی پیداوار میں ان فصلوں کے لیے وقف زیر کاشت رقبے میں ایک سال پہلے کے مقابلے میں اضافہ ہوا۔

جدول 2.2: زرعی شعبے کی نمو (سالانہ، مالی سال 16ء تا مالی سال 20ء)

فیصد

	م س16ء	م س17ء	م س18ء	م س19ء	م س20ء ع ع
زراعت	0.2	2.2	4.0	0.6	2.7
فصلیں	-5.3	1.2	4.7	-5.0	3.0
اہم فصلیں	-5.9	2.6	3.6	-7.7	2.9
دیگر فصلیں	0.4	-2.5	6.3	2.6	4.6
کپاس کی جننگ	-22.1	5.6	8.8	-12.7	-4.6
گلہ بانی	3.4	3.0	3.7	3.8	2.6
جنگل بانی	14.3	-2.3	2.6	7.9	2.3
ماہی گیری	3.3	1.2	1.6	0.8	0.6

ع۔ عبوری

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

زیر کاشت رقبے میں سے گنے کی فصل کے کچھ رقبے پر کپاس کاشت کی گئی۔ یہ بظاہر جزوی طور پر پالیسی میں سوچی سمجھی تبدیلی کے سبب ہوا، جس کے تحت کچھ رقبہ پر زیادہ پانی جذب کرنے والی گنے کی فصل کے بجائے گندم کاشت کی گئی۔ تاہم کپاس کی فصل اچھی کارکردگی نہیں دکھا سکی کیونکہ اس کی یافت موسمی حالات اور کیڑوں کے حملوں سے متاثر ہوئی تھی۔ خوش قسمتی سے زراعت کا شعبہ کورونا وائرس کے نقصان دہ اثرات سے کسی حد تک محفوظ رہا کیونکہ تعطل شروع ہونے سے قبل بیشتر اہم فصلوں کی کٹائی مکمل ہونے کے قریب تھی۔

خام مال

مالی سال 20ء میں پانی کی دستیابی کی سطح گذشتہ برس کی نسبت بلند تھی۔ خصوصاً، مالی سال 19ء کے مقابلے میں خریف میں سطح زمین پر پانی کی دستیابی میں تقریباً 9 فیصد اور ربیع کے موسم میں 18 فیصد اضافہ ہوا (**شکل 2.3**)۔ اس کی وضاحت بارشوں میں اضافے سے ہوتی ہے جو مالی سال 20ء کی دوسری اور تیسری سہ ماہی میں ماضی کی انہی مدتوں میں دیکھی گئی اوسط سطح سے قابل ذکر حد تک زیادہ تھی (**جدول 2.3**)۔

جدول 2.3: جولائی تا مارچ مالی سال 20ء میں درج شدہ بارش

ملی میٹرز میں

	پہلی سہ ماہی م س20ء مون سون	دوسری سہ ماہی م س20ء بعد از مون سون	تیسری سہ ماہی م س20ء موسم سرما کی بارش
معمول*	140.9	26.4	74.3
اصل	140.4	56.3	123.0
اضافی**	-0.5	29.9	48.7
بلحاظ فیصد	-0.4	113.3	65.5

*معمول کی سطح کی تعریف 1961ء تا 2010ء کی مدتی اوسط سے کی جاتی ہے۔

**منفی کی علامت 'معمول' کے مقابلے میں پانی کی کمی کو ظاہر کرتی ہے۔

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان محکمہ موسمیات

مالی سال 20ء کے دوران مجموعی طور پر کھاد کا استعمال گذشتہ برس کی نسبت کم رہا، خصوصاً یوریا کے مجموعی استعمال میں 0.4 فیصد اور ڈی اے پی کے استعمال میں 0.6 فیصد کمی آئی (**جدول 2.4**)۔ تاہم موسم کے لحاظ سے مجموعی استعمال کو الگ الگ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ خریف کے موسم میں کھاد کا استعمال یوریا (4.7 فیصد) اور ڈی اے پی (8.1 فیصد) دونوں میں زیادہ تھا۔ بعد ازاں ربیع میں یہ رجحان بدل گیا کیونکہ یوریا اور ڈی اے پی کا استعمال بالترتیب 5.3 فیصد اور 7.3 فیصد کم ہو گیا۔

جدول 2.4: موسم کے لحاظ سے کھاد کا استعمال اور قیمت

استعمال ہزار ٹن میں، نمو فیصد میں، قیمت روپے میں

		استعمال			اوسط خردہ قیمتیں	
		خریف*	ربیع*	کل	اپریل 19ء تا ستمبر 19ء	اکتوبر 19ء تا مارچ 20ء
یوریا	2019ء	2,887	3,033	5,920	1,566	1,783	1,674
	2020ء	3,023	2,872	5,895	1,883	1,922	1,902
	نمو**	4.71	-5.31	-0.42	20.21	7.80	13.60
ڈی اے پی	2019ء	901	1,164	2,065	3,281	3,576	3,428
	2020ء	974	1,079	2,053	3,596	3,601	3,599
	نمو**	8.10	-7.30	-0.58	9.63	0.69	4.97

*جدول میں خریف کا موسم اپریل تا ستمبر اور ربیع کا موسم اکتوبر تا مارچ

**مالی سال 20ء میں سال بسال نمو

ڈیٹا کا ماخذ: نیشنل فرٹیلائزر ڈویلپمنٹ سینٹر

شکل 2.3: سطح زمین پر پانی کی اصل دستیابی

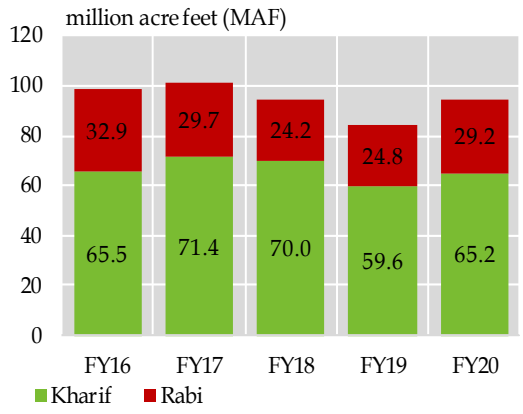

Source: Indus River System Authority

جدول 2.5: زرعی قرضوں کی تقسیم

ارب روپے، نمو فیصد میں

	م س18ء	م س19ء	م س20ء	نمو م س19ء	نمو م س20ء
I۔ فارم کا شعبہ (i+ii)	**482.7**	**592.7**	**637.9**	**22.8**	**7.6**
i۔ پیداوار	450.1	553.1	594.3	22.9	7.4
جس میں تمام فصلیں	242.8	241.2	215.3	-0.7	-10.7
کارپوریٹ فارمنگ	120.5	179.7	194.7	49.1	8.3
ii۔ ترقیاتی	32.6	39.6	43.6	21.5	10.1
ٹریکٹر	6.0	4.3	2.5	-28.3	-41.9
II۔ غیر فارم شعبہ (iii+iv)	**489.9**	**581.3**	**576.8**	**18.7**	**-0.8**
iii۔ جاری سرمایہ	451.9	553.2	538.9	22.4	-2.6
گلہ بانی/ڈیری	220.1	268.5	279.0	22.0	3.9
مرغبانی	119.9	150.6	209.9	25.6	39.4
iv۔ معین سرمایہ کاری	38.0	28.1	37.9	-26.1	34.9
گلہ بانی/ڈیری	33.6	20.5	14.5	-39.0	-29.3
مرغبانی	1.4	2.8	16.1	100.0	475.0
مجموعی زراعت (I+II)	**972.6**	**1,174.0**	**1,214.7**	**20.7**	**3.5**

ڈیٹا کا ماخذ: بینک دولت پاکستان

اپریل تا ستمبر 2019ء کے دوران ربیع کے موسم میں کھاد کی اوسط خردہ قیمت میں اضافے نے بظاہر طلب کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور پر، اس مدت میں یوریا کی قیمتوں میں 20.2 فیصد اضافہ دیکھا گیا اور اکتوبر 2019ء تا مارچ 2020ء کے دوران یہ مزید 7.8 فیصد بڑھ گئیں۔ زیادہ تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو ربیع 2020ء کے موسم میں قیمتوں کی عمومی سطح میں اضافہ دیکھا گیا، جس نے ممکنہ طور پر کھاد پر اخراجات کم کرنے کی ترغیب

دی ہو گی؛ اکتوبر 2019ء تا مارچ 2020ء میں غیر غذائی دیہی صارف اشاریہ قیمت مہنگائی میں اوسطاً 9.2 فیصد اضافہ ہوا تھا جبکہ اس سے قبل اپریل تا ستمبر 2019ء میں بھی 7.4 فیصد بڑھی تھی۔[6] جیسے ربیع کے موسم میں مجموعی قیمتوں کا دباؤ موجود تھا۔

مالی سال 20ء میں زرعی قرضوں کی تقسیم میں گذشتہ برس کے مقابلے میں سست رفتاری دیکھی گئی (**جدول 2.5**)۔ فارم کے شعبے میں فصلوں کے پیداواری قرضوں میں کافی زیادہ کمی دیکھنے میں آئی جبکہ کارپوریٹ کاشت کاروں کی جانب سے لیے گئے قرضوں میں گذشتہ برس کے مقابلے میں قدرے معتدل نمو ہوئی۔

غیر فارم شعبے میں مرغبانی کے جز میں قرضوں میں تیزی دیکھی گئی اور معین سرمایہ کاری اور جاری سرمایہ دونوں میں یکساں اضافہ ہوا۔ قرضوں میں اضافہ مالی سال 20ء کی پہلی سہ ماہی میں حکومت کے بیک یارڈ مرغبانی پروگرام کے آغاز کے ساتھ ہوا۔ پروگرام کے اہم مقاصد یہ ہیں: روایتی شیڈز میں چھوٹے پیمانے پر افزائش، انڈوں اور گوشت کی پیداوار کے ذریعے بہتر غذائیت کی فراہمی اور مرغبانی مصنوعات کی فروخت کی آمدنی سے غربت میں کمی۔[7]

پیداوار[8]

کپاس

مالی سال 20ء کے دوران کپاس کی پیداوار میں 6.9 فیصد کمی ہوئی جبکہ گذشتہ برس 17.5 فیصد کمی آئی تھی۔ یہ صورت حال تشویش کا باعث ہے کیونکہ کپاس کی فصل کے زیر کاشت رقبے میں گذشتہ برس کی نسبت اضافہ دیکھا گیا (**جدول 2.6**)۔ بوائی کے اگلے مرحلوں میں ناسازگار موسمی حالات اور بوائی کے ابتدائی مراحل میں پانی کی قلت کے ساتھ ساتھ کیڑوں کے حملوں کے سبب یافت میں مجموعی طور پر 13 فیصد کمی کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔

طویل مدتی رجحان کے تناظر میں دیکھا جائے تو کاشت کاروں کی جانب سے کپاس کے لیے وقف رقبے میں گذشتہ برسوں کے دوران کمی آرہی ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ گنے جیسی مسابقتی فصلیں عموماً بہتر منافع دیتی ہیں اور مالی سال 18ء تک کپاس کی جگہ گنے کی فصلوں کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ دیکھا گیا (**شکل 2.4الف**)۔ موسمی حالات اور کیڑوں کے حملوں نے بار بار کپاس کی یافتوں کو نقصان پہنچایا ہے (**شکل 2.4ج**)۔ ایسے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے تحقیق و ترقی کی کوششوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ مثلاً، پاکستان میں گلابی سنڈی بار بار کاشت کاروں کے لیے آفت ثابت ہوتی رہی ہے۔ دنیا کے دیگر حصوں میں تحقیق نے بی ٹی کپاس کو کیڑوں کے حملوں کے

جدول 2.6: کپاس کا رقبہ اور پیداوار، مالی سال 20ء

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)			پیداوار (ملین گانٹھیں)			یافت (کلوگرام/ہیکٹر)		
	م س19ء	م س20ء*	نمو**	مالی سال19ء	مالی سال20ء*	نمو**	م س19ء	م س20ء*	نمو**
پنجاب	1,887.8	1,889.4	0.1	6.8	6.3	-7.2	615.0	570.4	-7.3
سندھ	448.2	598.7	33.6	2.9	2.7	-6.5	1,115.0	780.1	-30.0
بلوچستان	36.8	38.0	3.2	0.1	0.1	3.0	442.8	442.3	-0.1
خیبر پختونخوا	0.16	0.21	34.0	0.00048	0.00065	33.7	513.5	519.1	1.1
پاکستان	2,373.0	2,526.3	6.5	9.8	9.1	-6.9	706.8	618.2	-12.5

* عبوری

** مالی سال 20ء کی اصل پیداوار میں نمو، مالی سال 19ء کے مقابلے میں، فیصد۔ کالم میں خیبر پختونخوا کے اندراجات کی تشریح احتیاط سے کرنی چاہیے: بھاری فیصدی نمو کا سبب کم اساسی اثر ہے۔

ڈیٹا کا ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی اور تحقیق، اسٹیٹ بینک کے تخمینے

[6] قبل ازیں، اپریل تا دسمبر 2019ء کے دوران (خریف کے موسم میں) دیہی صارف اشاریہ قیمت کی اوسط 8.9 فیصد تھی۔

[7] ماخذ: پاکستان اقتصادی سروے برائے 20-2019ء۔

[8] اس سیکشن میں دیئے گئے ڈیٹا کا بنیادی ماخذ وفاقی کمیٹی برائے زراعت کے موسم خریف 21-2020ء پر ورکنگ پیپر پر مشتمل ہے، جسے وزارت قومی غذائی سلامتی و تحقیق نے 08 جولائی 2020ء کو جاری کیا۔ اس سے پاکستان اقتصادی سروے 20-2019ء میں شائع شدہ پچھلی پیش گوئیوں کے مقابلے میں کچھ تبدیلیوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

مقابلے میں زیادہ مزاحمت کے قابل بنادیا ہے اور پاکستان میں اس کے استعمال پر غور کیا جاسکتا ہے۔[9]

گنا

مالی سال 18ء میں تقریباً 83.3 ملین ٹن کی بلند ترین سطح تک پہنچنے کے بعد مسلسل دوسرے سیزن میں گنے کی پیداوار میں 1.4 فیصد کمی آئی

شکل 2.4 الف: رقبہ۔ کپاس اور گنا (پانچ سالہ حرکت پذیر اوسط)

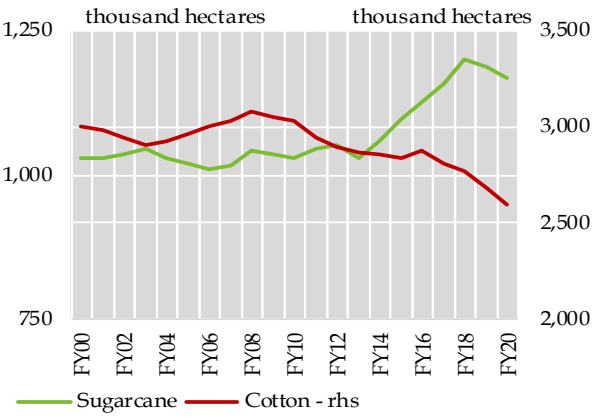

شکل 2.4 ب: پیداوار۔ کپاس اور گنا (پانچ سالہ حرکت پذیر اوسط)

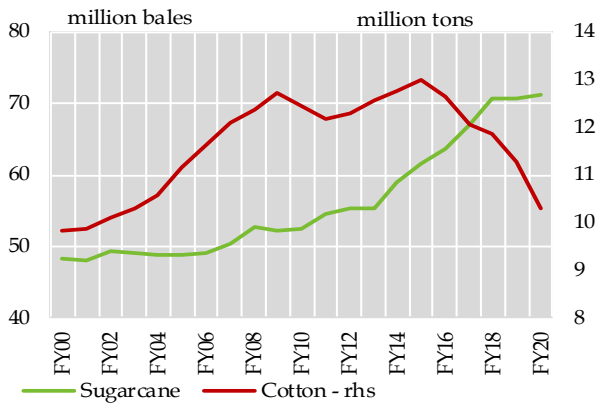

شکل 2.4 ج: کپاس اور گنے کی فصل کی پیافتیں، منتخب برسوں میں کپاس کو متاثر کرنے والے اہم عوامل کی جھلکیاں

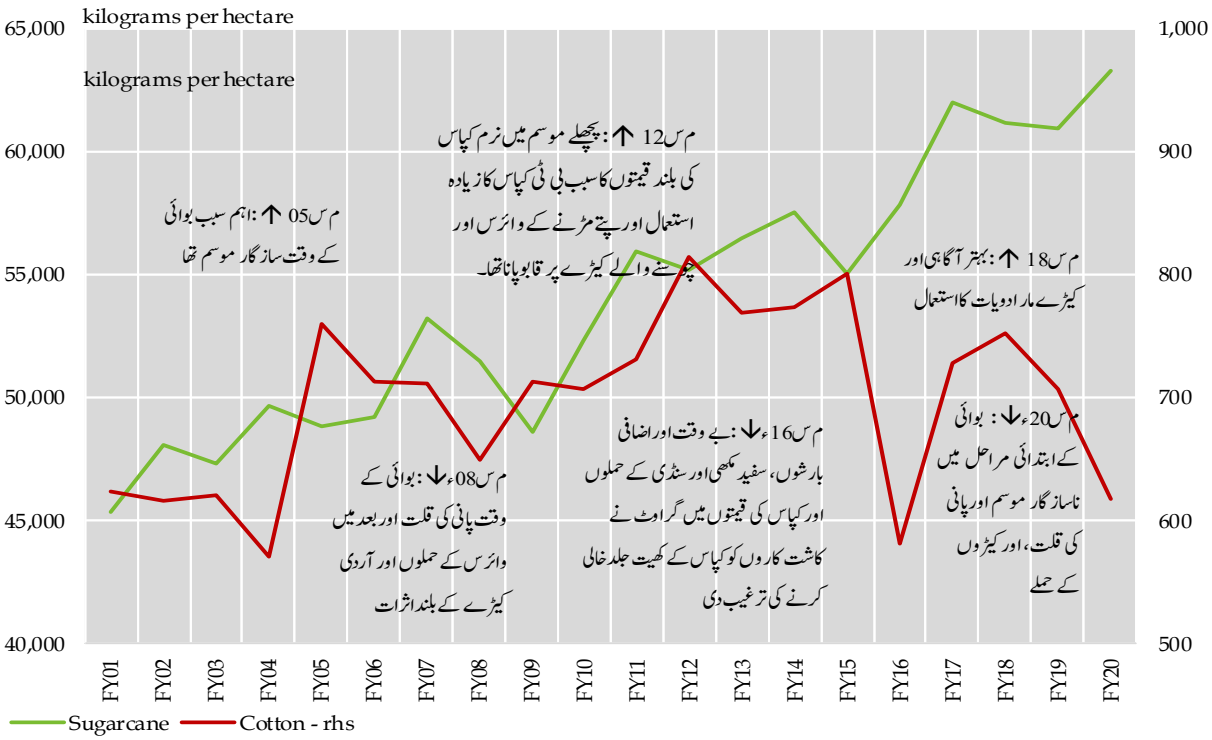

Source: Agriculture Marketing Information Service; FCA

[9] یونی ورسٹی آف ایریزونا اور چین کے محققین نے گیارہ برسوں کی مدت میں 66,000 سے زائد گلابی سنڈیوں کو ٹیسٹ کیا اور بی ٹی کپاس کے پودوں اور غیر بی ٹی اقسام کی مخلوط افزائش کے ذریعے دو نسلی بیج کا آمیزہ تیار کیا گیا، جس کے نتیجے میں ان کیڑوں میں خاصی کمی واقع ہوئی اور کیڑے مار ادویات کے استعمال کی ضرورت میں کمی آگئی۔ اطلاعات کے مطابق کروڑوں چھوٹے کاشت کاروں نے اس طرز فکر سے فائدہ اٹھایا۔ ماخذ: Wan, P., Xu, D., Cong, S., Jiang, Y., Huang, Y., Wang, J., Wu, H., Wang, L., Wu, K., Carrière, Y. and Mathias, A., 2017. Hybridizing transgenic Bt cotton with non-Bt cotton counters resistance in pink bollworm. Proceedings of the National Academy of Sciences, 114 (21), pp.5413-5418۔

(**جدول 2.7**)۔ سب سے بڑے پیداواری علاقے پنجاب میں گنے کی پیداوار کی حرکیات سے اس مجموعی پیداوار کی بڑی حد تک وضاحت ہوتی ہے۔ پیداوار میں کمی کو مالی سال 19ء اور مالی سال 20ء کے دوران گنے کی فصل کے لیے وقف زیر کاشت رقبے میں کمی سے منسوب کیا جا سکتا ہے (**شکل 2.4الف اور 2.4ب**)۔

یاد رہے کہ مالی سال 18ء میں ریکارڈ پیداوار ایسے حالات میں حاصل کی گئی تھی جس میں قیمتوں کے تعین کے علامتی طریقہ کار نے گنے کی فصل کو دیگر کے مقابلے میں منافع بخش بنا دیا تھا اور کارخانے داروں نے بھی کاشت کاروں کو مالی سال 17ء کے پچھلے موسم میں بروقت ادائیگیاں کی تھیں۔ تاہم مالی سال 19ء اور مالی سال 20ء میں فیکٹریوں کی جانب سے کاشت کاروں کو ادائیگیوں میں تاخیر ممکنہ طور پر مالی سال 20ء میں گنے کی فصل کے موسم کے لیے کم رقبہ وقف کرنے کے فیصلے پر اثرانداز ہوئی۔

کیونکہ تخمینوں سے پتہ چلتا ہے کہ گنے کی پیداوار پانی کے لحاظ سے کپاس جیسی مسابقتی فصلوں کے مقابلے میں قدرے غیر موزوں ہے۔[11] مزید برآں، 19-2018ء کے سالانہ منصوبے میں بھی یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ چینی کی فاضل پیداوار (گنے کی ملکی پیداوار اور امدادی قیمتوں کی بدولت) مسائل پیدا کر رہی ہے کیونکہ اسے بنا زر اعانت بیرونی منڈیوں میں فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ طرز فکر میں تبدیلی کے مطابق مالی سال 20ء میں گنے کے زیر کاشت رقبے کو تقریباً 1.18 ملین ہیکٹرز تک محدود کر دیا گیا جو مالی سال 18ء میں دیکھے گئے 1.34 ملین ہیکٹرز کے اصل زیر کاشت رقبے سے کم ہے۔

چاول

گذشتہ چند برسوں میں بڑھتی ہوئی اکائی قیمتوں کے ساتھ ساتھ اہم یورپی اور حال ہی مشرق وسطیٰ کی منڈیوں میں طلب کے سازگار تحرکات کے باعث گذشتہ دو برسوں سے چاول کی برآمدات میں اضافہ ہوتا رہا ہے (**شکل 2.5**،

جدول 2.7: گنے کی فصل کی کارکردگی، مالی سال 20ء

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)			پیداوار (ہزار ٹن)			یافت کلوگرام/ہیکٹر		
	م س19ء	م س20ء*	نمو**	م س19ء	م س20ء*	نمو**	م س19ء	م س20ء*	نمو**
پنجاب	710.6	643.4	-9.5	44,906.3	43,346.6	-3.5	63,194.0	67,368.0	6.6
سندھ	279.5	286.1	2.4	16,691.3	17,233.8	3.3	59,724.0	60,239.0	0.9
خیبر پختونخوا	111.0	115.7	4.2	5,532.0	5,623.8	1.7	49,842.0	48,611.0	-2.5
بلوچستان	0.8	0.9	12.5	44.3	45.2	2.0	55,375.0	50,222.0	-9.3
پاکستان	1,101.8	1,046.1	-5.1	67,173.9	66,249.5	-1.4	60,963.0	63,329.0	3.9

*عبوری

**مالی سال 20ء کی اصل پیداوار میں نمو، مالی سال 19ء کے مقابلے میں، فیصد۔

ڈیٹا کا ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی اور تحقیق

پالیسی کے نقطہ نظر سے بظاہر حکومت کو اس بات کا ادراک ہو گیا ہے کہ گنے سے متعلق پالیسیوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ پانی کی قلت سے نمٹنے کے لیے زراعت پر وفاقی کمیٹی نے خریف 18-2017ء کے اجلاس میں صوبوں کی حوصلہ افزائی کی تھی کہ وہ گنے کے زیر کاشت رقبہ کم کرنے کے لیے پست ڈیلٹا اور بلند قدر کی حامل فصلیں کاشت کریں۔[10] یہ ایک اہم پیش رفت تھی

مزید تفصیلات باب 6 میں)۔ اس سازگار کارکردگی کی بدولت مالی سال 20ء میں اس کے زیر کاشت رقبے میں 8.0 فیصد اضافہ ہوا۔ تاہم پیداوار اتنی رفتار سے نہیں بڑھ سکی اور خراب موسمی حالات کے سبب چاول اگانے والے بعض علاقوں میں اس کی یافتوں میں کمی آگئی یا پھر یہ منجمد رہیں (**جدول 2.8**)۔

[10] 'ڈیلٹا' کا مطلب ہے پانی کی گہرائی جو کسی فصل کو پختگی تک پہنچنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ گنا اور چاول زیادہ پانی استعمال کرنے والی فصلیں ہیں جبکہ کپاس اور مکئی کے ساتھ ساتھ سبزیوں کے لیے کم پانی درکار ہوتا ہے۔

[11] پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس کے حالیہ تخمینے سے پتہ چلتا ہے کہ فی ایکڑ بنیادوں پر گنے کی فصل کپاس کے مقابلے میں تقریباً 3.5 گنا زیادہ پانی استعمال کرتی ہے۔ ماخذ: پی آئی ڈی ای (2020ء)۔ 'پاکستان میں گنے اور کپاس کی پیداوار میں پانی کے استعمال کی کارگزاری اور کپاس کی پیداوار'۔ پالیسی نقطہ نظر نمبر 220.19 اسلام آباد۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس۔

خصوصاً چاول کی پیداوار پختگی تک پہنچنے پر درجہ حرارت اور بارش سے اثرات قبول کرتی ہے، یہ مرحلہ عام طور پر ستمبر کے مہینے میں آتا ہے۔[12]،[13] لہٰذا، اطلاعات کے مطابق ستمبر 2019ء کے آغاز میں کم از کم بلند درجہ حرارت اور مہینے کے آخر میں بارشوں سے پنجاب میں ''کلر'' کے علاقے[14]،[15] میں چاول کی فصل پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ اسی طرح معمول سے بلند درجہ حرارت – خصوصاً ستمبر 2019ء میں – نے سندھ میں چاول اگانے والے بعض علاقوں کی یافتوں کو متاثر کیا (**شکل 2.6**)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیر کاشت رقبے میں 12.4 فیصد اضافے کے باوجود صوبے کی پیداوار تقریباً گذشتہ برس کی سطح پر منجمد رہی۔[16]

اس کے باوجود گندم کی فصل اپنے 27 ملین ٹن کے سالانہ پیداواری ہدف کو حاصل نہیں کر سکی اور اصل پیداوار 25 ملین ٹن کی سطح پر تھی۔ ابتدائی طور پر اس فصل کے لیے وقف زیر کاشت رقبے میں اضافے کے سبب یہ ہدف قابل حصول معلوم ہوتا تھا۔

جدول 2.8: چاول کی فصل کی کارکردگی، مالی سال 20ء

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)			پیداوار (ہزار ٹن)			یافت کلوگرام/ہیکٹر		
	م س19ء	م س20ء*	نمو**	م س19ء	م س20ء*	نمو**	م س19ء	م س20ء*	نمو**
پنجاب	1,904.0	2,029.0	6.6	3,979.0	4,143.7	4.1	2,090.0	2,042.0	-2.3
سندھ	690.2	775.9	12.4	2,571.1	2,576.5	0.2	3,725.0	3,321.0	-10.8
بلوچستان	153.5	164.2	7.0	498.1	535.0	7.4	3,245.0	3,258.0	0.4
خیبر پختونخوا	62.3	64.9	4.2	153.8	155.2	0.9	2,469.0	2,392.0	-3.1
پاکستان	2,810.0	3,034.0	8.0	7,201.9	7,410.4	2.9	2,563.0	2,442.0	-4.7

*عبوری

**مالی سال 20ء کی اصل پیداوار میں نمو، مالی سال 19ء کے مقابلے میں، فیصد۔

ڈیٹا کا ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی اور تحقیق

شکل 2.5: پاکستان کے چاول کی برآمدات

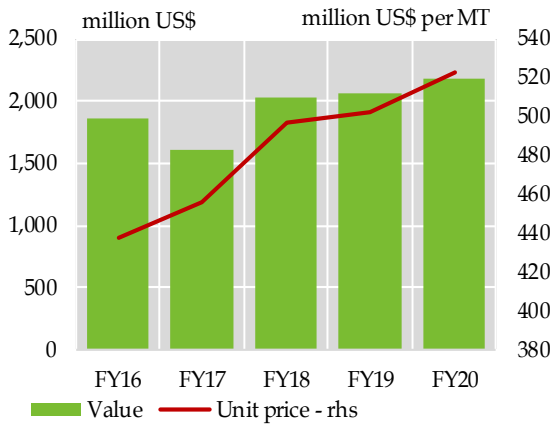

Source: Pakistan Bureau of Statistics

گندم

مالی سال 20ء کے دوران گندم کی پیداوار میں گذشتہ برس کی نسبت 2.5 فیصد اضافہ ہوا (**جدول 2.9**)۔ پیداوار میں اضافے کا اہم سبب اس کے زیر کاشت رقبے کا بڑھنا ہے جبکہ مالی سال 19ء کے مقابلے میں اس کی یافت میں معمولی بہتری دیکھی گئی۔

[12] چاول کی فصل کی پنجاب میں بوائی عام طور پر مئی / جون کے مہینے میں ہوتی ہے اور قسم کے لحاظ سے اسے پختگی تک پہنچنے میں تقریباً چار مہینے لگ جاتے ہیں۔ (ماخذ: پاکستان زرعی تحقیق کونسل اور ایوب زرعی تحقیق انسٹی ٹیوٹ فیصل آباد)۔

[13] چاول کی فصل تیاری کے تین بڑے مراحل سے گزرتی ہے: (1) نباتی (2) تولیدی، اور (3) اناج بھرنا اور پختگی۔ ان مراحل کو مزید ذیلی مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو بیج کے پھوٹنے سے شروع ہو کر اناج کی تشکیل پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

[14] ماخذ: سپارکو فصل کی صورت حال اور پیش گوئی کی رپورٹ، جلد IX (شمارہ 10)، اکتوبر 2019ء۔

[15] 'کلر' ایک اصطلاح ہے جسے مقامی افراد ایسی زمین کے لیے استعمال کرتے ہیں جو باسمتی چاول کی کاشت کے لیے موزوں ہوتی ہے۔ کلر کا علاقہ راوی اور چناب کے دریاؤں کے ساتھ واقع ہے اور یہ سیالکوٹ، شیخوپورہ، نارووال، گوجرانوالہ، حافظ آباد اور لاہور تک پھیلا ہوا ہے۔

[16] صوبے میں چاول اگانے والے علاقوں میں بالائی سندھ میں لاڑکانہ اور جیکب آباد اور زیریں سندھ میں ٹھٹہ اور بدین شامل ہیں۔

لیکن بھاری بارشوں اور ناسازگار درجہ حرارت نے کھڑی فصل کو نقصان پہنچایا۔ منقولی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مالی سال20ء کی تیسری سہ ماہی (خصوصاً مارچ) میں شمالی پنجاب کے پوٹھوہار علاقے میں موسلادھار بارشیں اضافی نمی اور سرد درجہ حرارت پیدا کرنے کا باعث بنیں جس نے پتوں کے گلنے کی بیماری کو جنم دیا۔[17] مزید برآں، اپریل اور مئی2020ء میں مرکزی پنجاب اور پوٹھوہار کے کچھ حصوں میں بے وقت بارش، ژالہ باری اور آندھیوں نے گندم کی کٹائی اور تھریشنگ کو متاثر کیا۔[18]

جدول2.9: گندم کی فصل کی کارکردگی، مالی سال20ء

رقبہ ہزار ہیکٹر میں، پیداوار ہزار ٹن میں، یافت کلوگرام/ہیکٹر میں، تبدیلی فیصد میں

	رقبہ	نمو**	پیداوار	نمو**	یافت	نمو**
م س17ء	8,972	-2.7	26,674	4.1	2,973	7.0
م س18ء	8,797	-1.9	25,076	-6.0	2,851	-4.1
م س19ء	8,678	-1.4	24,349	-2.9	2,806	-1.6
م س20ء*	8,825	1.7	24,946	2.5	2,827	0.7

*عبوری

**مالی سال20ء کی اصل پیداوار میں تبدیلی، مالی سال19ء کے مقابلے میں، فیصد میں

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

حکومت غذائی سلامتی یقینی بنانے کے لیے امدادی قیمتوں اور سرکاری خریداریوں کے ذریعے گندم کے اسٹریٹجک ذخائر کو برقرار رکھتی ہے۔ بنیادی طور پر ایسے تزویراتی ذخائر کے ذریعے اسے گندم کی ملکی رسد اور قیمت کو مستحکم رکھنے کا موقع ملتا ہے۔ تاہم، مالی سال20ء میں اس پالیسی کے نفاذ میں مالی اور انتظامی دشواریاں دیکھی گئیں۔ حکومتی خریداری ہدف سے کم رہی جس نے تھوک اور خردہ منڈیوں میں سٹے بازی کے احساسات کو جنم دیا جو سال کے بیشتر حصے میں بحران جیسی قلت اور قیمتوں میں اضافوں پر منتج ہوئے (**باب3**)۔[19] اس کے نتیجے میں یکم مئی2020ء کو غذائی موسم کے آغاز پر گندم کے ذخائر صرف 0.6 ملین ٹن جبکہ 2019ء کی اسی مدت میں یہ 3.8 ملین ٹن تھے جو مالی سال15ء تا مالی سال19ء کے دوران تقریباً 4.5 ملین ٹن کے بقیہ اوسط ذخائر کے مقابلے میں بہت کم ہے۔[20] اس پس منظر میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے فروری میں ہونے والے اجلاس میں 2020ء کے لیے 8.25 ملین ٹن خریداری کا ہدف مقرر کیا۔ تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ 2020ء کے لیے صوبائی محکموں اور پاسکو کی جانب سے تقریباً 6.6 ملین ٹن خریداری کی گئی ہے جو ہدف کا تقریباً 80 فیصد بنتی ہے۔[21] اس کے نتیجے میں 16 جولائی 2020ء تک گندم کا ذخیرہ 6.7 ملین ٹن ہو گیا جو گذشتہ برس کی اسی تاریخ پر 7.7 ملین ٹن تھا۔

شکل2.6: چاول اگانے والے منتخب اضلاع کا درجہ حرارت۔ ستمبر2019ء بمقابلہ عام حالات*

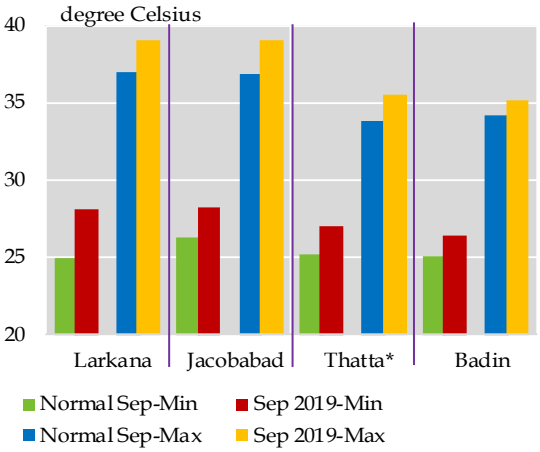

* Normal temperature is represented by the long-term average during 1981-2010 for September. For Thatta only, it is given by long-term average for 2004-2019

Source: Pakistan Meteorological Department

مکئی

جولائی تا مارچ مالی سال20ء کے اعداد و شمار کے مطابق سال کے دوران مکئی کی فصل میں عبوری طور پر 2.5 فیصد نمو کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ تاہم جولائی 2020ء میں جاری شدہ نئے اعداد و شمار سے پیداوار میں 3.9 فیصد کمی کی نشاندہی ہوتی ہے (**جدول2.10**)۔[22] نظر ثانی شدہ تخمینوں کے مطابق زیر کاشت رقبے کے ساتھ ساتھ پیداوار میں بھی تقریباً 4 فیصد کمی ہوئی جبکہ یافت منجمد ہو گئی۔

[17] سطح مرتفع پوٹھوہار راولپنڈی، اسلام آباد، چکوال، اٹک اور جہلم جیسے اضلاع پر مشتمل ہے۔

[18] ماخذ: ماہانہ بلیٹن برائے اپریل2020ء اور مئی2020ء، نیشنل ایگرومیٹ سینٹر، محکمہ موسمیات پاکستان۔

[19] تفصیلات کے لیے "گندم/آٹا تنازعہ کے متعلق وزیر اعظم پاکستان کی تشکیل کردہ انکوائری کمیٹی رپورٹ"۔

[20] ڈیٹا کا ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی و تحقیق۔

[21] ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی و تحقیق کی پریس ریلیز بتاریخ 23 جولائی 2020ء ملاحظہ فرمائیے۔

[22] ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی و تحقیق۔

جدول 2.10: مکئی کی کارکردگی، مالی سال 20ء

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)			پیداوار (ہزار ٹن)			یافت کلوگرام/ہیکٹر		
	م س19ء	م س20ء*	تبدیلی**	م س19ء	م س20ء*	تبدیلی**	م س19ء	م س20ء*	تبدیلی**
پنجاب	899.8	860.4	-4.4	5,915.5	5,670.3	-4.1	6,575.0	6,590.0	0.2
خیبر پختونخوا	468.0	452.6	-3.3	904.6	881.6	-2.5	1,933.0	1,948.0	0.8
سندھ	3.5	3.9	11.4	3.5	4.0	14.3	1,016.0	1,015.0	-0.1
بلوچستان	2.8	2.7	-3.6	2.8	2.7	-3.6	1,000.0	1,000.0	0.0
پاکستان	1,374.0	1,319.6	-4.0	6,826.4	6,558.6	-3.9	4,968.0	4,970.0	0.0

*عبوری

**مالی سال 20ء کی اصل پیداوار میں نمو، مالی سال 19ء کے مقابلے میں، فیصد

ڈیٹا کا ماخذ: وزارت قومی غذائی سلامتی اور تحقیق

فصل کے زیر کاشت رقبے کے لحاظ سے مکئی کے بیجوں کی دستیابی ایک اہم رکاوٹ ہے۔ خریف مالی سال 20ء کے دوران موسم سرما میں مکئی کی بوائی کے لیے بیجوں کا دستیاب ذخیرہ اس کی مجموعی ضروریات کا 65 فیصد پورا کر سکا جبکہ خریف مالی سال 19ء میں یہ 98 فیصد تھا۔[23] اسی طرح، ربیع مالی سال 20ء میں موسم بہار میں بیجوں کی دستیابی اس کی مجموعی ضرورت کے مقابلے میں صرف 68 فیصد تھی جبکہ اس کے مقابلے میں گذشتہ ربیع مالی سال 19ء میں یہ 86 فیصد تھی۔[24]، [25] یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ پاکستان نے مالی سال 20ء کے اوائل میں جینیاتی طور پر تبدیل شدہ مکئی کے بیجوں کے عملی تجربات اور درآمد پر پابندی عائد کر دی تھی۔ یہ پابندی اس لیے عائد کی گئی کہ جینیاتی طو رپر تبدیل شدہ مکئی دیگر مسائل کے علاوہ روایتی فصلوں کو آلودہ کر سکتی ہے اور مستقبل میں غیر جینیاتی طلب والے ممالک کو مکئی کی برآمدات کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ منقولی شواہد کے مطابق مذکورہ عوامل ممکنہ طور پر مالی سال 20ء میں مکئی کی پیداوار پر اثرانداز ہوئے تھے۔

گلہ بانی

مالی سال 20ء میں گلہ بانی میں 2.6 فیصد نمو ہوئی جو گذشتہ برس 3.8 فیصد تھی (**جدول 2.11**)۔ یہ گذشتہ چھ برسوں میں اس شعبے کی کم ترین نمو ہے جبکہ اس سے قبل مالی سال 14ء میں 2.5 فیصد کی کم ترین سطح دیکھی گئی۔ مالی سال 15ء تا مالی سال 19ء کے دوران گلہ بانی میں اوسطاً 3.6 فیصد نمو ہوئی تھی۔ تاہم، تازہ ترین سست رفتاری کے باوجود گلہ بانی کا زرعی شعبے کے قدر اضافی میں حصہ بدستور سب سے زیادہ ہے، جو مالی سال 20ء میں مجموعی زرعی شعبے کا 60.6 فیصد اور جی ڈی پی کا 11.7 فیصد بنتا ہے۔[26]

جدول 2.11: گلہ بانی شعبے کا خام قدر اضافی

ارب روپے، نمو فیصد میں

			نمو	
	م س19ء ن	م س20ء ع	م س19ء ن	م س20ء ع
الف۔ خام پیداوار	1,724,372	1,776,473	3.5	3.0
ذبیحہ کے لیے فروخت شدہ جانور	392,043	403,468	2.9	2.9
قدرتی نمو/ نئی افزائش	245,172	252,460	3.0	3.0
گلہ بانی مصنوعات	897,855	924,696	3.0	3.0
دودھ	771,223	796,050	3.2	3.2
دیگر	126,632	128,646	1.6	1.6
مرغبانی مصنوعات	189,303	195,849	3.5	7.9
ب۔ فوری استعمال	294,580	310,518	5.4	1.6
ج۔ خام قدر اضافی (الف-ب)	1,429,793	1,465,956	2.5	3.9
د۔ دیگر خام قدر اضافی*	8,616	9,284	7.8	-4.5
ہ۔ مجموعی خام قدر اضافی (ج+	1,438,408	1,475,240	2.6	3.8

ن: نظر ثانی شدہ۔ ع: عبوری۔ * شکار اور کھیتی باڑی

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

[23] ماخذ: الیف سی اے خریف ورکنگ پیپر زبرائے 20-2019ء اور 21-2020ء۔

[24] ماخذ: الیف سی اے ربیع ورکنگ پیپر، 20-2019ء۔

[25] مکئی خریف اور ربیع دونوں موسموں میں کاشت کی جاتی ہے۔

[26] پاکستان اقتصادی سروے برائے 20-2019ء۔

گلہ بانی کے شعبے میں دودھ اور متعلقہ مصنوعات کا قدر اضافی میں حصہ سب سے زیادہ ہے۔ گلہ بانی شماری عام طور پر ہر دس برس بعد منعقد ہوتی ہے اور 1976ء تا 2006ء میں اس کے چار ایڈیشن تیار ہو چکے ہیں۔ مزید برآں 2016ء سے نئی شماری کی توقع کی جارہی ہے کیونکہ دودھ کے جز میں خصوصی اور گلہ بانی کے شعبے میں عموماً شواہد پر مبنی پالیسیوں کے لیے نئی شماری کے اعداد و شمار زیادہ قابل بھروسہ معلومات ثابت ہوسکتے ہیں۔

اسی طرح مرغبانی کے جز کی پیداوار حالیہ پیش رفتوں کی عکاس ہے اور پولٹری مصنوعات کی سست رفتاری نے مالی سال 20ء میں گلہ بانی کی خام قدر اضافی کو کم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ کورونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن کے تناظر میں بینکوئٹس، شادی ہالوں اور ہوٹلوں پر پابندیوں اور ریستورانوں کی سرگرمیوں کو صرف ساتھ لے جانے والے آرڈرز یا ڈلیوری تک محدود رکھنے پر مشتمل ایس او پیز کی وجہ سے پولٹری مصنوعات کی طلب گھٹ گئی۔[27] مزید برآں، چکن کے ذریعے کورونا وائرس پھیلنے کے بارے میں سوشل میڈیا میں گردش کرنے والی بے بنیاد افواہوں نے ممکنہ طور پر اس کی عارضی طلب کو متاثر کیا ہے، اس کے باوجود کہ پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (پی پی اے) نے جون 2020ء کے آغاز میں ایسی اطلاعات کو فوری طور پر مسترد کر دیا تھا۔ تھوک اور خردہ قیمتوں کی کمزور طلب کے اثرات کی عکاسی مارچ تا مئی 2020ء میں پولٹری اجزا کے سال بسال تھوک اشاریہ قیمت اور صارف اشاریہ قیمت مہنگائی میں ہوتی ہے (**شکل 2.7**)۔

2.3 صنعت

عبوری قومی کھاتوں کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ مالی سال 20ء میں صنعتی شعبے کی پیداوار میں 2.6 فیصد کمی ہوئی جبکہ مالی سال 19ء میں 2.3 فیصد کمی دیکھی گئی تھی (**جدول 2.12**)۔ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ صنعتی سرگرمی میں مسلسل دو برس تک کمی دیکھی گئی۔ مالی سال 20ء میں ہونے والی کمی میں اشیا سازی اور کان کنی کی سرگرمیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ خصوصاً، بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں درج کی جانے والی سب سے بڑی کمی نے مجموعی کارکردگی کی خرابی میں اہم کردار ادا کیا کیونکہ صنعتی شعبے میں یہ بھاری وزن کا حامل ہے جو 50 فیصد سے زائد بنتا ہے۔[28] ملکی طلب کو معتدل کرنے والے معاشی استحکام پروگرام کے علاوہ وبا کے بعد لاک ڈاؤن نے بھی صنعتی سرگرمیوں کو متاثر کیا۔

جدول 2.12: صنعتی شعبے کی کارکردگی

(سال بسال نمو، فیصد)

	م س16ء	م س17ء	م س18ء	م س19ء	م س20ء
صنعتی شعبہ (1 تا 4)	5.7	4.6	4.6	-2.3	-2.6
1۔ کان کنی اور کوہ کنی	6.2	-0.6	7.8	-3.2	-8.8
2۔ اشیا سازی (i+ii+iii)	3.7	5.8	5.4	-0.7	-5.6
i) بڑا پیمانہ	3.0	5.6	5.1	-2.6	-7.8
ii) چھوٹا پیمانہ	8.2	8.1	8.2	8.2	1.5
iii) ذیجہ	3.6	3.6	3.5	3.5	4.1
3۔ بجلی کی پیداوار اور تقسیم اور گیس کی تقسیم	9.4	-2.7	-17.2	14.5	17.7
4۔ تعمیرات	13.7	9.0	10.8	-16.8	8.1

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

شکل 2.7: مرغی کی سال بسال مہنگائی پر لاک ڈاؤن کا اثر

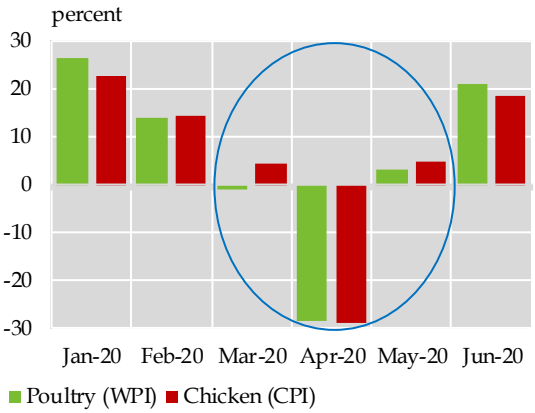

Source: Pakistan Bureau of Statistics

بڑے پیمانے کی اشیا سازی کا شعبہ بھی کورونا وائرس کی وبا کے معاشی سرگرمیوں پر منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکا (**شکل 2.8**)۔ مالی سال 19ء سے قبل بڑے پیمانے کی اشیا سازی کی نمو مثبت تھی تاہم مالیاتی یکجائی، زری سخت گیری اور شرح مبادلہ سے ہم آہنگی کے باعث معاشی نمو مالی سال 19ء

[27] اگست 2020ء میں دستیاب منقولی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن نے دعویٰ کیا تھا کہ مرغبانی کی صنعت کو کورونا وائرس سے پہلے کی 1.1 ٹریلین روپے کی سطح سے سکڑ کر 800 ارب روپے پر آگئی ہے۔ پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن کے مرغی کے گوشت کے استعمال کا تخمینہ یہ ہے: شادی ہالز (15 فیصد)، ہوٹلز اور ریستوران (30 فیصد)، ملکی اوپن مارکیٹ (55 فیصد)۔

[28] 50 فیصد سے زائد وزن گذشتہ 5 برسوں کی اوسط ہے (مالی سال 16ء تا مالی سال 20ء)۔

سے کمزور ہونا شروع ہوگئی۔ آخر میں مالی سال20ء کے وسط میں کمزور بحالی کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں لیکن یہ بحالی کورونا وائرس کی وبا کے باعث محدود رہی، جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے کی اشیاسازی میں پورے سال کے دوران 10.0 فیصد کمی دیکھی گئی۔[29]

کے شعبے کی نمو پذیری میں بہتری اور بقایاجات کے جمع ہونے پر قابو پانے کے لیے گردشی قرضوں میں کمی کا ایک جامع پروگرام شروع کیا تھا۔ لہٰذا مالی سال20ء کے ابتدائی مہینوں میں بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کیا گیا تاکہ بڑھتے ہوئے کیپسٹی چارجز اور ایندھن کی قیمت میں ردوبدل کے اثرات کو منتقل کیا

شکل 2.8: بڑے پیمانے کی اشیاسازی میں نمو (سال بسال نمو)

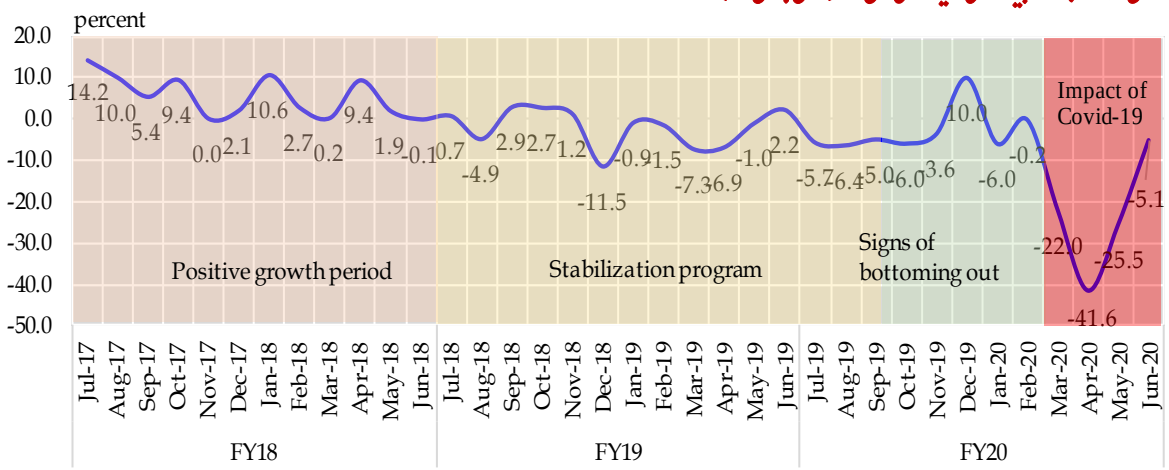

Source: Pakistan Bureau of Statistics

پالیسی کے تناظر میں بلند شرح سود (کورونا وائرس سے قبل) نے بھی طلب کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پورے سال کے دوران زیادہ تر بلند شرح سود موجود رہی لیکن کورونا وائرس کی آمد کے بعد اس میں خاصی نرمی آگئی (مارچ2020ء سے)۔

دوسری جانب، مالیاتی اخراجات میں اضافہ صنعتی شعبے کی مجموعی کمی پر قابو پانے کے لیے ناکافی تھا۔ لہٰذا، حکومتی اخراجات نے توانائی اور تعمیرات کے ذیلی شعبوں کی پیداوار بڑھانے میں مثبت کردار ادا کیا۔ خصوصاً، مالی سال20ء میں بجلی کی پیداوار اور تقسیم اور گیس کی تقسیم کے ذیلی شعبوں میں 17.7 فیصد نمو ہوئی جبکہ گذشتہ برس ان میں 14.5 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ بجلی کے شعبے کے خام قدر اضافی نے اس ذیلی شعبے کی کارکردگی بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا جسے فوری صرف کے مقابلے میں پیداوار میں بلند اضافے سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ حکومت نے بجلی

جاسکے۔ اس سے شعبے میں خام محصولات کو بڑھانے میں مدد ملی تھی۔ اس کے مقابلے میں ایندھن کے آمیزے میں آبی اور کوئلے جیسے سستے ذرائع کے استعمال کی وجہ سے ثانوی صرف میں معتدل نمو ہوئی۔

تعمیرات کے شعبے کو بھی مالی سال20ء میں سرکاری شعبے کے اخراجات سے فائدہ پہنچا اور اس میں 8.1 فیصد نمو ہوئی جبکہ مالی سال19ء میں 16.8 فیصد کمی ہوئی تھی۔ جاری اخراجات کے ساتھ ساتھ سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام نے تعمیرات کے شعبے کی نمو کو اعانت فراہم کی۔[30] مالی سال20ء میں دیامر بھاشا ڈیم، مہمند ڈیم، شاہراہوں (سکھر ملتان موٹروے، لاہور ملتان موٹروے وغیرہ) اور اندرون شہر پبلک ٹرانسپورٹ (بی آر ٹی پشاور) جیسے انفراسٹرکچر کے بڑے منصوبوں پر کام میں تیزی دیکھی گئی۔

[29] بڑے پیمانے کی اشیاسازی کے شعبے کا تجزیہ پاکستان دفتر شماریات کے جولائی2020ء کے جاری کردہ بڑے پیمانے کی اشیاسازی کی صنعتوں کے مقداری اشاریے پر مبنی ہے۔ قومی آمدنی کھاتوں میں بڑے پیمانے کی اشیاسازی کے اعداد و شمار کو جی ڈی پی اور مجموعی صنعتی شعبے کے لیے اخذ کیا گیا جو اس وقت جولائی2020ء کے عبوری تخمینوں پر مبنی تھا۔

[30] ماخذ: مالیاتی کارروائیاں، جولائی تا جون20-2019ء وزارت خزانہ۔

مزید برآں، وبا کے حالات میں تعمیرات کے شعبے کو اس میں روزگار کے وسیع مواقع پیدا کرنے کے امکانات کی وجہ سے حکومت کی جانب سے بعض ترغیبات دی گئیں۔[31]

عائد ضوابطی پابندیاں ہیں۔ اس طرح مالی سال 20ء میں کورونا وائرس کی عالمی وبا سے متعلق خصوصی حالات میں پاکستان دفتر شماریات کی جانب سے چھوٹے

جدول 2.13: صنعتی شعبے کی کارکردگی

	وزن.	جولائی تا فروری		مارچ تا جون		پورا سال	
		م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
بڑے پیمانے کی اشیاسازی	70.3	-1.6	-2.9	-3.7	-24.0	-2.3	-10.0
ٹیکسٹائل	20.9	-0.1	0.4	0.1	-31.8	-0.1	-10.4
سوتی دھاگہ	13	0.0	0.1	0.1	-32.6	0.0	-10.8
سوتی کپڑا	7.2	0.1	0.2	0.5	-32.4	0.2	-10.7
پٹ سن کی اشیا	0.3	-12.4	4.3	-4.0	-16.0	-9.5	-3.1
غذا	12.4	-1.0	1.1	-13.9	-10.3	-5.6	-2.6
چینی	3.5	-8.2	10.3	-38.9	-49.9	-19.9	-7.2
سگریٹ	2.1	9.0	-31.2	-9.5	-6.8	2.8	-24.1
نباتی گھی	1.1	2.5	5.7	5.1	-0.1	3.3	3.8
خوردنی تیل	2.2	3.0	7.4	5.3	11.8	3.7	8.8
مشروبات	0.9	-2.1	-10.0	3.0	-13.8	-0.2	-11.5
پیٹرولیم مصنوعات	5.5	-5.5	-13.6	-13.5	-32.9	-8.4	-20.1
فولاد	5.4	-10.3	-7.0	-13.2	-39.6	-11.2	-17.4
غیر دھاتی معدنیات	5.4	-4.0	4.4	0.7	-14.3	-2.4	-2.2
سیمنٹ	5.3	-4.5	4.3	0.0	-13.7	-3.0	-2.0
گاڑیاں	4.6	-6.0	-35.1	-23.0	-64.8	-11.8	-43.8
جیپیں اور کار	2.8	1.3	-45.7	-21.4	-78.8	-6.2	-54.8
کھاد	4.4	4.9	6.0	13.4	1.4	7.7	4.4
دواسازی	3.6	-8.7	-5.2	-7.5	2.5	-8.3	-2.7
کاغذ	2.3	-3.2	5.1	-4.8	-3.4	-3.7	2.3
الیکٹرونکس	2	36.0	-7.8	118.3	-67.8	59.4	-31.2
کیمیکلز	1.7	-3.9	0.5	-4.5	-19.8	-4.1	-6.4
کاسٹک سوڈا	0.4	-2.5	-3.8	-18.9	-23.6	-8.7	-10.4
چمڑے کی مصنوعات	0.9	0.0	10.1	-6.7	-45.6	-2.4	-9.1

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

کان کنی کے شعبے کی پیداوار میں کمی کا اہم سبب رکازی ایندھنوں کی پیداوار میں کمی تھی۔ خام تیل اور قدرتی گیس کی پیداوار میں بالترتیب 10.6 اور 6.4 فیصد کمی ہوئی۔ ان اجناس کی پیداوار میں کمی کی وجوہات میں دریافت کی سرگرمیوں میں کمی، توانائی کی مصنوعات کی طلب کا سست ہونا اور ملک کی اپ اسٹریم ریفائنریوں میں فرنس آئل کی پیداوار پر

پیمانے کی صنعتوں کے لیے عام طور پر استعمال ہونے والے معین نمواخذ کرنے کے طریقہ کار کو استعمال نہیں کیا گیا۔ اس کے بجائے مفصل شعبہ جاتی تجزیہ کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شعبے کی پیداوار سست رفتاری کے بعد 1.5 فیصد نمو حاصل کر سکی۔ کاٹیج انڈسٹری کے لیے ساکن قیمتوں پر خام

[31] ماخذ: ٹیکس قوانین (ترمیم) نمبر 1 برائے 2020ء، قانون و انصاف ڈویژن مراسلہ ایف نمبر 1(1)/2020ء بتاریخ 19 اپریل 2020ء، فیڈرل بورڈ آف ریونیو۔

جدول2.14: گاڑیوں کے شعبے کی پیداوار

	پیداواری اکائیوں کی تعداد				نمو	
	م س17ء	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
تمام کاریں	167,405	195,895	191,526	89,875	2.2-فیصد	53.1-فیصد
کاریں800 سی سی سے کم	38,311	47,199	32,121	33,786	31.9- فیصد	5.2 فیصد
کاریں800 سے1000 سی سی کے درمیان	35,313	49,848	56,760	17,905	13.9 فیصد	68.5- فیصد
کاریں1000 سی سی سے زائد	93,781	98,848	102,645	38,184	3.8 فیصد	62.8-فیصد
کھیلوں میں یوٹیلٹی کی حامل گاڑیاں	3,530	13,364	7,525	3,564	43.7- فیصد	52.6-فیصد
چھوٹی کمرشل گاڑیاں	43,796	50,934	42,182	16,518	17.2-فیصد	60.8- فیصد
ٹرک	7,712	9,187	6,035	2,945	34.3- فیصد	51.2- فیصد
بسیں	1,118	784	913	532	16.5 فیصد	41.7- فیصد
ٹریکٹر	53,975	71,894	49,902	32,608	30.6- فیصد	34.7- فیصد
موٹربائیک	1,632,965	1,928,757	1,766,423	1,370,417	8.4-فیصد	22.4-فیصد

ڈیٹا کا ماخذ: پی اے ایم اے

قدر اضافی کے تخمینے اخذ کرنے کے لیے تقریباً 8.2 فیصد معین شرح نمو کو استعمال کیا گیا تھا۔[32]

بڑے پیمانے کی اشیا سازی

مالی سال20ء کے دوران بڑے پیمانے کی اشیاسازی کے شعبے میں پیش رفتوں کی زیادہ وضاحت اسے دو مرحلوں میں تقسیم کرنے سے ہوتی ہے۔ کورونا وائرس سے قبل کی مدت جولائی2019ء تا فروری2020ء جبکہ دوسری مدت میں بقیہ مالی سال20ء کا احاطہ کیا گیا۔[33] بڑے پیمانے کی اشیا سازی کورونا وائرس کی مدت سے قبل ابتدائی بحالی کی کچھ علامات ظاہر کر رہی تھی، کچھ صنعتوں (جیسے پیٹرولیم اور فولاد) میں سکڑنے کا عمل پست ترین سطح تک پہنچ گیا تھا جبکہ دیگر کی رفتار بڑھنا شروع ہوگئی تھی جیسے ٹیکسٹائل، چمڑا، کھاد، سیمنٹ، غذا اور کاغذ۔ کورونا وائرس کے انفیکشن میں تیزی سے اضافے اور لاک ڈاؤن کے نفاذ کے نتیجے میں مینوفیکچرنگ کی تقریباً تمام سرگرمیاں اچانک رک گئی تھیں۔ اس کے نتیجے میں قبل ازیں بہتر کارکردگی دکھانے والے شعبے بھی منفی نمو کی حدود میں آگئے (**جدول2.13**)۔

گاڑیوں کی صنعت

بڑے پیمانے کی اشیاسازی کے اشاریے کی کمی میں سب سے بڑا حصہ گاڑیوں کے شعبے کا تھا۔ مالی سال20ء میں گاڑیوں کی صنعت میں 43.8 فیصد سکڑاؤ ہوا جبکہ گذشتہ برس بھی 11.8 فیصد کمی دیکھی گئی تھی۔ پاکستانی روپے کی قدر میں کمی، ٹیکسوں کے ساتھ شرح سود میں اضافہ اور مجموعی اقتصادی سست رفتاری جیسے معاشی استحکام کے اقدامات کی وجہ سے وبا سے قبل ہی اس شعبے میں سکڑنے کا رجحان جاری تھا۔ کورونا وائرس کے بعد لاک ڈاؤن کے منفی اثرات سے صورت حال بگڑ گئی کیونکہ لاک ڈاؤن نے پیداواری سرگرمیوں پر منفی اثر ڈالا۔ اعداد و شمار بلحاظ قسم سے پتہ چلتا ہے کہ کار کے اکثریتی زمروں کی پیداوار کمی کے بعد تقریباً گذشتہ برس کی نصف سطح پر آ گئی (**جدول2.14**)۔

رسد کے لحاظ سے لاگت میں تیزی سے اضافہ دیکھا گیا۔ پاکستانی روپے کی قدر میں کمی اور ڈیوٹیوں میں اضافہ گاڑیوں کی قیمتوں کے بڑھنے پر منتج ہوا۔ مالی سال20ء میں امریکی ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر میں اوسطاً 13.9 فیصد کمی ہوئی جبکہ مالی سال19ء میں اس کی قدر 19.3 فیصد تک گری تھی۔ گاڑیوں کی صنعت میں مقامیت پسندی کی پست سطح کی وجہ سے اسمبلرز صارفین کو درآمدی لاگتوں میں اضافہ منتقل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مزید

[32] یہ معین شرح نمو مالی سال97ء اور مالی سال07ء کے دوران چھوٹی اور گھرانوں کی مینوفیکچرنگ کی صنعتوں کے انٹر سروے سالانہ مرکب شرح نمو پر مبنی تھی۔

[33] حکومت نے مارچ2020ء میں نقل و حرکت پر پابندیاں عائد کر دی تھیں۔

بر آں، حکومت نے وفاقی ایکسائز ڈیوٹی عائد کی اور اضافی کسٹم ڈیوٹی کو بڑھا دیا، جس کا نتیجہ گاڑیوں کی قیمتوں میں مزید اضافے کی صورت میں بر آمد ہوا۔

کورونا وائرس سے قبل کی مدت میں طلب کو محدود کرنے والے عوامل میں صارفین کی قوت خرید میں کمی اور ایندھن کی قیمتوں میں بلند اضافہ شامل تھے۔ مالی سال20ء میں پیٹرول اور ڈیزل کی قیمت مالی سال19ء کے مقابلے میں بلند سطح پر رہی۔ اسی طرح ٹائروں اور لبریکینٹس جیسے گاڑیوں کے لوازمات کی قیمتوں میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا جس سے گاڑیوں کی مرمت کی لاگت بڑھ گئی۔ مالیاتی لحاظ سے سرکاری شعبے میں استعمال کے لیے گاڑیوں کی خریداری پر پابندی (علاوہ موٹر سائیکل) جیسے کفایت شعاری کے اقدامات بھی اس کی طلب مزید کمزور کرنے کا باعث بنے۔[34] اس پابندی کا اطلاق حکومت کے جاری اور ترقیاتی اخراجات دونوں پر کیا گیا۔

کورونا وائرس کی عالمی وبا پھیلنے کے بعد اپریل 2020ء میں پیداوار مکمل طور پر روک دی گئی اور جب اگلے مہینوں میں اسمبلنگ شروع کی گئی تو اس صنعت نے اپنی نصب شدہ استعداد سے کافی نیچے رہتے ہوئے کام کیا۔ کورونا وائرس کے باعث پیدا شدہ یہ صورت حال صرف پاکستان تک محدود نہیں تھی۔ دنیا بھر میں گاڑیوں کی پیداوار میں کمی ہوئی کیونکہ بیروزگاری کی سطح میں تیزی سے اضافے کے نتیجے میں طلب گھٹ گئی۔ گاڑیوں کی عالمی صنعت کے تمام اہم فریق، کیا (kia) اور ہانڈائی کے علاوہ، آپریٹنگ نقصانات کی پیش گوئی کر رہے تھے۔[35] امریکہ اور یورپی یونین میں گاڑیوں کی پیداوار میں 2020ء کے دوران 25 فیصد کمی کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔[36]

تعمیرات سے منسلک صنعتیں

مالی سال19ء میں کمی کے بعد مالی سال20ء میں فولاد اور سیمنٹ کی صنعتوں میں مزید سکڑاؤ دیکھا گیا۔ فولاد میں کمی زیادہ شدت کی حامل تھی کیونکہ اسے مسلسل دوسرے برس دوہندسی سکڑاؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم، سیمنٹ کا شعبہ بھی کورونا وائرس کی آمد سے پہلے اچھی کارکردگی دکھا رہا تھا، لیکن اسے بھی لاک ڈاؤن کے نفاذ کے بعد پیداوار میں کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیمنٹ اور فولاد کے شعبوں میں کمی (**جدول 2.13**) تعمیرات کی صنعت کے سکڑاؤ سے ہم آہنگ نہیں ہے (**جدول 2.12**)۔ ممکنہ طور پر یہ فرق قومی آمدنی کھاتوں میں ڈیٹا رپورٹنگ کے میعادی افق (time horizon) سے برآمد ہوا ہے، جو تعمیراتی صنعت کے معاملے میں جولائی تا مارچ مالی سال20ء تک محیط ہے، جبکہ بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے شعبے میں سیمنٹ اور فولاد کی رپورٹنگ مدت پورے مالی سال پر مشتمل ہے۔

بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے اعداد و شمار اور اس کے قرض گیری کے رجحان کا تجزیہ کم از کم نجی شعبے میں تعمیراتی سرگرمیوں کی سست رفتاری کا عکاس ہے۔ مالی سال19ء میں مکانات کی تعمیر کے لیے صارفی مالکاری میں 10.4 ارب روپے کی توسیع کے بعد مالی سال20ء میں 9.3 ارب روپے کی خالص واپسی دیکھی گئی۔ اسی طرح، رئیل اسٹیٹ ڈویلپرز کی جانب سے قرض گیری مالی سال19ء کے 8.6 ارب روپے سے کم ہو کر مالی سال20ء میں 2.6 ارب روپے رہ گئی، جس کا اہم سبب معین سرمایہ کاری قرضوں کی طلب میں کمی تھی (**باب 3**)۔ کورونا وائرس کی صورت حال پر مبنی تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ اس وبا کے بعد اس صنعت کی صورت حال میں مزید بگاڑ آیا ہے۔ شرح سود میں اضافے اور نان ٹیکس فائلرز کے جائیداد کی خریداری پر پابندی نے کورونا وائرس سے پہلے مکاناتی قرضوں کی طلب کو متاثر کیا تھا جبکہ وبا کی مدت میں محدود نقل و حرکت اور آمدنیوں میں نقصانات سے طلب میں مزید کمی آگئی۔

مالی سال20ء میں فولاد کی صنعت میں کمی کا رجحان گہرا ہو گیا۔ مکانات کی طلب سست ہونے کے ساتھ گاڑیوں کی صنعت کے سکڑاؤ نے بھی فولاد کی پیداوار کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ زیادہ تر تعمیراتی سرگرمیوں میں استعمال ہونے

---

[34] کفایت شعاری اقدامات برائے مالی سال20-2019ء، آفس میمورینڈم نمبر:7(1)812-2016/Exp.IV، فنانس ڈویژن، حکومت پاکستان۔

[35] ماخذ: کورونا وائرس کے حالات میں گاڑیوں کا شعبہ، ایس اینڈ پی گلوبل: https://www.spglobal.com/en/research-insights/featured/auto-sector-amid-covid-19۔

[36] ماخذ: یورپین آٹوموبائل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن، https://www.acea.be/press-releases/article/eu-car-sales-forecast-2020-record-drop-of-25-expected-this-year-says-acea

کریڈٹ: عام سوالات۔ سوال و جواب: کورونا وائرس اور گاڑیوں کی صنعت۔۔ آگے کیا ہے؟ ایس اینڈ پی گلوبل ریٹنگز https://www.spglobal.com/ratings/en/research/articles/200609-credit-faq-q-a-covid-19-and-the-auto-industry-what-s-next-11518344

والی لمبی فولادی مصنوعات کی پیداوار میں بھی تیزی سے کمی آئی۔ مزید برآں، کم طلب کی وجہ سے گاڑیوں کے شعبے نے پورا سال چپٹے فولاد کے پیداکنندگان پر منفی اثرات مرتب کیے۔

سال کے دوران کورونا وائرس کے پھیلنے سے قبل سیمنٹ کے شعبے کی پیداوار میں بتدریج نمو ہوئی۔ مالی سال20ء کی پہلی سہ ماہی میں سست رفتاری کے بعد اگلی دو سہ ماہیوں میں سیمنٹ کی صنعت کی پیداوار مثبت ہونا شروع ہوگئی تھی۔ شمالی علاقوں میں مقامی فروخت میں تیزی اور جنوب میں برآمدات پر مبنی سرگرمی سے نمو کو تقویت ملی۔ اس مدت کے دوران مقامی ترسیلات میں اضافے سے بھی خصوصاً پنجاب اور خیبرپختونخوا میں تعمیرات سے منسلک صنعتوں میں بتدریج بحالی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دوسری جانب بین الاقوامی منڈیوں میں 'پورٹ لینڈ' سیمنٹ کے مینوفیکچرنگ میں پیدا ہونے والی کلنکر کی برآمدات کی رفتار بڑھ گئی۔ تاہم کورونا وائرس پھیلنے کے بعد مالی سال20ء کی چوتھی سہ ماہی میں سیمنٹ کی پیداوار میں کمی آنا شروع ہوگئی۔ مقامی ترسیلات گر گئیں جبکہ برآمدات میں بھی کمی کا سامنا کرنا پڑا، تاہم مالی سال20ء کی چوتھی سہ ماہی کے آخر میں پابندیوں کے نرم ہوتے ہی یہ تیزی سے بحال ہو گئیں (**شکل 2.9**)۔

شکل 2.9: سیمنٹ کی فروخت

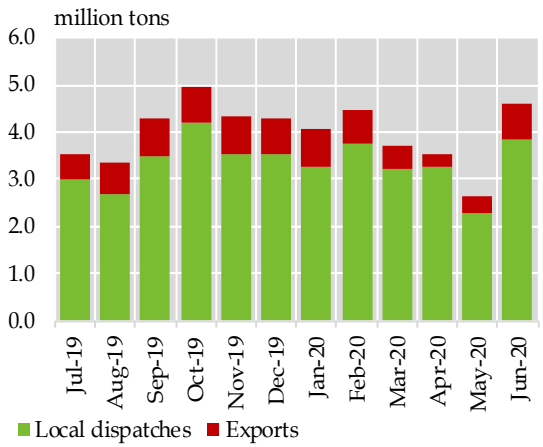

Source: All Pakistan Cement Manufacturers Association

کھاد

مالی سال20ء میں کھاد کے شعبے کی پیداوار میں 4.4 فیصد توسیع ہوئی جس کا سبب یوریا کی بڑی فرموں کی متاثر کن کارکردگی اور کسی حد تک کھاد کی دیگر مصنوعات کی پیداوار میں بحالی تھی (**جدول 2.13**)۔[37] یہ ان چند صنعتوں میں سے ایک تھی جو کورونا وائرس کے لاک ڈاؤن سے محفوظ رہیں، جس سے انہیں اچھی پیداوار کے حصول میں مدد ملی۔ کھاد کی مصنوعات کی طلب بڑی حد تک مستحکم رہی کیونکہ زرعی شعبے کی معاشی سرگرمیاں، شہری مراکز میں نقل و حمل جیسی سخت پابندیوں سے مستثنیٰ رہیں۔

مالی سال20ء میں یوریا کے بڑے پروسیسنگ یونٹوں کی پیداوار میں 8.4 فیصد اضافہ ہوا جبکہ مالی سال19ء میں معمولی نمو دیکھنے میں آئی تھی۔ یہ ان پلانٹس کی جانب سے بلند ترین پیداوار تھی۔ قدرے چھوٹے یونٹوں کے ساتھ مل کر کھاد کی پیداوار ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ 6 ملین ٹن کی سطح سے تجاوز کر گئی (**شکل 2.10**)۔ گیس کی رسد میں تعطل کی وجہ سے چھوٹے یونٹوں کی پیداوار گر گئی۔ تاہم ان تنصیبات کی کم پیداوار نے مجموعی پیداوار کو متاثر نہیں کیا کیونکہ صنعت میں ان کا حصہ معمولی رہا (مالی سال20ء میں 6.3 فیصد)۔ چونکہ اس مدت کے دوران نصب شدہ استعداد میں اضافہ نہیں ہوا تھا، اس لیے کارکردگی کو بڑے یوریا پلانٹس کی آپریشنل کارگزاری سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔[38]

یوریا کے علاوہ دیگر کھادوں کی پیداوار میں بھی بحالی ہوئی۔ گذشتہ دو برسوں میں کمی کے بعد مالی سال20ء میں اس شعبے 9.8 فیصد نمو ہوئی۔ کیلشیم امونیم نائٹریٹ اور نائٹروفاسفیٹ کی پروسیسنگ میں دو ہندسی نمو (بالترتیب 20.4 اور 31.3 فیصد) دیکھی گئی، جس نے ڈی امونیم فاسفیٹ، سنگل سپر فاسفیٹ اور دیگر نائٹروجن فاسفورس پوٹاشیم مصنوعات کی مکمل تلافی کر دی۔

غذا

مالی سال20ء میں غذائی صنعت میں 2.6 فیصد سکڑاؤ ہوا جبکہ گذشتہ برس 5.6 فیصد کمی دیکھنے میں آئی تھی۔ غذائی پروسیسنگ گروپ کی بیشتر سرگرمی تمباکو، چینی اور خوردنی تیل کی صنعتوں میں مرتکز ہے۔ مالی سال20ء

[37] اس سیکشن میں یوریا کی پیداوار مالی سال کی بنیادوں پر ہے، جبکہ باب کے زرعی سیکشن میں پہلے کی گئی بحث یوریا کے استعمال اور فصل کے موسموں سے متعلق ہے، جس سے اعداد و شمار میں ظاہری فرق کی عکاسی ہوتی ہے۔ مزید برآں، سال بسال نمو بڑے پیمانے کی اشیاسازی سے معمولی سی مختلف ہے۔

[38] ماخذ: (1) ششماہی مالی گوشوارے، 30 جون 2020ء، فوجی فرٹیلائزر کمپنی لمیٹڈ اور (2) ششماہی رپورٹ 2020ء، اینگرو فرٹیلائزر۔

میں خوردنی تیل کی صنعت میں گذشتہ برس سے ہم آہنگ توسیع ہوئی۔ دوسری جانب مالی سال20ء میں چینی اور تمباکو کی پیداوار گذشتہ برس کی نسبت کم رہی۔

شکل2.10: کھاد کی پیداوار اور نمو

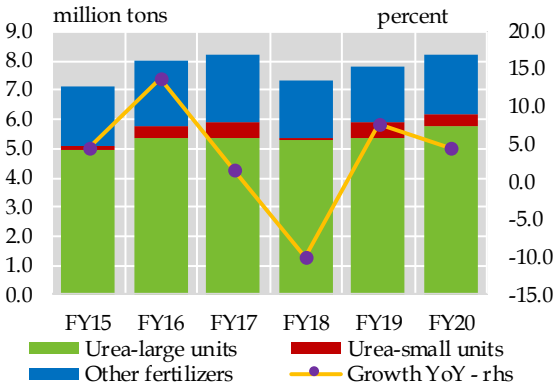

Source: National Fertilizer Development Centre

شکل2.11: خالص غذائی برآمدات

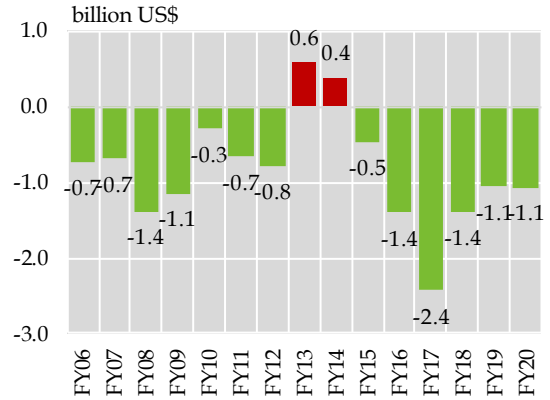

Source: Pakistan Bureau of Statistics

ان حالات میں تجارتی توازن میں بہتری کے باوجود مالی سال20ء میں مالیت کے لحاظ سے پاکستان غذا کے حوالے سے خالص درآمد کنندہ رہا۔ غذائی تجارتی توازن گذشتہ برس کی منفی 1.1 ارب ڈالر کی سطح پر رہا(**شکل2.11**)۔ جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی پچھلی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال19ء میں بھی اجاگر کیا گیا تھا، غذائی سلامتی کے نقطہ نظر سے پاکستان جیسی زرعی معیشت کے لیے غذائی درآمدات کا رجحان خوش آئند نہیں۔ جدت طرازی کے فقدان اور زرعی شعبے میں کم پیداواریت نے غذائی پروسیسنگ کے شعبے پر منفی اثرات مرتب کیے۔ مثلاً، ملک میں روغنی بیجوں کی قدرے کم یافتیں خوردنی تیل پروسیسنگ کی ملکی صنعت کو پام آئل اور روغنی بیجوں کی درآمدات کا محتاج بنا دیتی ہیں۔ اس سے نہ صرف صنعت کی نمو محدود ہو جاتی ہے کیونکہ یہ صرف ملکی طلب پوری کرتی ہے بلکہ اس پر زرمبادلہ کی بھاری لاگت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح، دالوں اور دودھ کی کم یافت بھی ان اجزا کی درآمدات کو ضروری بنا دیتی ہے۔

اسی طرح مالی سال20ء میں سگریٹ کی پیداوار میں کمی کو دو سطحوں پر مشتمل ایکسائز ڈیوٹی دوبارہ متعارف کرانے سے منسوب کیا جا سکتا ہے جسے تین سطحوں پر مشتمل ساخت کی جگہ لایا گیا اور جو گذشتہ دو برسوں سے عائد تھی (**جدول2.15**)۔ مزید برآں گذشتہ برس کے مقابلے میں ڈیوٹی میں خاصا اضافہ ہو گیا۔ اس اقدام کا مقصد تمباکو کے استعمال کی حوصلہ شکنی کے ساتھ ساتھ محصولات میں اضافہ کرنا تھا۔ سگریٹ کے استعمال کی غیر لچکدار نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ تمباکو کے استعمال میں کمی نہیں ہو سکی اور ممکن ہے کہ اس عامل نے صارفین کو رسمی منڈی کے بجائے غیر رسمی منڈی سے رجوع کرنے کی ترغیب دی ہو۔

جدول2.15: سگریٹ پر وفاقی ایکسائز ڈیوٹی میں تبدیلیاں

میعاد	سطح	(قیمت=ق، پاکستانی روپے میں/1000 سگریٹ)	ایف ای ڈی
جون16ء	سطح اول	4000 سے زیادہ	3436
	سطح دوم	4000 سے کم	1534
مئی17ء	سطح اول	4500 سے زیادہ	3740
	سطح دوم	2925 سے کم ق 4500 سے کم	1670
	سطح سوم	2925 سے کم	800
اپریل18ء	سطح اول	4500 سے زیادہ	3964
	سطح دوم	2925 سے کم ق 4500 سے کم	1770
	سطح سوم	2925 سے کم	848
ستمبر18ء	سطح اول	4500 سے زیادہ	4500
	سطح دوم	2925 سے کم ق 4500 سے کم	1840
	سطح سوم	2925 سے کم	1250
جون19ء	سطح اول	5960 سے زیادہ	5200
	سطح دوم	5960 سے کم	1650

ڈیٹا کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

چینی کی صنعت کی پیداوار میں 7.2 فیصد کمی ہوئی جبکہ گذشتہ برس یہ 19.9 فیصد گری تھی (**شکل2.12**)۔ خام مال (گنا) کی کم دستیابی خراب نتائج

کی بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے۔ مالی سال20ء میں گنے کی پیداوار میں1.4فیصد کمی ہوئی جس نے چینی پروسیسنگ کرنے والی اپ اسٹریم صنعت کو براہ راست متاثر کیا۔ اس کا سراغ مالی سال20ء میں اس فصل کے زیر کاشت رقبے میں کمی سے ملتا ہے جو 1.0 ملین ہیکٹر رہا، جبکہ گذشتہ برس1.1 ملین ہیکٹر زتھا۔

شکل2.12: چینی کی پیداوار کا رجحان

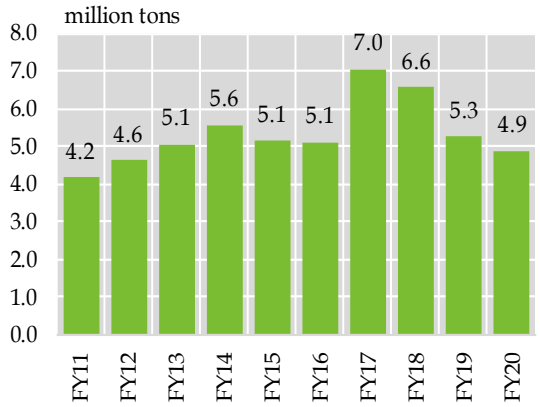

Source: Pakistan Bureau of Statistics

نقل وحمل پر عائد پابندیوں نے توانائی مصنوعات کی طلب کو کمزور کر دیا جس کے اس صنعت پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ بالآخر مالی سال20ء میں پیداوار20.1فیصد تک گر گئی جبکہ گذشتہ برس8.4فیصد تک سکڑی تھی (**شکل2.13**)۔

مالی سال19ء میں11.9 فیصد کمی کے بعد رواں مالی سال میں فرنس آئل کی پیداوار میں مزید22.6فیصد کمی ہوئی جو فرنس آئل سے چلنے والے بجلی گھروں پر انحصار کم کرنے کی حکومتی پالیسی کا نتیجہ تھا۔ آبی ذرائع اور کوئلے سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ فرنس آئل سے چلنے والے بجلی گھروں پر انحصار میں کمی کا باعث بنا(**شکل2.14**)۔ توانائی کے آمیزے میں سے فرنس آئل کا مرحلہ وار خاتمہ تشویش کا باعث ہونا چاہیے کیونکہ متعدد ریفائنریوں کے پیداواری پروسیس بڑی حد تک پرانے ہیں اور وہ ماحولیاتی لحاظ سے نقصان دہ بلند سلفر کے حامل فرنس آئل کی بھاری پیداوار دے سکتے ہیں۔[39] چونکہ ریفائنری اپ گریڈیشن کا عمل مکمل ہونے میں برسوں لگ جاتے ہیں، اس لیے ریفائنریوں کی جانب سے اپنے پلانٹس کی جدت طرازی کے لیے سرمایہ کاری میں مزید تاخیر سے مستقبل قریب میں پیٹرولیم مصنوعات کے شعبے کی کارکردگی متاثر ہوگی۔

شکل2.13: پیٹرولیم کی صنعت، پروڈکٹ کے لحاظ سے نمو(سالانہ سال بسال، م س16ء تا م س20ء)

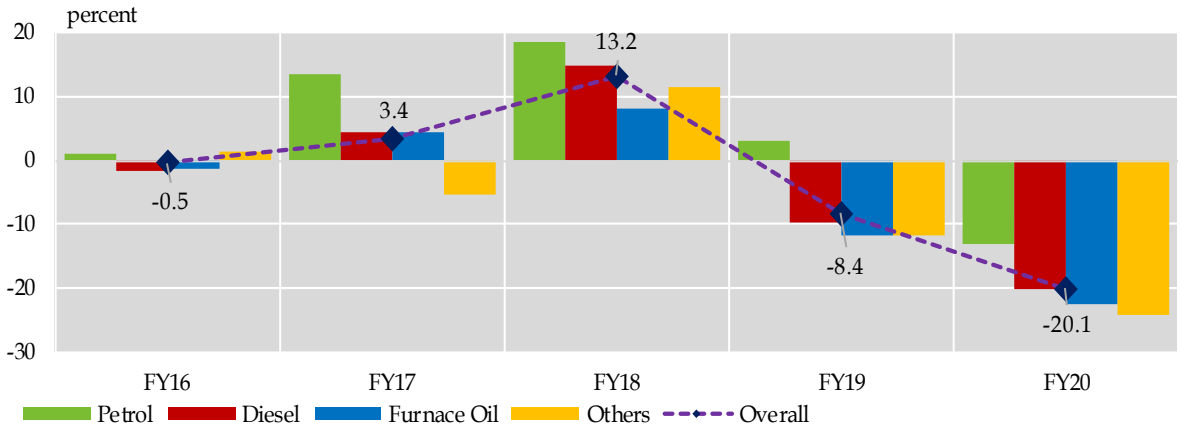

Source: Pakistan Bureau of Statistics

پیٹرولیم

پیٹرولیم کی صنعت کو پہلے ہی فرنس آئل کی پیداوار پر پابندیوں اور کورونا وائرس سے قبل معاشی سست رفتاری کا سامنا تھا۔ کورونا وائرس پھیلنے کے بعد

[39] ماخذ: وزارت خزانہ (2020)ء توانائی، پاکستان اقتصادی سروے، اسلام آباد، وزارت خزانہ (صفحہ 273 تا285)۔

شکل 2.14: بجلی کی پیداوار میں ذرائع کا حصہ

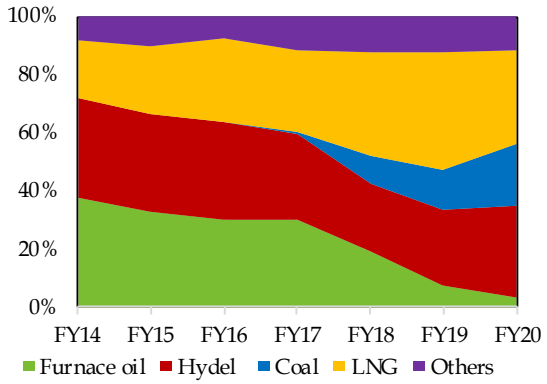

Source: NEPRA

ٹیکسٹائل اور چمڑا

کورونا وائرس سے پہلے کی مدت میں ٹیکسٹائل کا شعبہ استحکام کی علامات کا عکاس تھا کیونکہ گذشتہ برس کے برعکس اس نے مثبت نمو دکھائی تھی۔ جولائی تا فروری مالی سال 20ء کی مدت میں ٹیکسٹائل کے شعبے کی پیداوار میں 0.4 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ برس کی اسی مدت میں 0.1 فیصد کمی ہوئی تھی۔ مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کے نظام، یورپی یونین تک بدستور رعایتی رسائی اور امریکہ چین تجارتی کشیدگی جیسے عوامل نے ملکی ٹیکسٹائل کی صنعت کی مسابقت بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا (**باب 6**)۔

ٹیکسٹائل کے شعبے میں بحالی کی علامات کی مزید عکاسی برآمدی ڈیٹا سے بھی ہوتی ہے جو مالی سال 14ء کے بعد پہلی ششماہی میں ہونے والی بلند ترین نمو تھی۔ خصوصاً، ملبوسات کے جز کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔ چونکہ چین کو دیگر ممالک کے مقابلے میں کورونا وائرس کی شروعات اور اس کے بعد لاک ڈاؤن کا پہلے سامنا کرنا پڑا تھا، اس لیے پاکستان اور ٹیکسٹائل کے چند دیگر برآمد کنندگان مالی سال 20ء کی تیسری سہ ماہی کے آغاز میں کچھ مغربی منڈیوں میں اپنے حصے کو بڑھانے میں کامیاب رہے۔ تاہم یہ اضافہ مختصر مدتی ثابت ہوا کیونکہ حکومت نے مارچ کے آخر تک کورونا وائرس کے پھیلاؤ پر قابو پانے کے لیے لاک ڈاؤن نافذ کر دیا تھا (**شکل 2.15**)۔ نتیجتاً "عظیم لاک ڈاؤن" کے تحت برآمد کنندگان کو آرڈرز ملنا بند ہو گئے۔ طلب اور رسد دونوں کے متاثر ہونے کی وجہ سے ٹیکسٹائل کا شعبہ اپنی نمو کی رفتار برقرار نہیں رکھ سکا اور تیزی سے سکڑ گیا۔ کورونا وائرس کا نتیجہ مالی سال 20ء میں پیداوار میں 10.4 فیصد سکڑاؤ کی صورت میں نکلا جبکہ گذشتہ برس اس میں تقریباً صفر نمو ہوئی تھی۔ مالی سال 20ء کی چوتھی سہ ماہی میں سہ ماہی بنیادوں پر پیداوار ایک تہائی سے زیادہ سکڑ گئی، جس سے مالی سال 20ء کی مجموعی نمو نیچے آ گئی۔

شکل 2.15: ٹیکسٹائل کے شعبے میں نمو (ماہانہ، سال بسال)

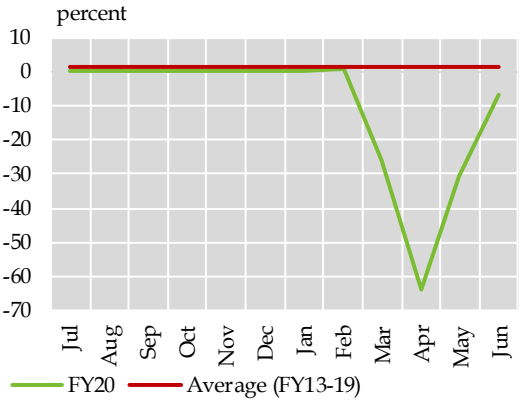

Source: Pakistan Bureau of Statistics

چمڑے کی صنعت کی پیش رفتیں بھی اس سے مختلف نہیں تھیں۔ جولائی تا فروری مالی سال 20ء کے دوران صنعت کی پیداوار میں 10.1 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ برس معمولی نمو ہوئی تھی۔ چمڑے کی اشیا کی برآمدی آرڈرز میں خاصی نمو سے چمڑے کی صنعت میں ملکی پیداوار کی وضاحت کی جا سکتی ہے۔ کورونا وائرس کے آغاز سے قبل ایک اور خوش آئند پیش رفت برآمدات کو متنوع بناتے ہوئے یورپی یونین کی روایتی منڈیوں کے بجائے آسٹریلیا، برازیل اور امریکہ جیسے ممالک کا رخ کرنا تھا۔

الیکٹرونکس

مالی سال 20ء میں الیکٹرونکس شعبے کی پیداوار میں 34.8 فیصد سکڑاؤ ہوا جبکہ اس کے مقابلے میں گذشتہ برس 59.4 فیصد کی متاثر کن نمو ہوئی تھی۔ گذشتہ برس کی کارکردگی کو برقی موٹروں کی پیداوار میں توسیع سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس اضافے کا سبب زرعی شعبے میں پانی نکالنے کے پمپوں، خصوصاً شمسی توانائی سے چلنے والے پمپوں کی طلب میں اضافہ تھا۔ تاہم بظاہر ان موٹروں کی منڈی کی سیر شدگی کے باعث مالی سال 20ء میں اس کی نمو رک گئی۔

مزید برآں، الیکٹرونکس کا شعبہ بھی خصوصاً لاک ڈاؤن کے دوران صارفی الیکٹرونکس کی کمزور طلب سے متاثر ہوا۔ چونکہ ملک میں ریٹیل مارکیٹیں بند ہوئیں اور طلب میں کمی آ گئی تھی، لہٰذا پائیدار صارفی اشیا کی پیداوار بھی گر گئی۔ کورونا وائرس سے پہلے کی مدت میں ڈیپ فریزر کی پیداوار میں 7.0 فیصد نمو

درج کی گئی جبکہ ایئرکنڈیشنر اور ریفریجریٹر کی نمو بالترتیب 29.3 فیصد اور 14.4 فیصد گر گئی۔ تاہم، مالی سال20ء کے آخر تک ڈیپ فریزر، ایئرکنڈیشنر اور ریفریجریٹر کی پیداوار میں بالترتیب 57.7، 58.3 اور 33.9 فیصد کمی واقع ہوئی۔

2.4 خدمات

مالی سال19ء میں خدمات کے شعبے کو پہلے ہی قابل ذکر سست رفتاری کا سامنا تھا اور اس نے صرف 3.8 فیصد نمو درج کی جبکہ اس کے مقابلے میں مالی سال16ء تامالی سال18ء کی پچھلی مدت میں 6.2 فیصد کی اوسط نمو ہوئی تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مالی سال20ء میں خدمات کا شعبہ پہلے ہی صنعتی شعبے کے ساتھ ساتھ درآمدات کی سست رفتاری کے اثرات محسوس کر رہا تھا۔ بالآخر کورونا وائرس کی شروعات نے خدمات کے شعبے کی نمو کو 0.6- فیصد تک محدود کر دیا۔ پاکستان کی معاشی تاریخ میں اس کمی کی نظیر نہیں ملتی۔

جدول 2.16: خدمات کے شعبے کی کارکردگی

فیصد

	جی ڈی پی میں حصہ م س20ء	نمو م س19ء ن	نمو م س20ء ع
تھوک اور خردہ تجارت	18.2	1.1	-3.4
ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات	12.3	4.6	-7.1
مالیات اور بیمہ	3.6	5.0	0.8
مکاناتی خدمات	7.0	4.0	4.0
عمومی حکومتی خدمات	8.6	5.2	3.9
دیگر نجی خدمات	11.8	5.8	5.4
خدمات	**61.4**	**3.8**	**-0.6**

ن: نظر ثانی شدہ۔ ع: عبوری۔

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

جی ڈی پی میں 18.2 فیصد حصہ رکھنے والے تھوک اور خردہ تجارت کے جز میں بڑے پیمانے کی اشیا سازی اور درآمدات کے سکڑنے کی وجہ سے مالی سال20ء کے دوران 3.4 فیصد منفی نمو درج کی گئی (**جدول 2.16**)۔ درآمدات کے سکڑنے کا سبب معاشی استحکام کے تسلسل کی پالیسیاں تھیں جن میں زری سخت گیری اور مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کے نظام کو اختیار کرنا شامل ہے۔ اسی طرح، مالی سال20ء کے آغاز پر حکومت کی جانب سے شروع کی جانے والی دستاویزیت کے خلاف تجارتی تنظیموں کی جانب سے مزاحمت کی گئی اور یہ اختلافات آخر اکتوبر 2019ء تک برقرار رہے، جب بالآخر تمام فریقوں کے درمیان ایک سمجھوتے پر اتفاق رائے ہو گیا۔

مزید برآں، کورونا وائرس پھیلنے اور ملک گیر سخت لاک ڈاؤن کے نفاذ (شاپنگ مالز، غیر ضروری خردہ دکانیں، ریستوران اور دیگر کمرشل مراکز کی بندش) کے بعد تھوک اور خردہ تجارت کی معاشی سرگرمیاں تیزی سے گر گئیں (**شکل 2.16**)۔ تاہم مئی 2020ء میں زندگیوں اور ذریعہ معاش کے درمیان توازن قائم رکھنے کی غرض سے حکومت نے اسمارٹ لاک ڈاؤن کی حکمت عملی کا نفاذ کیا جس سے کاروباری اداروں کو ایس او پیز پر عملدرآمد یقینی بناتے ہوئے اپنے آپریشنز شروع کرنے کی اجازت مل گئی۔ تب سے اس جز کی سرگرمی میں بتدریج اضافہ ہونے لگا (**شکل 2.16**)۔

شکل 2.16: حرکت پذیری میں تبدیلیاں (15 روزہ ماہانہ اوسط)

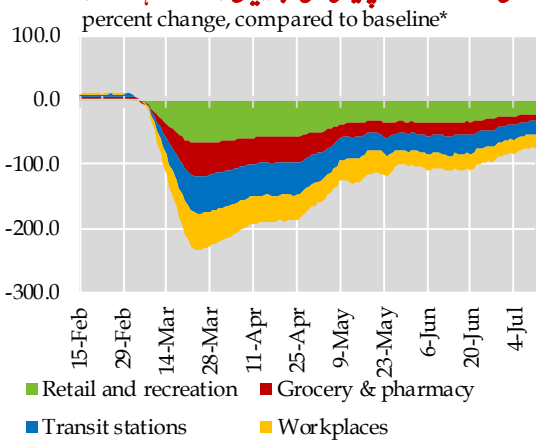

* The baseline is the median value, for the corresponding day of the week, during the 5- week period Jan 3–Feb 6, 2020.

Source: Covid-19 Community Mobility Report (Google)

ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات کے جز میں ٹرانسپورٹ کے شعبے کو مالی سال20ء میں اہم مسائل کا سامنا کرنا پڑا (**جدول 2.17**)۔ سال کے دوران حکومت اور ٹرانسپورٹروں کے درمیان ایکسل لوڈ کنٹرول کے معاملے پر عدم اتفاق کئی بار سامنے آیا، جس نے ٹرانسپورٹ جز کی سرگرمیوں کو متاثر کیا۔ ایکسل لوڈ کے نظام کی تبدیلی کا مقصد گاڑیوں میں زیادہ لوڈنگ کو روکنا تھا تاکہ سڑکوں کے انفراسٹرکچر کو قابو میں رکھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ لوڈنگ کی وجہ

سے حادثات کی روک تھام کی جاسکے۔ تاہم اس اقدام پر کاروباری برادری کے بعض حلقوں کی جانب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، جن کا کہنا تھا کہ اس اقدام سے کاروبار کرنے کی لاگت میں غیر ضروری اضافہ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں، مالی سال 20ء میں سخت زری پالیسی، مالیاتی یکجائی اور شرح مبادلہ میں ردوبدل جیسے معاشی استحکام کے اقدامات کے تسلسل کے نتیجے میں ٹرکوں اور بسوں کی فروخت 46.1 فیصد کمی کے ساتھ 3,647 اکائیوں تک محدود رہ گئی جو گذشتہ برس 6,763 اکائیاں تھی۔[40]

مارچ 2020ء سے حکومت نے کورونا وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے ٹرانسپورٹ خدمات (پروازوں، ریلوے اور پبلک ٹرانسپورٹ) کو تقریباً چھ ہفتوں تک بند رکھا، جس کے نتیجے میں ٹرانسپورٹ کا شعبہ تیزی سے سکڑ گیا (**جدول 2.17**)۔[41] نتیجتاً، آپریشنز بتدریج بحال ہو گئے لیکن کم طلب اور سماجی فاصلے کے ایس او پیز نے اس شعبے کی نمو کو قابو میں رکھا۔

آخر جون 2020ء تک مواصلات کے جز ٹیلی گنجانیت اور براڈبینڈ کی سرایت بڑھ کر بالترتیب 80.0 فیصد اور 39.2 فیصد تک پہنچ گئی جو گذشتہ برس 76.8 فیصد اور 33.8 فیصد تھی۔ خصوصاً وبا کی مدت میں پی ٹی سی ایل کے انٹرنیٹ ٹریفک میں خاصی نمو درج کی گئی کیونکہ ای لرننگ، ورچوئل میٹنگ پلیٹ فارموں، ای کامرس اور دیگر ڈجیٹل لین دین کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا (**خصوصی سیکشن 1**)۔[42]

جدول 2.17: ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات کے شعبے میں خام قدر اضافی (ساکن قیمتوں پر)

فیصد میں	م س20ء میں حصہ	نمو	
		م س19ء ن	م س20ء ع
روڈ ٹرانسپورٹ	71.1	5.5	-9.6
فضائی ٹرانسپورٹ	6.6	31.6	-6.5
ریلویز	0.4	68.6	-45.7
آبی ٹرانسپورٹ	3.7	75.7	16.0
مواصلات	15.3	7.6	4.1
ذخیرہ کاری	2.7	0.7	-4.5
پائپ لائن	0.1	8.0	-12.2
کل	**100**	**4.63**	**-7.08**

ن: نظر ثانی شدہ۔ ع: عبوری۔

ڈیٹا کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

مالیات اور بیمہ کے معاملے میں اس جز میں سب سے بڑا حصہ رکھنے والے جدولی بینکوں کی شرح نمو میں تیزی سے کمی دیکھی گئی، جس سے مالی سال 20ء میں اس پورے شعبے کی نمو سست ہو کر 0.8 فیصد رہ گئی جبکہ گذشتہ برس

جدول 2.18: ای بینکاری لین دین

حجم ملین میں اور مالیت ارب روپے میں

	حجم			مالیت		
	م س19ء	م س20ء ع	نمو	م س19ء	م س20ء ع	نمو
ای بینکاری	869.8	905.9	4.2	58,820.7	65,987.3	12.2
ریئل ٹائم آن لائن بینکاری	187.4	173.7	-7.3	49,430.7	54,433.2	10.1
اے ٹی ایم	523.3	512.1	-2.1	6,399.6	6,429.4	0.5
پی او ایس	72.4	70.3	-2.9	366.2	364.2	-0.5
انٹرنیٹ بینکاری	39.7	56.6	42.6	1,722.2	2,952.7	71.4
موبائل فون بینکاری	41.1	82.8	101.5	866.8	1,763.6	103.5
کال سینٹ / آئی وی آر بینکاری	0.3	0.2	-33.3	9.2	9.3	1.1
ای کامرس	5.7	10.2	78.9	26.1	34.9	33.7

ع۔ عبوری

ماخذ: بینک دولت پاکستان

[40] ماخذ: پی اے ایم اے: پاکستان آٹو موٹو مینوفیکچررز ایسوسی ایشن۔

[41] نجی سواری کی خدمات (کریم، اوبر، Swvl اور ایئر لفٹ) کے آپریشنز بھی لاک ڈاؤن میں معطل ہو گئے تھے۔

[42] ماخذ: پی ٹی سی ایل پریس ریلیز، بتاریخ 15 جولائی 2020ء۔

یہ 5.0 فیصد تھی۔ مالی سال 20ء کی دوسری ششماہی میں کورونا وائرس کی شروعات نے نجی شعبے کی جانب سے قرضے کی کمزور طلب کے نتیجے میں اس کی نمو کے امکانات کو مزید کمزور کر دیا (**باب 3**)۔ شعبہ بینکاری کے اثاثہ جاتی معیار میں بھی بگاڑ دیکھا گیا اور مالی سال 20ء میں انفیکشن کا تناسب گذشتہ برس کے 8.8 فیصد سے بڑھ کر 9.7 فیصد تک پہنچ گیا۔

مالی سال 20ء میں ای بینکاری ذرائع کے مجموعی استعمال کی بروقت آن لائن بینکاری (آر ٹی او بی)، اے ٹی ایمز، پوائنٹ آف سیل (پی او ایس)، انٹرنیٹ اور موبائل فون بینکاری، کال سینٹر بینکاری اور ای کامرس کے حجم میں 4.2 فیصد اور مالیت میں 12.2 فیصد اضافہ ہوا (**جدول 2.18**)۔[43] تفصیلی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ای بینکاری ذرائع میں انٹرنیٹ اور موبائل فون بینکاری کے ذریعے گذشتہ برس کے مقابلے میں حجم اور مالیت دونوں لحاظ سے لین دین خاصا بڑھا ہے۔ ان ذرائع سے ادائیگیوں کا بڑھنا خوش آئند ہے جو عوام کو نقد کے بجائے ڈجیٹل لین دین پر منتقل کرنے کی اسٹیٹ بینک کی نظام ادائیگی کی قومی حکمت عملی کے مقاصد سے واضح طور پر ہم آہنگ ہے۔ مزید برآں، اسٹیٹ بینک کی جانب سے کمرشل بینکوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ آن لائن بینکاری ذرائع سے رقوم کی منتقلی پر سروس چارجز ختم کر دیں تاکہ وبا کے دوران صارفین اور ملازمین کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے ان دو ذرائع سے ڈجیٹل ادائیگیاں بڑھائی جاسکیں (**خصوصی سیکشن 1**)۔

حکومت کی جانب سے خدمات کی فراہمی میں اضافے سے بھی معیشت کو تقویت ملی۔ مثلاً، روزگار پر لاک ڈاؤن کے یومیہ اجرت کمانے والوں کی گذربسر پر معاشی اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے "احساس ایمرجنسی کیش پروگرام" کے تحت مجموعی طور پر 203 ارب روپے مختص کیے اور 27 جولائی تک 13.3 ملین استفادہ کنندگان میں 160.5 ارب روپے پہلے ہی تقسیم کیے جا چکے تھے۔ مالی سال 20ء میں حکومت کے جاری اخراجات 20.1 فیصد اضافے کے ساتھ 8.5 ٹریلین روپے تک پہنچ گئے، جبکہ گذشتہ برس یہ 7.1 ٹریلین روپے تھے (**باب 4**)۔

دیگر نجی خدمات کے جز میں آئی سی ٹی کی خالص برآمدات 36.0 فیصد اضافے کے ساتھ بڑھ کر 784 ملین ڈالر تک پہنچ گئیں (**جدول 2.19**)۔ اس میں سافٹ ویئر مشاورتی خدمات اور کمپیوٹر سافٹ ویئر میں بالترتیب 23.0 فیصد اور 48.3 فیصد نمو دیکھی گئی۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ برآمدات میں اضافہ مالی سال 20ء کی دوسری ششماہی میں زیادہ نمایاں تھا۔[44] "عظیم لاک ڈاؤن" کے دوران آئی سی ٹی سے متعلق خدمات کی برآمدات میں اضافے سے نشاندہی ہوتی ہے کہ پاکستانی فرموں نے عالمی سطح پر ان خدمات کی طلب سے فائدہ اٹھایا۔ ممکن ہے کہ حکومت کی جانب سے گھر سے آن لائن کام کرنے کے انتظامات جیسے سماجی فاصلے کے اقدامات پر عملدرآمد کی وجہ سے طلب مزید بڑھ گئی ہو۔[45]

جدول 2.19: کمپیوٹر خدمات میں پاکستان کی تجارت (خالص)

(ہزار ڈالر)	م س19ء	م س20ء ع
کمپیوٹر خدمات	**576,110**	**783,807**
سافٹ ویئر مشاورتی خدمات	245,690	302,194
کمپیوٹر سافٹ ویئر	104,362	154,722
ہارڈ ویئر مشاورتی خدمات	2,145	1,942
کمپیوٹر کی مرمت اور دیکھ بھال	4,640	805
کمپیوٹر کی دیگر خدمات	219,273	324,144

ماخذ: بینک دولت پاکستان

[43] بروقت آن لائن برانچیں (آر ٹی او بی) جو بنیادی بینکاری ایپلی کیشن سے منسلک ہیں اور پاکستان بھر میں بروقت آن لائن بینکاری فراہم کرتی ہیں۔

[44] پہلی ششماہی مالی سال 20ء اور دوسری ششماہی مالی سال 20ء کے دوران خالص آئی سی ٹی برآمدات میں گذشتہ برس کی نسبت بالترتیب 25.4 فیصد اور 46.8 فیصد اضافہ ہوا

[45] ڈبلیو ٹی او (2020ء) کورونا وائرس کے تناظر میں تجارتی خدمات۔ معلوماتی نوٹ 26 مئی، 2020ء جنیوا۔ عالمی تجارتی تنظیم۔

باب 3: زری پالیسی اور مہنگائی

مالی سال 20ء کے پہلے آٹھ ماہ کے دوران جڑواں خساروں میں نمایاں بہتری آئی جس کی وجوہات استحکام کی مربوط کوششیں اور بازار کی مبادیات کے ساتھ شرحِ مبادلہ کا دوبارہ ہم آہنگ ہونا ہیں۔ غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی بھی نسبتاً مستحکم رہی ، گو کہ یک بارگی اور موسمی عوامل نے اِس پورے عرصے کے دوران عمومی مہنگائی کو دباؤ میں رکھا۔ کلّی مبادیات میں بہتری کی عکاسی صارفین اور کاروبار کے اعتماد میں متواتر بہتری میں بھی ہوئی جس سے اقتصادی نمو کی مستحکم بحالی کی راہ ہموار ہوئی۔ تاہم عین اُس وقت جب اس بحالی کی ابتدائی علامات ظاہر ہونے لگی تھیں کورونا وائرس کے ملکی اور عالمی پھیلاؤ اور اس کے نتیجے میں ناگزیر ہونے والے تحدیدی اقدامات نے معاشی سرگرمیاں نمایاں طور پر معطل کر دیں۔ کاروباری رسد کا سلسلہ سخت متاثر ہوا کیونکہ اشیا سازی کی اور خردہ سرگرمیاں قریب قریب بند ہوگئیں۔ سامنے آنے والی مالی دشواریوں سے نمٹنے کے لیے کاروباری اداروں نے اپنی آپریشنل سرگرمیاں کم کر دیں اور لاگت کم کرنے کے جو بھی طریقے دستیاب تھے ان کو اپنا لیا جن میں تجارتی سامان (انونٹری)کی خریداری کو معقول بنانا اور ملازموں کی برطرفی بھی شامل ہے۔ سامنے آنے والے معاشی ، مالی اور سماجی چیلنجوں کا اسٹیٹ بینک نے مستعدی کے ساتھ جواب دیا اور ایسے متعدد اقدامات متعارف کرائے جن کا مقصد گھرانوں اور کاروباری اداروں کی مالکاری مشکلات کم کرنا ، ملکی افرادی قوت کے لیے کام کے مواقع محفوظ بنانا ، اور صحتِ عامہ کے شعبے کو تعاون فراہم کرنا تھا۔ تازہ ترین صورتِ حال کے جائزے کے لیے زری پالیسی کمیٹی نے متعدد ہنگامی اجلاس منعقد کیے اور تقریباً تین ماہ کے عرصے میں شرحِ سود میں مجموعی طور پر 625 بی پی ایس کمی کی جو دنیا بھر میں کی جانے والی سب سے بڑی کٹوتیوں میں شامل ہے۔ یہ تاریخی کٹوتی اس طرح ممکن ہوئی کہ مہنگائی میں متناسب کمی ہوچکی تھی اور کورونا کی وبا کے تناظر میں نمو کی معاونت کے لیے زری پالیسی میں مناسب تبدیلی لائی جارہی تھی۔

3زری پالیسی اور مہنگائی

3.1پالیسی جائزہ

پالیسی شرحِ سود میں 575 بی پی ایس اضافے اور شرحِ مبادلہ کو بازار کی مبادیات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے سبب جڑواں خساروں سے نمٹنے کی کلّی اقتصادی استحکام کی کوششیں مالی سال20ء کے آغاز پر نتیجہ خیز مرحلے تک پہنچ چکی تھیں۔ معیشت میں طلبی دباؤ کو قابو کرنے اور ملک کی بیرونی پوزیشن مستحکم کرنے میں ان کوششوں سے مدد ملی تھی۔ تاہم عمومی مہنگائی بلند سطح پر تھی، اور اگلے سال کے لیے پیش گوئی وسط مدتی ہدف کے مقابلے میں خاصی بلند تھی۔ مہنگائی کی اس ناساز گار صورتِ حال، اور ساتھ ساتھ کمزور مالیاتی پوزیشن کا مطلب یہ تھا کہ مالی سال20ء کے دوران پالیسی کی توجہ بدستور کلّی اقتصادی استحکام کو مضبوط بنانے پر رہے گی۔ درحقیقت توقع یہی تھی کہ جولائی2019ء کے بعد سے آئی ایم ایف کے توسیعی فنڈ سہولت (ای ایف ایف) کے تعاون سے اقتصادی اصلاحات پروگرام کے آغاز، خسارے کی تسکیک سے گریز کے حکومت کے عزم، اور بجٹ 20-2019ء میں اعلان کردہ مالیاتی یکجائی کے جامع اقدامات کے ساتھ ساتھ استحکام کی کوششیں زور پکڑ لیں گی۔

شکل 3.1: جولائی2019ء میں صارف مہنگائی کی پیشگوئی اور حقیقی نتیجہ

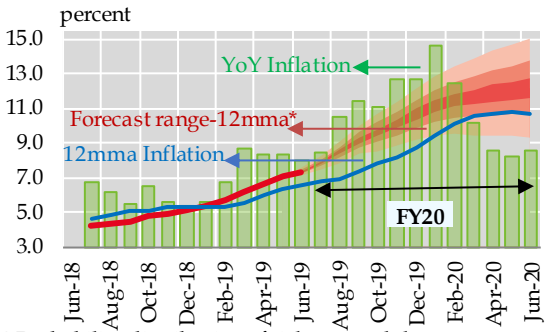

* Probability distribution of risks around the average forecast. Shades indicate various levels of confidence interval.

Source: PBS and SBP staff estimates

جولائی2019ء میں منعقدہ اپنے پہلے اجلاس میں زری پالیسی کمیٹی نے پالیسی ریٹ100 بی پی ایس بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اس امر کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا تھا کہ شرحِ مبادلہ کی گذشتہ کمی سے مہنگائی بڑھنے کا دباؤ موجود تھا اور مالی سال20ء کے بجٹ میں یوٹیلٹی کے نرخوں میں رڈوبدل کے یک بارگی اثرات اور محاصل بڑھانے کے جن دیگر اقدامات کا اعلان کیا گیا تھا ان سے مستقبل قریب میں مہنگائی میں اضافے کا امکان تھا۔ سال کے آغاز پر (جولائی 2019ء) اسٹیٹ بینک کے صارف اشاریہ قیمت کے تخمینے 11 سے 12 فیصد کی بلند سطح پر تھے جو 5 سے 7 فیصد کے وسط مدتی ہدف سے زائد تھے (**شکل 3.1**)۔ اگرچہ پالیسی ریٹ میں مجموعی رڈوبدل بعد میں اس لحاظ سے کارگر رہا کہ طلبی پہلو کا دباؤ کم ہو گیا (جیسا کہ قوزی مہنگائی میں مسلسل استحکام سے عکاسی ہوتی ہے)، تاہم جیسے جیسے وقت گذرا معیشت کو نت نئے چیلنج درپیش ہوئے۔

سب سے زیادہ تشویش کا باعث غذائی مہنگائی میں تیزی سے ہونے والا اضافہ تھا جو بلند ٹیکسوں (شکر، سگریٹ، خوردنی تیل اور گھی)، نقل و حمل کے اخراجات بڑھنے، اور رسد میں عارضی تعطل (تازہ سبزیاں، گندم اور شکر) سے پیدا ہوا۔ تاہم اسٹیٹ بینک کو توقع تھی کہ مالی سال 21ء میں جب مہنگائی کے یک بارگی عوامل کمزور پڑ جائیں گے تو مہنگائی خاصی کم ہو جائے گی۔ چنانچہ اگلے مہینوں کے دوران مہنگائی کا آؤٹ ٹرن بلند رہنے کے باوجود زری پالیسی کمیٹی نے اگلے اجلاسوں میں پالیسی ریٹ برقرار رکھا۔ اس سے قطع نظر، مہنگائی کے رجحانات کا محتاط جائزہ ضروری تھا ورنہ اگر یہ رجحانات پختہ ہو جاتے تو غذائی مہنگائی میں اضافہ صارفین کے اعتماد کو مزید نقصان پہنچا سکتا تھا، مہنگائی کی توقعات کو مستحکم کر سکتا تھا، اور صارف اشاریہ قیمت باسکٹ کی غیر غذائی اشیا تک اس کے اثرات ممکنہ طور پر پہنچ سکتے تھے۔

قیمتوں کا یہ دباؤ جنوری2020ء تک شدید ہوتا رہا، تاہم فروری میں اُس وقت کم ہونا شروع ہو گیا جب تلف پذیر اشیا کے نرخ رسد کے انتظامی اقدامات (بشمول سٹہ باز عناصر کے خلاف کریک ڈاؤن) اور موسمی رسد بحال ہونے کے نتیجے میں کم ہو گئے۔ مارچ میں مہنگائی مزید گھٹ گئی جب دنیا بھر میں کورونا کی وبا بڑھنے اور عالمی طلب کمزور پڑنے سے تیل کی بین الاقوامی قیمتیں نمایاں طور پر گر گئیں۔ تاہم اُس وقت تک پاکستان میں بھی وبا خاصی بڑھنا شروع ہو چکی تھی۔ وائرس کے ملکی اور عالمی پھیلاؤ نے اور اسے قابو کرنے کے لیے ضروری اقدامات نے معیشت کو غیر معمولی انداز میں تہ و بالا کرنا شروع کر دیا۔

کاروباری اداروں کا رسدی سلسلہ سب سے زیادہ متاثر ہوا، اور پیداواری اور خردہ سرگرمیاں تقریباً جامد ہو کر رہ گئیں۔ آنے والی مالی رکاوٹوں سے نمٹنے کے لیے کاروباری اداروں نے اپنی آپریشنل سرگرمیاں کم کر دیں اور اخراجات کم کرنے کے متعدد طریقے سختی کے ساتھ اختیار کر لیے جن میں تجارتی سامان کی خریداری کو معقول بنانا، ملازموں کی برطرفی اور مزید بھرتی کو روکنا شامل ہے۔ اگرچہ منافع بخش اور نقدی سے مالا مال کمپنیوں سے توقع کی گئی کہ وہ اس بحران کا بخوبی سامنا کر لیں گی، تاہم زیادہ غیر سیال کمپنیوں کے لیے ادائیگی قرض کے خدشات ظاہر ہونے لگے، خاص طور پر جب صحت کا بحران اور اس کے معاشی اثرات بدتر ہوئے۔

ایک طرف یہ تعطل تھا، دوسری طرف یہ بے یقینی تھی کہ اِن تحدیدی اقدامات کا دورانیہ کب تک رہے گا، چنانچہ یہ دونوں عوامل ملکی طلب میں قابلِ ذکر سست روی اور صارف اور کاروبار کے اعتماد کو کمزور کرنے کا سبب بنے۔ اسٹیٹ بینک کو مالی منڈیوں میں ہونے والی تبدیلیوں پر بھی تشویش تھی، کیونکہ غیر ملکی فنڈ منیجرز نے پاکستان سمیت متعدد ابھرتی ہوئی منڈیوں سے سرمایہ نکال لیا تھا، جس نے قرضہ اور ایکویٹی کی ملکی منڈیوں میں فروخت کے نمایاں دباؤ کو جنم دیا۔ استحکام کے نقطۂ نظر سے بھی کارپوریٹ شعبے کی بدلتی ہوئی مالی پوزیشن بینکوں کے اثاثہ جات کے معیار کے لیے خطرے کا سبب تھی۔ آخری بات یہ کہ صحتِ عامہ کی ضروریات کو پورا کرنے، سماجی منتقلی، رابطے کی تلاش، ڈیٹا مینجمنٹ، اور واپس آنے والے تارکین سے نمٹنے کے لیے بھاری اخراجات کے تقاضوں کے پیشِ نظر مالیاتی پوزیشن میں بھی بگاڑ متوقع تھا (**باب 4**)۔

چنانچہ اسٹیٹ بینک کے لیے ضروری تھا کہ وہ اِن چیلنجوں کا آگے بڑھ کر بھرپور جواب دے اس سے پہلے کہ وہ کسی معاشی بحران میں ڈھل جائیں۔ اِن چیلنجوں پر قابو پانے کے لیے اسٹیٹ بینک نے ایسے جامع پالیسی اور ضوابطی اقدامات کیے جو نقدی کے بہاؤ کے حوالے سے گھریلو اور کاروباری طبقوں کی رکاوٹوں کو کم کریں، افرادی قوت کے روزگار کو تحفظ دے سکیں، اور صحتِ عامہ کے نظام کو سہارا دے سکیں۔ بدلتی ہوئی صورتِ حال کے جائزے کے لیے زری پالیسی کمیٹی نے شیڈول سے ہٹ کر کئی اجلاس کیے اور چونکہ مہنگائی میں تیزی سے کمی ہوئی تھی اس لیے دستیاب گنجائش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تقریباً تین ماہ کے عرصے میں شرحِ سود 625 بی پی ایس کم کر دی جو ابھرتی ہوئی معیشتوں میں سب سے بڑی کٹوتیوں میں شامل ہے (**شکل 3.2** اور **شکل 3.3**)۔ اِن تمام پالیسی جائزوں میں زری پالیسی کمیٹی نے ملکی طلب میں نمایاں سست روی، غذائی نرخوں میں تخفیف، تیل کی کئی عشروں کی پست عالمی قیمتوں اور مہنگائی کی توقعات میں نمایاں کمی کے دوران مہنگائی کی رفتار میں قابلِ ذکر کمی ملاحظہ کی۔ ان عوامل کے پیشِ نظر اسٹیٹ بینک نے تخمینہ لگایا کہ مہنگائی کا 5 سے 7 فیصد کی رینج میں وسط مدتی ہدف ماضی کی پیش گوئی کے مقابلے میں نسبتاً جلد پورا کر لیا جائے گا۔ نیز، اگرچہ شرحِ مبادلہ کے ساتھ ساتھ مالیاتی کھاتے پر عارضی دباؤ دیکھا جا رہا تھا تاہم زری پالیسی کمیٹی نے محسوس کیا کہ سست ہوتی ہوئی معاشی سرگرمی کے مقابلے میں سہارا فراہم کرنے کے لیے پالیسی ریٹ میں کمی ضروری ہے۔ یہ امر خاص طور پر اُن کمپنیوں کے لیے قرضے کی مالکاری کو قابلِ عمل بنانے کی خاطر ضروری تھا جن کی سود کی ادائیگی کی طاقت زری سختی کے حالیہ دورانیے میں خاصی کمزور پڑ چکی تھی، اور اسی وجہ سے وہ قرضہ منڈی سے باہر ہو رہے تھے۔

شکل 3.3: اہم شرح ہائے سود کے رجحانات

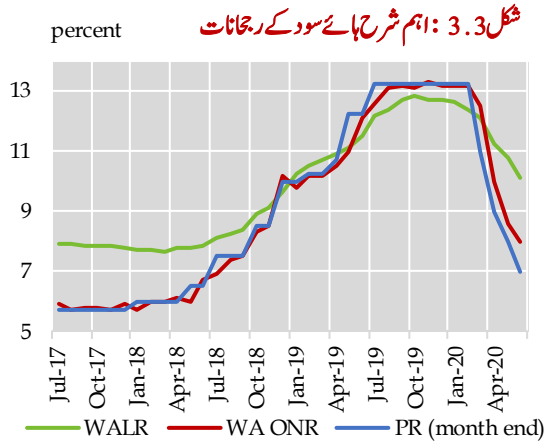

Source: State Bank of Pakistan

اہم بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک نے اُن کاروباری اداروں کے لیے رعایتی قرضے کی اسکیم بھی متعارف کرائی جو اپنے ملازمین کو برطرف نہ کرنے کا وعدہ کریں۔ روزگار اسکیم کے تحت اسٹیٹ بینک اور حکومت نے بینکوں کو چھوٹے اور درمیانے حجم کے اداروں کو قرضہ جاری کرنے کی ترغیب دینے کے لیے بعد میں ایس ایم ای اداروں اور چھوٹے کاروباری اداروں کے لیے ایک رسک شیئرنگ سہولت متعارف کرائی جس کے تحت جن اداروں کا سالانہ ٹرن اوور 0.8 ارب روپے تک ہو گا انہیں 60 فیصد، اور جن کا سالانہ ٹرن اوور 2.0 ارب روپے ہو گا انہیں 40 فیصد رسک شیئرنگ کی سہولت دینے کا اعلان کیا گیا۔ نیز، اُن فرموں/کاروباری شخصیات کو سیالیت کی عارضی سہولت دینے

کے لیے جو عام حالات میں سیالیت کے محتاج نہیں ہوتے، اسٹیٹ بینک نے بینکوں کو اجازت دی کہ وہ ان کے قرضوں پر اصل رقم کی ادائیگی مؤخر کردیں۔ علاوہ ازیں، ملک میں اِن غیر یقینی حالات میں سرمایہ کاری کی سرگرمیوں میں تعاون کی خاطر اسٹیٹ بینک نے ''اقتصادی نومالکاری کی عارضی سہولت'' (Refinance Temporary Economic Facility) متعارف کرائی تاکہ نئے صنعتی کارخانوں کے قیام کے لیے رعایتی نومالکاری سہولت ملے، جسے بعد میں بی ایم آر سرگرمیوں تک توسیع دے دی گئی۔ صحت کے شعبے کے لیے اسٹیٹ بینک نے ایک نومالکاری سہولت متعارف کرائی تاکہ جو اسپتال اور دیگر طبی ادارے کورونا مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے بندوبست قائم کرنا چاہتے ہوں ان کو رعایتی قرضہ فراہم کیا جاسکے، نیز طبی سامان اور آلات کی درآمد پر پابندیاں نرم کیں۔

تاہم اس عمل کے دوران کئی طرح کے ساختی نقائص سامنے آئے، خاص طور پر اِن اقدامات کے ڈیزائن اور رسائی میں، جس نے عملدرآمد کی کوششوں میں اضافے کو ضروری بنادیا۔ خصوصاً معیشت میں قرضے کے بحیثیتِ مجموعی کمزور نفوذ کے سبب پالیسی کی رسائی کو مطلوبہ سطح تک لے جانا اسٹیٹ بینک کے لیے دشوار ہوگیا۔ اگرچہ جن کمپنیوں کے بینکوں کے ساتھ مضبوط روابط تھے انہیں اِن مشکل حالات میں مالی مدد مل سکتی تھی، تاہم یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ مالی شعبے سے الگ تھلگ بہت سی مائکرو، چھوٹی اور درمیانے حجم کی کمپنیاں نقد رقوم کے حصول کے سلسلے میں مشکلات کا سامنا کریں گی۔ نیز، غیر رسمی شعبے تک، جو ملک کی غیر زرعی افرادی قوت کے 71 فیصد سے زائد حصے کو ملازمت دیتا ہے، پہنچنا بھی مشکل تھا۔ اسٹیٹ بینک نے ان مسائل کو جرأت کے ساتھ نمٹایا۔ مذکورہ ترغیباتی اسکیموں پر عمل درآمد کے سلسلے میں ایس ایم ای کی تلاش، پُرزور مارکیٹنگ، بار بار صورتِ حال کا جائزہ اور شکایات کا ازالہ محور اور مرکز بن گیا۔ اس مقصد کے لیے اسٹیٹ بینک نے اپنے علاقائی دفاتر (بی ایس سی)، کاروباری ایوانوں، اور کمرشل بینکوں کے ساتھ مل کر کام کیا تاکہ اِن اسکیموں کے تحت قرضے کے استعمال کے سلسلے میں آنے والی ضوابطی اور آپریشنل رکاوٹیں دور کی جائیں۔ جہاں ضروری ہوا وہاں پالیسیوں میں مطابقت لائی گئی، اور اگر اہلیت کے باوجود کوئی قرضہ مسترد کیا گیا یا جب بینکوں نے (خصوصاً رسک شیئرنگ سہولتوں کے تحت) مطلوبہ ضمانت سے زائد طلب کی تو اُس صورت میں اصلاحی اقدامات کیے گئے۔

ان اقدامات کے مؤثر نفاذ سے لاتعداد کاروباری اداروں، گھرانوں اور صحتِ عامہ کے اداروں کا مالی دباؤ کم کرنے میں مدد ملی۔ جون 2020ء کے اختتام تک، جس کے آس پاس زری پالیسی کمیٹی نے اپنا تیسرا ہنگامی اجلاس منعقد کیا، 1.3 ملین سے زائد کاروباری اداروں کی 810 ارب روپے سے زائد مالیت کی اصل رقم کی ادائیگی (ایک سال تک کے لیے) مؤخر کردی گئی یا تنظیمِ نو کی گئی۔ اسی طرح 1.3 ملین ملازموں کو تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے 2784 سے زائد کاروباری اداروں نے مالکاری تعاون حاصل کیا۔ ان سرگرمیوں سے قطع نظر، نمو کو درپیش خطرات بلند رہے جیسا کہ بڑے پیمانے کی اشیاسازی، سیمنٹ کی نقل و حمل، پیٹرولیم کی فروخت وغیرہ جیسے معاشی سرگرمیوں کے بلند تعدّد والے اکثر اظہاریوں میں آنے والے سکڑاؤ سے ظاہر ہے۔ مزید برآں، صارف اور کاروبار کا اعتماد بھی منفی دائرے میں رہا کیونکہ کورونا کے پھیلاؤ، اور اسمارٹ لاک ڈاؤن کی متوقع مدّت کے حوالے سے غیر یقینی پائی جاتی تھی۔

شکل 3.2 : ابھرتے ہوئے ملکوں میں کورونا کی وبا پر یکم فروری 2020ء سے زری پالیسی کا ردعمل

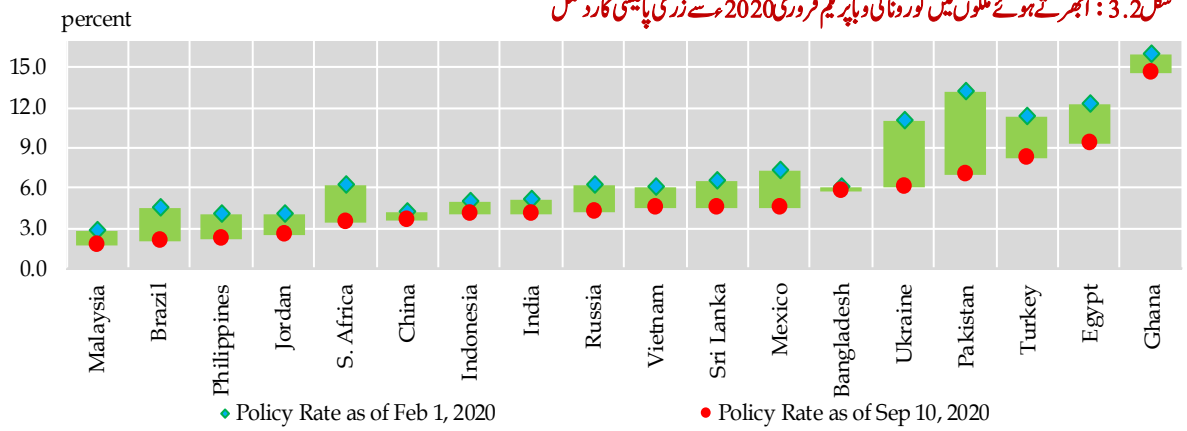

* The green bars show the magnitude of reduction in the policy rates.
Source: tradingeconomics.com; cbrates.com

جدول 3.1: زری مجموعے (عبوری)

ارب روپے

	جولائی تا فروری		مارچ تا جون		مالی سال	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
زر2 (الف+ب)	**485.3**	**880.5**	**1,316.0**	**2,228.8**	**1,801.3**	**3,109.3**
الف۔ خالص بیرونی اثاثے	-843.2	1,127.0	-455.5	-134.8	-1,298.7	992.2
ب۔ خالص ملکی اثاثے	1,328.5	-246.4	1,771.5	2,363.6	3,100.0	2,117.1
میزانی قرض گیری *	**988.5**	**190.3**	**1,215.0**	**1,979.8**	**2,203.5**	**2,170.0**
اسٹیٹ بینک	3,178.1	-795.8	-99.6	660.9	3,078.5	-134.9
جدولی بینک	-2,189.6	986.1	1,314.7	1,318.8	-875.0	2,304.9
اجناسی مالکاری	-140.5	-96.9	77.2	153.9	-63.3	57.0
نجی شعبے کا قرضہ	**615.9**	**250.0**	**77.7**	**-53.7**	**693.5**	**196.4**
سرکاری شعبے کے ادارے	115.9	-8.8	210.2	105.1	326.0	96.3
دیگر اجزا خالص	**-254.0**	**-585.8**	**177.8**	**178.9**	**-76.2**	**-406.8**
واجبات کے لحاظ سے:						
زیرِ گردش کرنسی	311.7	473.3	250.6	718.7	562.2	1,192.0
بینکوں میں مجموعی ڈپازٹ	166.0	407.6	1,066.5	1,502.4	1,232.4	1,909.9
زر بنیاد	757.3	25.6	331.5	1,080.6	1,088.8	1,106.2

* یہ اعداد و شمار واجب الوصول کی بنیاد پر ہیں۔ یہ شکل 3.4 اور جدول 4.1 میں درج نقد بنیاد پر بینک مالکاری کے مطابق نہیں ہیں۔

ماخذ: بینک دولت پاکستان

چنانچہ طلبی پہلو سے مہنگائی کے خطرات مزید کم ہونے اور بیرونی شعبے کا منظر نامہ مستحکم ہونے کے ساتھ زری پالیسی کمیٹی نے پالیسی ریٹ مزید کم کر کے 7 فیصد کر دیا۔ پالیسی ریٹ میں اس کمی کے نتیجے میں، جس کی بنیاد پر 3.3 ٹریلین روپے مالیت کے واجب الادا قرضوں کی نو قیمت بندی (reprice) اوائل جولائی 2020ء تک کی جانی تھی، اسٹیٹ بینک کے مجموعی اقدامات سے گھرانوں اور کاروباری اداروں کو نقدی کا مجموعی ممکنہ بہاؤ جی ڈی پی کے تقریباً 4.0 فیصد تک جا پہنچا۔

3.2 زری مجموعے

مالی سال 20ء کے دوران زرِ وسیع (ایم ٹو) میں 17.5 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 11.3 فیصد ہوا تھا۔ اس زائد اضافے کی وجہ بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں مستحکم نمو تھی۔ خالص ملکی اثاثوں میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا تاہم وہ گذشتہ سال کی نسبت کم رہا (**جدول 3.1**)۔

مالی سال 20ء کے دوران زری شعبے میں ہونے والی تبدیلیوں سے پوری طرح آگاہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس سال کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جائے، یعنی قبل از کورونا وبا اور بعد از کورونا وبا۔ پہلے آٹھ ماہ کے دوران زر کی مجموعی نمو کو خالص بیرونی اثاثوں سے کلیدی مہمیز ملی جس سے جاری کھاتے میں بہتری، بین الاقوامی مالی ادارے کے تعاون اور ملکی بازارِ قرضہ میں بیرونی سرمائے کے بہاؤ کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہاں یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ جاری پروگرام کے تحت آئی ایم ایف کا توازنِ ادائیگی میں معاونت کے لیے قرضہ حکومت نے پہلی بار اپنا بجٹ خسارہ پورا کرنے کے لیے استعمال کیا (چنانچہ اسے حکومت کے، نہ کہ اسٹیٹ بینک کے، بیرونی واجبات کے طور پر شمار کیا گیا)۔ اِس مدت کے دوران بینکوں کے خالص ملکی اثاثوں میں سکڑاؤ آیا، کیونکہ ملکی قرضہ آلات میں بیرونی سرمایہ کاری نے بینکوں کی رقوم کے لیے حکومت کی طلب کم کر دی۔ نجی شعبے کا قرضہ بھی کمزور ہوا کیونکہ ملکی صنعتی سرگرمیاں سست پڑ گئی تھیں۔ مزید برآں، اسٹیٹ بینک کے منافع میں تیزی سے اضافے کے نتیجے میں دیگر اجزا کی خالص رقم میں کمی آگئی۔

کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے ساتھ ہی یہ رجحانات معکوس رخ اختیار کر گئے: خالص بیرونی اثاثوں میں خالص سکڑاؤ آگیا، جبکہ خالص ملکی اثاثوں میں تیزی سے اضافہ ہو گیا۔ خالص بیرونی اثاثوں کے معاملے میں دو تبدیلیاں اہم

تھیں۔ پہلی، غیر ملکی سرمایہ کاروں نے ملکی بازار سے اپنا سرمایہ نکال لیا جس سے ملک کے زرِمبادلہ ذخائر پر کچھ دباؤ آگیا۔ دوسرے، سرمائے کے اِس اخراج کی بنا پر پاکستانی روپے کی قدر امریکی ڈالر کے مقابلے میں گر گئی جس سے بینکوں کے غیر ملکی واجبات کا (روپے میں) واجب الادا اسٹاک نمایاں طور پر بڑھ گیا۔ بیرونی اثاثوں کی بھی باز قدر پیمائی کی گئی تاہم غیر ملکی واجبات کے بھاری حجم کے پیشِ نظر اس کے اثرات منفی رہے۔ جس کی عکاسی اس امر سے ہوتی ہے کہ مارچ تا جون 2020ء خالص بیرونی اثاثوں میں سکڑاؤ کا تقریباً 31 فیصد حصہ پاکستانی روپے کی قدر 9 فیصد گرنے سے ہوا۔ خالص ملکی اثاثوں میں اضافے کا سبب جدولی بینکوں سے حکومت کی میزانی قرض گیری میں اضافہ تھا، جس کی وجوہات یہ تھیں: (i) جب غیر ملکی سرمایہ کاروں نے رقوم نکال لیں تو سرکاری تمسکات میں بینکوں نے ثانوی بازار کی سرمایہ کاری کیں، اور (ii) محصولات کی وصولی کم ہونے لگی تو کورونا سے متعلق اخراجات کے بندوبست کے لیے حکومت کو اضافی قرض گیری کرنی پڑی۔

واجبات کے حوالے سے بھی تبدیلیاں سازگار نہیں تھیں۔ گذشتہ رپورٹوں میں بھی یہ بات اجاگر کی گئی کہ معیشت کا نقدی کو ترجیح دینا حالیہ برسوں میں کئی گنا بڑھا ہے، خاص طور پر یہ معاملہ بینک ڈپازٹس میں اضافے سے متعلق ہے، جب سے بینکوں سے نقد اور غیر نقد لین دین پر ودہولڈنگ ٹیکس عائد کیا گیا ہے۔ تاہم مالی سال 20ء میں کچھ اضافی دشواریاں سامنے آئیں جن سے فرموں اور افراد کو زیادہ رقم نقد رکھنے کی ترغیب ملی، اور یہ بات گذشتہ سال کی تمام سہ ماہیوں میں کرنسی اور ڈپازٹ کا باہمی تناسب بلند رہنے سے ظاہر ہے (**شکل 3.4ب**)۔ جون 2020ء کے اواخر میں یہ تناسب 41.7 فیصد تک جا پہنچا۔ یہ سطح آخری بار مالی سال 92ء میں دیکھی گئی تھی (**شکل 3.4الف**)۔

کورونا سے پہلے کے عرصے کے دوران اس تناسب میں اضافے کا مطلب مہنگائی (خصوصاً غذائی مہنگائی) کی بلند سطح کے اثرات اور اس کے نتیجے میں صارف کا کمزور اعتماد تھا، کیونکہ سخت مالی صورتِ حال نے کمپنیوں اور گھرانوں کو ترغیب دی ہوگی کہ وہ بینک ڈپازٹس کی صورت میں رکھی اپنی بچت کو استعمال کریں اور زیادہ نقدی بھی رکھیں۔ اس کے علاوہ، ملک میں مالی جانچ پڑتال بڑھنے، شارٹ فائلنگ اور ٹیکس چوری کے سدِباب کے لیے سخت نگرانی، اور (مالی لحاظ سے نہایت طاقتور افراد اور غیر رجسٹرڈ کاروباری اداروں کا پتہ چلانے کے لیے) ٹیکس حکام کی طرف سے بینک ڈپازٹس اور بینکاری لین دین کے ڈیٹا کے بڑھتے ہوئے استعمال کے باعث افراد اور کاروباری اداروں میں پائے جانے والے خدشات کے سبب بھی کاروباری اور ذاتی لین دین کے لیے بینک سے بالا ہی بالا تصفیے بڑھ گئے۔

اگرچہ یہ مسائل کورونا کے پھیلاؤ کے بعد والے عرصے میں بھی برقرار رہے تاہم نقل و حرکت میں رکاوٹوں کے لحاظ سے غیر یقینی صورتِ حال نے معیشت میں نقد رقم کا نفوذ بڑھا دیا۔ مارچ تا جون 2020ء کے دوران کرنسی اور ڈپازٹ کا باہمی تناسب بحیثیت مجموعی 43.8 فیصد کے آس پاس رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈجیٹل ادائیگیوں کے فروغ اور بلا تعطل بینکاری آپریشنز کے لیے اسٹیٹ بینک کی فعال کوششوں کے باوجود صارفین احتیاطی تدابیر کے طور پر نقد رقم رکھنے ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے اس رجحان کا مقصد غالباً یہ

شکل 3.4الف: کرنسی اور ڈپازٹ کا باہمی تناسب - سالانہ

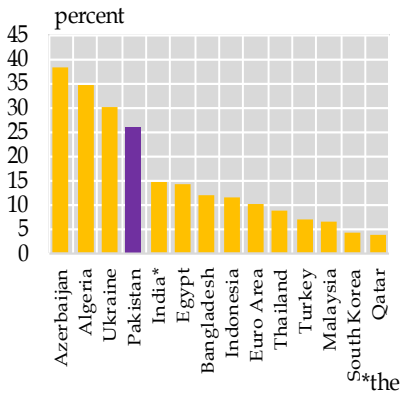

شکل 3.4ب: کرنسی اور ڈپازٹ کا باہمی تناسب - سہ ماہی

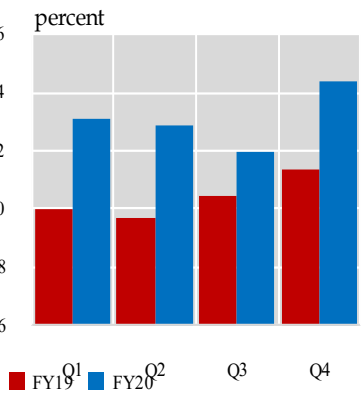

شکل 3.4ج: زیرِ گردش کرنسی اور رسدِ زر کا تناسب (جون 2020ء)

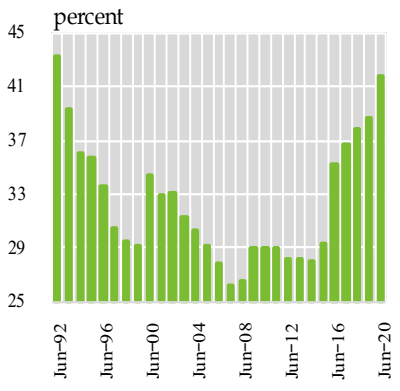

*the ratio for India is calculated using monetary survey of RBI for Jun 19, 2020

Source: SBP, IMF and RBI

شکل 3.5: بجٹ خسارے کی مالکاری کا آمیزہ

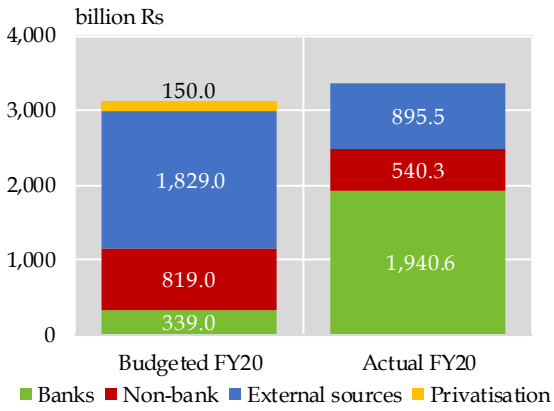

Source: Ministry of Finance

ہوتا ہے کہ بینک کھلنے کے محدود اوقات اور نقل و حرکت پر عائد پابندیوں کے سبب ان کا بینک جانا کم سے کم ہو۔ تاہم یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس عرصے (مارچ تا جون) میں رمضان کا مہینہ بھی شامل ہے جب صارفین زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے اور عید الفطر کے اخراجات کے لیے روایتی طور پر اپنے ڈپازٹ کی رقم نکلوالیتے ہیں۔[1] دریں اثنا زیرِ گردش کرنسی بڑھنے کی ایک وجہ شدید مالی مشکلات کا سامنا کرنے والے گھرانوں کے لیے حکومت کے 'احساس ایمرجنسی کیش پروگرام' کے تحت نقد رقم (جو 30 جون تک تقریباً 150 ارب روپے تھی) کی تقسیم کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔

اس سے قطع نظر، معیشت میں نقد کے نفوذ میں متواتر اضافہ تشویش ناک ہے کیونکہ دیگر ابھرتی ہوئی معیشتوں کے مقابلے میں پاکستان میں یہ نفوذ پہلے ہی بلند ہے۔ **شکل 3.4ج** سے ظاہر ہے کہ پاکستان میں کرنسی اور ڈپازٹ کا باہمی تناسب بھارت اور مصر سے زیادہ ہے، بنگلہ دیش، انڈونیشیا اور ترکی کے مقابلے میں تقریباً دگنا ہے، اور ملائیشیا اور جنوبی کوریا کے تناسب سے چار گنا سے زائد ہے۔ اگرچہ کورونا سے متعلق غیر یقینی حالات مستقبل میں کم ہو جائیں گے تاہم مالی چھان بین کے حوالے سے پائے جانے والے خدشات کافی عرصے تک برقرار رہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اگر نقد کا نفوذ معقول سطح تک کم کرنا مقصود ہے تو معیشت سے غیر رسمی انداز کم کرنے اور مالی خدمات کی فراہمی میں شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہوگی۔

سرکاری قرض گیری

بینکوں سے لی جانے والی میزانیہ قرض گیری مسلسل دوسرے سال بھی بلند سطح پر رہی، تاہم سال بسال بنیاد پر اس میں معمولی سی کمی دیکھی گئی۔[2] جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، حکومت ملکی بینکوں سے قرض گیری پر مجبور ہوئی خاص طور پر مارچ تا جون عرصے میں، جب بیرونی سرمایہ کاروں نے حکومت کے اخراجات کی ضروریات میں تیزی سے اضافے کے دوران بازارِ قرضہ سے رقوم نکلوالی تھیں۔ سال کے ابتدائی مہینوں میں بینکوں سے میزانیہ قرض گیری کافی محدود تھی کیونکہ حکومت بجٹ میں رکھے گئے مالیاتی اہداف کی پابندی کر رہی تھی، اور بیرونی ذرائع اور ملکی غیر بینک ذرائع سے بھی کافی رقوم دستیاب تھیں۔ تاہم اس سے قطع نظر، پورے سال کا جائزہ لیا جائے تو مالکاری کے آؤٹ ٹرن میں بجٹ تخمینوں سے خاصا انحراف آیا (**شکل 3.5**)۔

مالکاری ضروریات کے لیے بجٹ تخمینہ ملکی بینکاری نظام سے 339 ارب روپے کا تھا، تاہم اس کے برخلاف حکومت نے مالی سال 20ء کے دوران 1.9 ٹریلین روپے (نقد بنیاد پر) کی قرض گیری کی۔ میزانیے میں تعاون کا سارا بوجھ جدولی بینکوں پر آپڑا، کیونکہ حکومت اپنے اس عزم کی بھی پابندی کر رہی تھی کہ وہ خسارے کی تسکیک سے باز رہے گی، اور اس کے ساتھ ساتھ مرکزی بینک کی تحویل میں عرصیت پوری کرنے والی تمسکات کے اجرائے ثانی سے بھی گریز کرے گی۔[3] یہاں یہ یاددہانی ضروری ہے کہ ایسا ہی رجحان ماضی میں یعنی مالی سال 14ء سے مالی سال 16ء کے دوران دیکھا گیا تھا جب حکومت نے

شکل 3.6: بینکوں سے اعانتِ میزانیہ کے اجزائے ترکیبی*

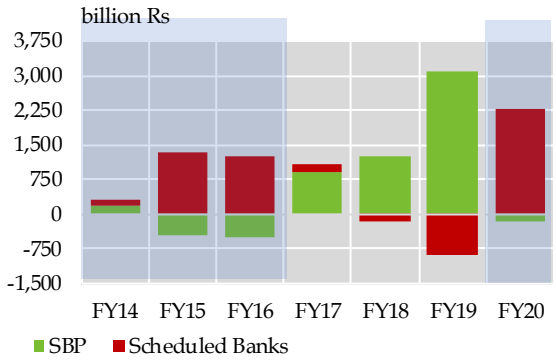

*Highlighted area indicates IMF programs

Source: State Bank of Pakistan

[1] مئی 2020ء کے ابتدائی ہفتوں میں کرنسی اور ڈپازٹ کا تناسب 46.6 فیصد ہو گیا تھا۔

[2] مالی سال 20ء میں بینکوں سے میزانیہ قرض گیری میں 18.0 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 23.5 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

[3] مالی سال 20ء کے دوران حکومت نے اسٹیٹ بینک کی تحویل میں موجود 569 ارب روپے مالیت کی تمسکات کی ادائیگی کر دی۔

مرکزی بینک سے قرضہ لینے سے مکمل گریز کیا تھا (**شکل 3.6**)۔ تاہم درمیان کے تمام برسوں کے دوران، جن میں گذشتہ سال بھی شامل ہے، خسارے کی مالکاری کا بڑا حصہ مرکزی بینک سے لیے گئے قرضے پر مشتمل رہا۔

تاہم یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ آخر جون مالی سال 19ء پر حکومت نے اسٹیٹ بینک کے قرضے کی بڑے پیمانے پر نوخاکہ بندی (re-profiling) کی تھی جب ایم آر ٹی بی کے پورے واجب الادا جزدان کو ری شیڈول کیا گیا تھا۔ اسٹیٹ بینک کے قرضے کے حجم کا تقریباً 70 فیصد حصہ رواں شرحِ سود والے دس سالہ پی آئی بیز (ایف آر۔ پی آئی بیز) میں بدل دیا گیا تھا۔ نیز، مالی سال 20ء کے آغاز کے نزدیک حکومت نے (تقریباً ایک ٹریلین روپے مالیت کے) کیش بفر تیار کیے تھے تاکہ نقدی کے بہاؤ کے عارضی اُن مسائل کو کم کیا جاسکے جو اسٹیٹ بینک کی تازہ رقوم کی غیر موجودگی میں ممکنہ طور پر ابھر سکتے ہیں۔ ان اقدامات میں مجموعی طور پر مضمر یہ تھا کہ (i) عرصیت پوری کرنے والے اسٹیٹ بینک کے قرضے کی قسط وار واپسی کے لیے حکومت پر کوئی اضافی مالکاری دباؤ نہ ہو، کیونکہ اسٹیٹ بینک کے قرضے کے 93 فیصد حصے کی عرصیت ایک سال سے زائد تھی (6 ماہی اور 12 ماہی ٹی بل اسٹاک میں صرف 7 فیصد تھے جن کی عرصیت جون 2020ء سے قبل پوری ہونا تھی) (**شکل 3.7**)، اور (ii) اگر ثانوی بازار کی یافت پر نمایاں دباؤ پڑ جائے تو حکومت کیش بفرز سے کام چلالے۔

شکل 3.7: ایم آر ٹی بی کی نئی خاکہ بندی (آخر جون 2019ء)

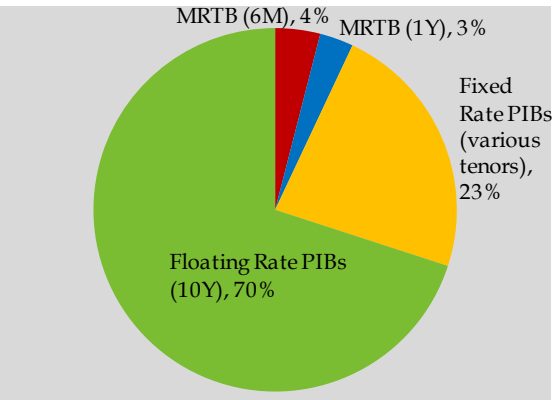

Source: State Bank of Pakistan

پس، سال کے آغاز پر، بین البینک بازار کو علم تھا کہ اسٹیٹ بینک کی فنڈنگ کی عدم دستیابی کے باوجود حکومتی بانڈز کی رسد محدود رہے گی۔ مالی سال 20ء میں حکومت کی طرف سے اعلان کردہ مالیاتی یکجائی کے اقدامات نے اس رائے کو مزید پختہ کر دیا، اور سال گذرنے کے ساتھ ساتھ حکومت نے ان اقدامات کی پابندی بھی کی۔ دوسری طرف، حکومتی بانڈز کی طلب مستحکم رہی کیونکہ شرحِ سود کے برقرار رہنے کی منڈی میں توقعات جڑ پکڑنے لگی تھیں، خاص طور پر جولائی میں زری پالیسی کمیٹی کے فیصلے کے بعد۔ اس سے بینکوں کو بنیادی نیلامیوں میں طویل مدت کے آلات کے لیے ہدف سے زائد سیالیت کے حجم کی پیش کش کرنے کی ترغیب ملی۔ اس کے جواب میں حکومت نے نیلامیوں میں مقرر کردہ اہداف کی پابندی کی، طلب و رسد کے اس فرق کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قطع شرحِ سود کم کی، اور اپنے قلیل مدتی قرضے کو طویل مدتی تمسکات میں تبدیل کرلیا۔ اس کے نتیجے میں ثانوی بازار میں نہ صرف یافت کم رہی بلکہ حکومت کے ملکی قرضے کا مجموعی عرصیتی خاکہ بھی بہتر ہوگیا۔ مالی سال 20ء کے دوران خالص بنیاد پر پی آئی بیز (خالص 1.9 ٹریلین روپے) میں حکومت کی قرض گیری ٹی بلز (738.9 ارب روپے) میں قرض گیری سے دگنے سے بھی زائد رہی۔

سرکاری تمسکات کی بنیادی نیلامیوں اور مارکیٹ کے شرکا کے رویّے کی مزید تفصیلات ذیل میں دی جارہی ہیں۔

بنیادی نیلامیاں اور مارکیٹ کا رویّہ

عرصیت نکال کر دیکھا جائے تو ٹی بلوں کے ذریعے سرمایہ کاری گذشتہ سال سے زائد رہی، اور مسابقتی بولیاں گذشتہ برسوں سے نمایاں طور پر بلند رہیں (**جدول 3.2**)۔ یہ بات اہم ہے کہ طویل مدت کے آلات کے لیے واضح ترجیح دیکھی گئی۔ 12 ماہی ٹی بلوں کے لیے عرصیت نکال کر بولیاں بڑھ کر اب تک کی بلند ترین سطح 14 ٹریلین روپے تک جا پہنچیں۔ اس کا سبب شرحِ سود کے ہموار ہونے کی توقعات اور اگست 2020ء سے یافت کا گرنا تھا جس کے باعث مارکیٹ میں 12 ماہی اور 6 ماہی ٹی بلوں کو 3 ماہی تمسکات پر ترجیح دینے کے پہلے

جدول 3.2: ٹی بل نیلامی کا خلاصہ

ارب روپے

مدت	ہدف	عرصیت	پیشکش*	قبولیت
م س20ء	15,050.0	13,986.3	32,354.2	15,167.1
م س19ء	19,500.0	19,183.7	23,343.2	18,875.9
م س18ء	16,925.0	16,388.0	21,105.2	17,550.6

* صرف مسابقتی بولیاں

ماخذ: بینک دولت پاکستان

مرحلے کے آغاز کو مہمیز ملی۔ تاہم دسمبر 2019ء اور جنوری 2020ء میں بلند مہنگائی، اور معکوس خطِ یافت کے نتیجے میں اس رجحان میں ایک عارضی الٹ پھیر واقع ہوا جو وسط دسمبر سے وسط فروری تک برقرار رہا، اور دوبارہ ٹی بلوں کی مجموعی مسابقتی بولیوں کا 50 فیصد سے زائد 3 ماہی ٹی بلوں پر مشتمل ہوگیا۔ کورونا کی وبا آنے کے بعد مارکیٹ میں شرحِ سود میں کمی کی توقعات نے پھر زور پکڑ لیا اور 12 ماہی اور 6 ماہی تمسکات کی طلب بڑھ گئی۔ سال پر مجموعی نظر ڈالی جائے تو 3 ماہی تمسکات کے واجب الادا حجم میں 4.4 ٹریلین روپے کی تیز رفتار کمی آئی جبکہ 6 ماہی اور 12 ماہی وثیقہ جات میں بالترتیب 0.9 ٹریلین اور 4.6 ٹریلین روپے کا اضافہ ہوا۔

پی آئی بیز کے معاملے میں معینہ شرح اور رواں شرح دونوں اقسام کے آلات کی قبولیت مالی سال 20ء کے دوران بلند سطح پر رہی (**جدول 3.3**)۔ مالی سال کے دوران حکومت نے پی آئی بیز سے مجموعی طور پر 1.97 ٹریلین روپے اکٹھا کیے جبکہ گذشتہ مالی سال خالص عرصیت کی بنیاد پر صرف 0.34 ٹریلین روپے جمع کیے گئے تھے۔ یہ حکومت کی انتظامِ قرضہ کی حکمتِ عملی میں واضح تبدیلی کی علامت ہے۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ حکومت نے مارکیٹ کے لیے طویل مدتی اور وسط مدتی بانڈز کی رینج بڑھانے کی کوشش میں اپریل 2020ء میں 15 سالہ معینہ کوپن والا پی آئی بی دوبارہ متعارف کرایا (جو پچھلی بار اگست 2011ء میں جاری ہوا تھا)، اور جون 2020ء میں رواں شرح والے 3 سالہ اور 5 سالہ نئے پی آئی بیز لائے گئے تاکہ مارکیٹ میں درمیانی مدت کے رواں شرح والے وثیقہ جات کی کمی پوری کی جائے۔ ان ہی خطوط پر حکومت

جدول 3.3: پی آئی بی کی نیلامی کا خلاصہ

ارب روپے

مدت	ہدف	عرصیت	پیشکش*	قبولیت
معینہ کوپن				
م س20ء	1,255.0	920.3	5,027.0	2,070.7
م س19ء	800.0	843.6	2,320.5	873.5
م س18ء	900.0	1123.4	338.5	101.7
رواں کوپن				
م س20ء	950	-	1,578.1	818.3
م س19ء	850	-	706.3	311.7
م س18ء	100	-	296.1	43.1

* صرف مسابقتی بولیاں

ماخذ: بینک دولت پاکستان

نے 5 سال سے زائد عرصے کے وقفے کے بعد 20 سالہ پی آئی بیز کے لیے بولیوں کو قبول کیا۔

شکل 3.8: معینہ شرح کے پی آئی بی کے لیے بولیاں اور ثانوی بازار کی یافت

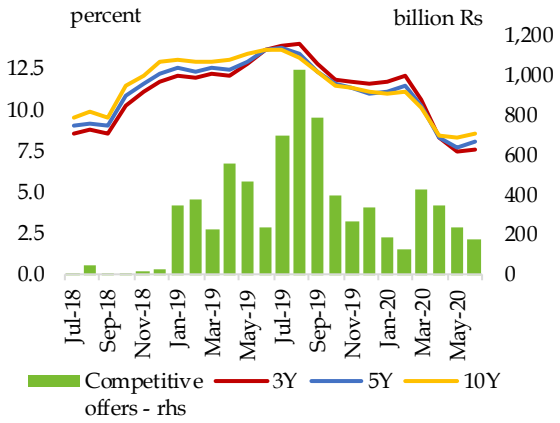

Source: State Bank of Pakistan and MUFAP

طلبی پہلو سے جائزہ لیا جائے تو مسابقتی بولیاں گذشتہ سال کے مقابلے میں دگنی سے زائد ہوگئیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مارکیٹ طویل مدتی شرحوں کے بلند سطح پر رہنے کے پیشِ نظر طویل مدتی آلات میں زیادہ انکشاف لینے کے لیے آمادہ ہے۔ ابتدا میں مالی سال 20ء کے شروع میں پیشکشوں کا حجم بلند رہا تاہم بعد میں جب یافت گرنے لگی اور مہنگائی دوہندسی ہوگئی تو پی آئی بیز کے لیے بولیاں کم ہوگئیں (مارچ 2020ء تک)۔ کورونا کی آمد سے شرحِ سود میں کمی ہونے کی مارکیٹ کی توقعات بڑھ گئیں چنانچہ پی آئی بیز میں دلچسپی بحال ہوگئی، اگرچہ کہ اُتنی زیادہ نہیں جتنی مالی سال 20ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران دیکھی گئی تھی (**شکل 3.8**)۔

کورونا کے دوران صکوک کا اجرا

کورونا کی وبا پھیلنے کے بعد مالیاتی خسارہ بڑھنے، اور ملکی قرضہ تمسکات سے بیرونی جزدانی سرمایہ کاری کے انخلا کے پیشِ نظر حکومت نے ملکی سرمایہ کاروں کی تعداد بڑھاتے ہوئے شریعت سے ہم آہنگ قرضہ تمسکات جاری کیے۔ چوتھی سہ ماہی میں 198.2 ارب روپے مالیت کے 5 سالہ متغیر رینٹل ریٹ پر صکوک جاری کیے گئے جبکہ ہدف 300 ارب روپے تھا۔ حکومت نے اپنی بجٹ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے آخری بار جون 2017ء میں صکوک جاری کیے تھے۔ اِس سال بروقت اجرا سے نہ صرف اسلامی بینکوں کا سرکاری تمسکات کے جزدان میں حصہ بڑھانے میں مدد ملی بلکہ انہیں خطرے سے پاک

شکل 3.9: ریپو شبینہ بازار

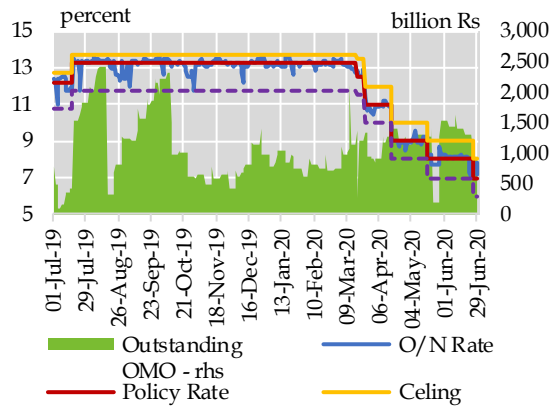

Source: State Bank of Pakistan

سرکاری قرضے کے اسلامی آلات میں سرمایہ لگانے کا بھی موقع ملا۔ اگر 5 سالہ رواں شرح کے پی آئی بیز (نیلامی 17 جون 2020ء کو ہوئی) اور اسی مدت کے سرکاری اجارہ صکوک–متغیر رینٹل ریٹ (نیلامی 18 جون 2020ء کو ہوئی) کی نیلامیوں کے نتائج کا موازنہ کیا جائے تو اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اوّل الذکر کے لیے قطع مارجن 49+ بی پی ایس تھا، جبکہ مؤخر الذکر کے لیے 10- بی پی ایس تھا یعنی صکوک تقریباً 59 بی پی ایس سستا تھا۔

انتظامِ سیالیت

مالی سال 20ء کے دوران ملکی بین البینک بازار گذشتہ سال کی نسبت کم تغیر پذیر رہا کیونکہ گذشتہ سال سیالیت میں کافی بڑے اتار چڑھاؤ دیکھے گئے۔ انتظامِ قرضہ کی سرکاری حکمتِ عملی میں تبدیلی، یعنی عرصیتی خاکہ بڑھانے کی بنا پر یہ استحکام حاصل ہوا۔ اس حکمتِ عملی کو قرضے کے طویل مدتی ریاستی آلات میں مارکیٹ کی از سرِ نو دلچسپی سے بھی مدد ملی۔ اس کے نتیجے میں ہر گذرتی نیلامی میں پہلے سے کم عرصیتیں سامنے آئیں جبکہ گذشتہ سال ایسی صورتِ حال نہیں تھی۔ سرکاری قرضہ جزدان کے عرصیت پوری کرنے میں درکار اوسط وقت میں اس بتدریج اضافے سے استحکام کے جو فوائد ملے وہ پورے سال کے دوران ظاہر ہوتے رہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ مالی سال 20ء کی پہلی ششماہی کے مقابلے میں دوسری ششماہی کے دوران شبینہ نرخ کم تغیر پذیر رہے (**شکل 3.9**)۔ اس سے قطع نظر، اسٹیٹ بینک نے مارچ تا جون 2020ء عرصے کے دوران جدولی بینکوں سے سرکاری قرض گیری کی ضروریات بڑھنے کے جواب میں، اور شبینہ نرخوں کو تیزی سے کم ہوتے ہوئے پالیسی ریٹ کے نزدیک رکھنے کے لیے بازارِ زر کے سودوں میں ادخال بڑھا دیے۔

شکل 3.10: قرضوں اور کاروبار کا تناسب (بہاؤ)

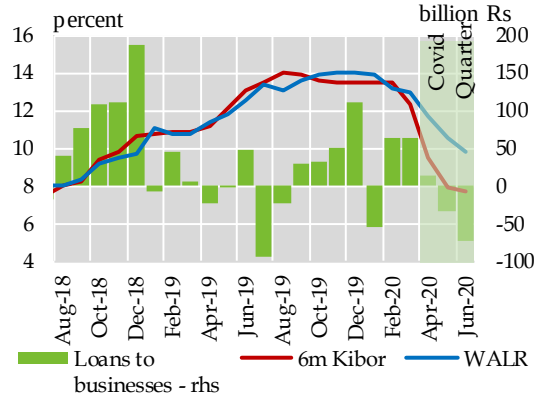

Source: State Bank of Pakistan

3.3 نجی شعبے کو قرضہ

نجی شعبے کے قرضے میں سرگرمی مالی سال 20ء کے دوران نمایاں طور پر کم ہوگئی، جو گذشتہ سال کے ان قرضوں کے مجموعی استعمال 693.5 ارب روپے کے مقابلے میں صرف 196.4 ارب روپے رہا۔ اس سے دورانِ سال بنیادی طور پر کمزور صنعتی پیداوار (خصوصاً بڑے پیمانے کی اشیاسازی) کی عکاسی ہوتی ہے، ابتدا میں جس کا سبب مالی سال 20ء کے بجٹ میں اعلان کردہ استحکامی اقدامات اور ضوابطی تبدیلیاں تھیں، اور بعد میں کورونا کی وجہ سے لاک ڈاؤن میں فیکٹریوں کی بندش تھی۔ یہاں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ گذشتہ سال انونٹری بڑھنے کی وجہ سے نقدی کے بہاؤ میں پیدا ہونے والی رکاوٹوں اور ملک میں بڑھتے ہوئے لاگتی دباؤ نے بہت سی کمپنیوں کو اضافی فائدہ اٹھانے کی ترغیب دلائی۔ تاہم شرحِ سود بتدریج جیسے جیسے بڑھتی گئی اور مارچ 2020ء تک دو ہندسوں پر برقرار رہی، اضافی بینک مالکاری بہت سی کمپنیوں کے لیے ناقابلِ عمل ہوگئی۔ مالی سال 20ء کے ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران بھی کاروباری اداروں کو کمزور سودی تحفظ کا سامنا تھا، اور بعض صنعتوں جیسے ٹیکنالوجی اور مواصلات، برقی مصنوعات، غذا اور ذاتی دیکھ بھال، سیمنٹ، ٹیکسٹائل میں مالکاری اخراجات آپریٹنگ انکم کے 70 فیصد سے زائد تھے (مارچ 2020ء کو ختم ہونے والی سہ ماہی کے دوران فولاد، بجلی، چمڑے کی صنعتوں میں یہ 39 فیصد سے زائد تھی)۔ اگرچہ تیسری سہ ماہی کے دوران معقول برآمدی سرگرمی کے ساتھ قرضے کی طلب میں کچھ تیزی آئی تاہم چوتھی سہ ماہی میں

قرضے کے اعداد و شمار پھر پست ہوگئے جب کاروباری اداروں نے 90 ارب روپے واپس کر دیے (**شکل 3.10**)۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ خالص واپسی پالیسی ریٹس میں تیزی سے کٹوتی اور اسٹیٹ بینک کی طرف سے اعلان کردہ رعایتی اقدامات کے باوجود ہوئی، جس میں کمپنیاں قسطوں کی اصل رقم کے ایک سال تک بلا فیس التوا یا مارک اپ نہ بڑھانے کی درخواست کر سکتی تھیں۔ مزید برآں، جو قرض گیر اس قابل نہیں تھے کہ مارک اپ کی رقم ادا کر سکیں یا ایک سال سے بھی زائد التوا کی ضرورت محسوس کریں وہ اپنے قرضوں کی تشکیل نو کرا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑی تعداد میں کمپنیوں نے اسٹیٹ بینک کی اعلان کردہ "روزگار اسکیم" کے تحت رعایتی قرضے حاصل کرنے کے لیے بھی درخواستیں دیں تاکہ کمپنیوں کے اخراجات میں سے کم از کم تنخواہوں کا بندوبست کیا جاسکے۔ اسٹیٹ بینک نے نئی سرمایہ کاری کی ترغیب دینے اور صحت سے متعلق اخراجات کو پورا کرنے کی غرض سے بالترتیب اقتصادی نومالکاری کی عارضی سہولت (ٹی ای آر ایف) اور کورونا کے مقابلے کے لیے نومالکاری سہولت بھی متعارف کرائی۔ بازارِ قرضہ میں ان سازگار تحرکات کے تحت قرضے کے استعمال میں کچھ بحالی متوقع تھی۔

چوتھی سہ ماہی میں قرضے کا استعمال سست رہنے کے بنیادی طور پر تین اسباب ہیں۔ پہلا، "روزگار اسکیم" کے تحت اگرچہ قرضے کی بھاری مالیت منظور کی گئی تھی تاہم قرضے کا حقیقی اجرا آخر جون 2020ء تک پست ہی رہا۔ اگرچہ 26 جون تک مجموعی طور پر 119.1 ارب روپے کے قرضے منظور کیے جاچکے تھے تاہم صرف 51.1 ارب روپے ہی کے قرضے حقیقی طور پر جاری کیے جاسکے۔ جب بینک منظور شدہ رقم جاری کریں گے تو ظاہر ہے کہ قرضوں کی واجب الادا رقم بڑھ جائے گی۔ دوسرے، منقولی شواہد بتاتے ہیں کہ روایتی سہولتوں کے تحت ماضی میں بینکوں سے قرضے لینے والی بعض کمپنیاں حال میں اعلان کردہ رعایتی سہولت کے تحت قرضے لے کر سابقہ قرضے واپس کر رہی ہیں۔ چنانچہ واجب الادا قرضے میں خالص اضافہ زیادہ بڑا نہیں ہوگا۔ تیسرے، منقولی شواہد سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کورونا پھیلنے کی رفتار اور روک تھام کے اقدامات کے دورانیے کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت کی بنا پر جن فرموں کے پاس معقول سیالیت موجود ہے، وہ فی الحال اس بات کو ترجیح دے رہی ہیں کہ اپنے واجب الادا قرضے لوٹائیں اور اضافی قرضے لینے کا ارادہ ملتوی رکھیں۔

جاری سرمائے کے قرضے

نجی کاروباری اداروں نے مالی سال 20ء کے دوران صرف 60.3 ارب روپے کے جاری سرمائے کے قرضے لیے جو گذشتہ سال 491.6 ارب روپے تھے (**جدول 3.4**)۔ اس سال جاری سرمائے کی طلب زیادہ نہیں تھی، مالی سال 20ء کے دوران جاری سرمائے کے قرضے کے لیے بینکوں کو سال بسال بنیاد پر 10 فیصد کم درخواستیں موصول ہوئیں۔ چونکہ قرض گیری کی لاگت زیادہ تھی اس لیے برآمدی نوعیت کی فرموں نے خاص طور پر ٹیکسٹائل شعبے کی فرموں نے اسٹیٹ بینک کی رعایتی برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت قرضے کا بندوبست کر لیا، چنانچہ مالی سال 20ء کے دوران برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت بحیثیت مجموعی قرض گیری 114.8 ارب روپے ہوگئی جو مالی سال 19ء کے دوران 87.2 ارب روپے تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ برآمدی مالکاری اسکیم کو منہا کر کے فرموں نے دراصل پہلے لیے گئے جاری سرمائے کے قرضے دورانِ سال واپس کیے۔ اس اسکیم کے قرضوں میں تقریباً 58 فیصد اضافہ مالی سال 20ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران ہوا، کیونکہ اسٹیٹ بینک نے جنوری 2020ء سے اس اسکیم کی مجموعی حد میں 100 ارب روپے اضافہ کر دیا تھا تاکہ برآمدی نوعیت کے شعبوں کو سہولت ملے اور برآمدی نمو بڑھے۔

ٹیکسٹائل کی طرح سیمنٹ کے شعبے کی قرض گیری بھی دوسری اور تیسری سہ ماہیوں میں مرتکز رہی، کیونکہ پی ایس ڈی پی کے تحت بلند اخراجات کے سبب ملک میں تعمیراتی سرگرمی میں کچھ بحالی آئی۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ سیمنٹ کی اکثر کمپنیوں کی مالی پوزیشن کمزور رہی (جو تیسری سہ ماہی میں درج کردہ بعد از ٹیکس خسارے سے ظاہر ہے)، کیونکہ مجموعی اقتصادی سست روی نے ان کمپنیوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ بلند ٹیکسوں اور بار برداری اخراجات کے اثرات حتمی صارفین پر ڈال سکیں۔

شکر کے شعبے میں ہونے والی تبدیلیاں بھی کچھ مختلف نہ تھیں۔ تیسری سہ ماہی میں اس شعبے کی قلیل مدتی قرض گیری سال کی بقیہ دو سہ ماہیوں کے دوران قرضوں کی ہونے والی واپسی کے اثرات زائل کرنے کے لیے کافی تھی۔ جنوری 2020ء میں اشیا کے ٹرانسپورٹروں کی ہڑتال سے شکر کے نرخ تیزی سے بڑھے، اور ہڑتال ختم ہونے کے بعد بھی بڑھتے رہے۔ چونکہ قابلِ بھروسہ ذخیرہ موجود نہ تھا اس لیے حکومت نے شکر کی برآمد پر پابندی عائد کر دی اور شکر کی درآمد کی اجازت دے دی۔ اس کے نتیجے میں تیسری سہ ماہی کے

جدول 3.4: نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضے*

(بہاؤ ارب روپے)	مجموعی قرضہ		جاری سرمایہ**		معینہ سرمایہ کاری	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
نجی شعبے کے کاروباری ادارے	574.6	97.3	491.6	60.3	82.9	37.0
اشیاسازی	411.6	162.5	362.1	111.0	49.5	51.5
ٹیکسٹائل	132.0	170.0	105.9	127.1	26.1	43.0
سیمنٹ، چونا اور پلاسٹر	33.1	26.2	15.5	26.3	17.5	-0.2
شکر	-19.6	15.1	-31.0	12.8	11.4	2.2
لوہا اور فولاد	11.3	17.6	10.7	11.6	0.6	6.0
گاڑیاں	20.5	14.6	14.5	11.3	6.0	3.3
چاول کی پروسیسنگ	26.5	-1.4	26.0	-1.7	0.5	0.3
کاغذ اور کاغذی مصنوعات	2.8	-7.1	2.8	-5.0	0.0	-2.2
نباتی اور حیوانی تیل اور چربی	30.4	-11.1	34.6	-12.8	-4.2	1.7
صاف پیٹرولیم	36.9	-20.4	42.3	-18.9	-5.4	-1.4
کھاد	23.7	-31.9	32.3	-26.6	-8.6	-5.3
ٹیلی مواصلات	-6.4	25.5	11.7	-8.0	-18.1	33.5
کان کنی اور کوہ کنی	22.2	15.0	14.7	7.7	7.5	7.3
ریئل اسٹیٹ کی سرگرمیاں	8.6	2.6	3.9	3.7	4.7	-1.1
بجلی کی پیداوار، ترسیل اور تقسیم	95.6	9.0	47.0	15.1	48.6	-6.0
انتظامی اور معاون سرگرمیاں	-	-14.7	-	-7.6	-	-7.1
ٹرانسپورٹ اور ذخیرہ کاری	3.4	12.9	8.7	22.9	-5.4	-9.9
زراعت، جنگل بانی اور ماہی گیری	-5.1	-21.3	6.2	-10.4	-11.3	-10.9
تعمیرات	-12.8	-27.5	6.6	-17.2	-19.4	-10.3
تھوک اور خردہ تجارت	62.8	-46.2	42.2	-42.7	20.6	-3.5

* ممکن ہے، م س19ء اور م س20ء کے شعبہ وار اعداد و شمار میں مکمل مطابقت نہ ہو، کیونکہ م س19ء کے ڈیٹا کی بنیاد آئی ایس آئی سی 3.1 ہے جبکہ م س20ء کا ڈیٹا آئی ایس آئی سی 4.0 درجہ بندی پر مبنی ہے۔

** بشمول تجارتی مالکاری

ماخذ: بینک دولت پاکستان

دوران اس شعبے نے 93.4 ارب روپے قرضہ لیا جو مالی سال 20ء کے دوران مجموعی طور پر 12.8 ارب روپے ہو گیا۔

اس کے برعکس، تیل صاف کرنے کے کارخانوں نے قرضہ اتارنے کا راستہ اپنایا تاکہ اپنے منافع کو قرض گیری کی بلند لاگت سے، ملک گیر لاک ڈاؤن کے دوران محدود صنعتی سرگرمیوں کے علاوہ فیکٹریوں کی بندش ، پبلک ٹرانسپورٹ اور بین الصوبائی نقل و حرکت کے مکمل تعطل کی بنا پر ایندھن کی پست طلب سے مزید متاثر ہونے سے بچا سکیں۔ تیل صاف کرنے کا شعبہ نقدی کے بہاؤ کی سنگین رکاوٹوں کا پہلے ہی سامنا کر رہا تھا۔ یہ رکاوٹیں فرنس آئل سے بجلی کی پیداوار میں ضوابطی تبدیلیوں، اور ملک میں کمرشل ٹرانسپورٹ سرگرمیوں میں درآمدی پہلو سے سکڑاؤ کی بنا پر پیدا ہوئی تھیں۔

جو فرمیں اشیاسازی نہیں کرتیں ان میں سے ٹرانسپورٹ شعبے کی قرض گیری مالی سال 20ء کے دوران 22.9 ارب روپے رہی جو قابلِ ذکر ہے کیونکہ گذشتہ سال 8.7 ارب روپے قرض لیا گیا تھا۔ قرضے میں تقریباً تمام کا تمام اضافہ مالی سال 20ء کی پہلی ششماہی کے دوران ہوا جس سے گہرے سمندر میں بندرگاہ سے منسلک ایک ادارے کی طرف سے قرض گیری کی عکاسی ہوتی ہے جو اپنے آپریشنز کو اپ گریڈ کر رہا ہے۔

معینہ سرمایہ کاری قرضے

گذشتہ چند سال سے معینہ سرمایہ کاری قرضے مسلسل بڑھ رہے ہیں جس کی وجہ پی ایس ڈی پی کے بلند اخراجات اور سی پیک سے متعلق انفرا سٹرکچر منصوبوں پر پیش رفت ہے۔ سیمنٹ اور بجلی کی پیداوار سمیت کئی شعبوں نے سرمایہ جاتی اخراجات کیے اور مشینری اور آلات کی درآمد کے لیے بینک سے قرضہ لیا۔ تاہم مالی سال 20ء کے دوران طویل مدتی قرضے صرف 37 ارب روپے بڑھے جو مالی سال 19ء کے دوران 82.9 ارب روپے کے اضافے کا نصف سے بھی کم ہیں۔ ایسا لگتا ہے بہت سے شعبوں میں سرمایہ کاری کا حالیہ دورانیہ بلند ترین سطح پر پہنچ چکا ہے، اور اب یہ ادارے اپنے طویل مدتی قرضے

لوٹا رہے ہیں۔ نیز، کمپنیاں معیشت کے طویل مدتی منظر نامے کا اندازہ لگانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کیونکہ کلی معاشیات کی استحکامی پالیسیاں برقرار ہیں اور کاروبار کا بحیثیت مجموعی اعتماد کمزور ہے۔ خاص طور پر گذشتہ سال شرحِ سود میں بار بار اضافے نے سرمایہ کاری قرضوں کی لاگت کافی بڑھادی۔ اس کے ساتھ ساتھ مارکیٹ میں شرحِ مبادلہ کے خطرے کے احساسات نے، جو ملک کی طرف سے مارکیٹ پر مبنی شرحِ مبادلہ کا نظام اپنانے کی بنا پر شرحِ مبادلہ میں بار بار ردّوبدل کی وجہ سے ابھرے، صنعتی سرمایہ کاری کے لیے بڑے پیمانے پر منصوبہ جاتی قدر پیمائی اور فیزیبلٹی اسٹڈیز کو دشوار بنادیا۔

مالی سال 20ء کے دوران جن تین شعبوں میں معینہ سرمایہ کاری کی کچھ سرگرمی دیکھی گئی وہ ٹیلی کام، ٹیکسٹائل، اور لوہا و فولاد ہیں۔ ٹیکسٹائل فرموں نے اپنی برآمدات کی اہم منزلوں میں مارکیٹ کے بہتر مواقع اور شرحِ مبادلہ کی مطابقت سے حاصل ہونے والا قیمتوں کا فائدہ اٹھانے کے لیے خود کو تیار کرنا جاری رکھا۔ برآمدی نوعیت کے منصوبوں کے لیے اسٹیٹ بینک کی طویل مدتی مالکاری سہولت (ایل ٹی ایف ایف) کے تحت ٹیکسٹائل شعبے کو رعایتی شرحوں کا بھی فائدہ ملتا رہا۔ مالی سال 20ء کے دوران ٹیکسٹائل شعبے کی بحیثیت مجموعی معینہ سرمایہ کاری قرض گیری کا تقریباً 84 فیصد ایل ٹی ایف ایف قرضوں پر مشتمل ہے جبکہ چوتھی سہ ماہی کے دوران یہ تناسب 100 فیصد رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنوری 2020ء کے دوران ایل ٹی ایف ایف کی حد میں 100 ارب روپے اضافے کا پالیسی اقدام خاصا معاون ثابت ہوا۔

مالی سال 20ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران ٹیلی کام سیکٹر نے 24.8 ارب روپے قرضہ لیا تاکہ جی ایس ایم لائسنسوں کے لیے حکومت کو تجدیدی فیس ادا کی جائے، جو کہ حکومت کے لیے غیر ٹیکس محصول کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے (**باب 4**)۔ اس کے علاوہ مالی سال 20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران اس شعبے نے نیٹ ورک میں توسیع کے لیے 19.1 ارب روپے مزید قرضہ لیا۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ پاکستان میں کام کرنے والی صفِ اوّل کی ایک سیلولر فرم نے پاکستان میں دکانداروں اور صارفین کے لیے ادائیگی کا ایکو سسٹم مستحکم بنانے کی خاطر پیمنٹ ٹیکنالوجی کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے ساتھ شراکت کا اعلان کیا، چنانچہ اس سے سرمایہ کاری متوقع ہے۔

ان دو شعبوں کے علاوہ فولاد کے شعبے میں بھی کچھ سرگرمی دیکھی گئی۔ یہ بات اجاگر کرنا ضروری ہے کہ ملک کے جنوب میں موجود اہم ادارے ملک کے شمالی علاقے میں اپنے اثرات بڑھانے پر توجہ دے رہے ہیں، اور گھریلو آلات اور آٹو سیکٹر جیسے غیر تعمیراتی شعبوں میں اپنا مارکیٹ شیئر بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں۔

صارفی مالکاری

صارفی مالکاری میں گذشتہ چند سال سے نمو ہو رہی تھی تاہم مالی سال 20ء کے دوران اس کی رفتار کم ہوگئی اور منفی دائرے میں چلی گئی (**جدول 3.5**)۔ صارفی مالکاری میں 6.4 ارب روپے کی خالص ادائیگی ہوئی جبکہ گذشتہ سال 57.3 ارب روپے کا اضافہ ہوا تھا۔ چونکہ شرحِ سود بیشتر عرصہ دوہندسی رہی اس لیے صارفین مکان بنانے، کار خریدنے اور دیگر صارفی اشیا کی خریداری کے لیے بینکوں سے قرضہ لے کر مالکاری حاصل کرنے کے لحاظ سے اِس سال کو دشوار جانا۔ صارف کا بحیثیت مجموعی اعتماد بھی کمزور رہا کیونکہ مہنگائی زیادہ اور معاشی سرگرمیاں محدود تھیں۔

زیادہ بڑی کمی مکاناتی اور کار مالکاری کے زمروں میں ہوئی جن کی منفی نمو بالترتیب 9.3 فیصد اور 4.3 فیصد رہی۔ حکومت نے نان فائلرز کے کار اور (5 ملین روپے سے زائد مالیت کی) رہائشی املاک جیسے اثاثے خریدنے/رجسٹر کرانے پر پابندی لگادی تھی چنانچہ ان زمروں کو کارکردگی دکھانے میں کافی کوشش کرنی پڑی۔ جہاں تک کار مالکاری کا تعلق ہے تو صارفین کو اضافی دشواریاں لاحق ہوئیں کیونکہ کار اسمبل کرنے والے اداروں نے (کرنسی کی قدر گرنے کے اثرات کی پیش بینی کرتے ہوئے) مالی سال 19ء کے آغاز سے کئی بار اپنی ایکس فیکٹری قیمتیں بڑھادیں۔ اس کے علاوہ کار کے مختلف ماڈلوں پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کے نفاذ، اور گاڑیوں کے پرزوں کی درآمد پر اضافی کسٹم ڈیوٹی جیسے ضوابطی اقدامات سے خردہ قیمتیں مزید بڑھ گئیں۔ اس کے ساتھ

جدول 3.5: صارفی مالکاری

بہاؤ ارب روپے

	م س18ء	م س19ء	م س20ء
مجموعہ	**86.5**	**57.3**	**-6.4**
ذاتی قرضے	12.5	13.9	7.3
پائیدار صارفی اشیا	1.1	3.7	1.3
کریڈٹ کارڈ	7.4	7.0	-1.3
ٹرانسپورٹ مثلاً کاریں	43.3	22.2	-4.3
مکاناتی	22.3	10.4	-9.3

ماخذ: بینک دولت پاکستان

جدول 3.6: صارف اشاریہ قیمت اوسط مہنگائی اور تناسب

اجزا	شہری						دیہی					
	وزن	م س20ء		م س19ء			وزن	م س20ء		م س19ء		
		ش1	ش2	م س19ء	م س20ء	تناسب		ش1	ش2	م س19ء	م س20ء	تناسب
صارف اشاریہ قیمت	100.0	11.0	9.4	7.1	10.2	10.2	100.0	11.3	11.9	6.3	11.6	11.6
غذا اور مشروبات	30.4	14.8	14.5	4.4	14.6	4.2	40.9	15.5	17.2	4.4	16.4	6.5
ملبوسات اور جوتے	8.0	8.9	9.6	5.7	9.2	0.7	9.5	9.1	11.3	7.4	10.2	1.0
مکان، بجلی، گیس	27.0	8.7	6.5	8.2	7.6	2.1	18.5	4.5	6.1	7.4	5.3	1.0
برقی اخراجات	4.6	6.0	−2.3	11.5	1.8	0.1	3.4	6.0	−2.3	11.5	1.8	0.1
گیس اخراجات	1.1	79.9	54.8	29.0	66.4	0.8	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں
گھریلو سازوسامان	4.1	11.8	9.0	7.9	10.4	0.4	4.1	10.1	10.2	7.0	10.1	0.4
صحت	2.3	11.2	10.3	6.7	10.8	0.3	3.5	12.1	11.6	7.1	11.8	0.4
ٹرانسپورٹ	6.1	17.2	6.1	16.6	11.5	0.7	5.6	14.9	4.0	15.0	9.3	0.6
موٹر ایندھن	2.9	19.8	2.0	20.7	10.7	0.4	2.5	19.7	1.1	20.5	10.2	0.3
مواصلات	2.4	5.4	3.7	3.0	4.5	0.1	2.0	1.9	1.2	2.0	1.5	0.0
تعلیم	4.9	6.6	4.4	9.5	5.5	0.3	2.1	5.2	4.2	5.9	4.7	0.1
ریستوران اور ہوٹل	7.4	5.1	7.3	5.5	6.2	0.5	6.2	7.9	10.5	4.9	9.2	0.6
متفرق اشیا اور خدمات	4.8	11.6	10.7	8.6	11.1	0.5	5.0	12.7	13.2	7.4	13.0	0.7
غیر غذائی غیر توانائی	53.7	8.0	7.1	7.2	7.5	4.1	42.6	8.4	8.9	6.8	8.7	3.8

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

ساتھ بلند شرحِ سود نے کار مالکاری کی مصنوعات کی ماہانہ اقساط کی رقم خاصی بڑھادی۔ اس کے نتیجے میں بہت سے صارفین اس دائرے سے نکل گئے۔

ملک میں مکاناتی مالکاری کی ترقی اور فروغ کے لیے اسٹیٹ بینک نے فیصلہ کیا ہے کہ بینکوں کے لیے لازمی اہداف مقرر کیے جائیں تاکہ وہ ڈیولپرز اور بلڈرز کو رہن قرضے اور مالکاری جاری کریں۔ بینکوں پر لازم ہے کہ اپنے مکاناتی اور تعمیراتی قرضہ جزدان میں اضافہ کریں، اور دسمبر 2021ء کے اختتام تک نجی شعبے کے اپنے قرضوں کا کم از کم 5 فیصد حصہ اس جزدان کے لیے جاری کریں۔ پست آمدن افراد کے لیے سستے رہائشی منصوبوں کی تیاری کے حکومتی منصوبوں کی روشنی میں اسٹیٹ بینک اپنی کوششوں میں اضافہ کر رہا ہے۔

3.4 مہنگائی[4]

مالی سال 20ء کے دوران اسٹیٹ بینک پالیسی ریٹ کو وسط مدتی مہنگائی کے ہدف سے ہم آہنگ رکھنے کے ساتھ ساتھ معیشت میں مہنگائی کے ملفوف دباؤ پر نظر رکھنے میں کامیاب رہا۔ یہ بات صاف اشاریہ قیمت کے غیر غذائی غیر توانائی جز میں استحکام سے ظاہر ہے (**شکل 3.11**)۔ اس سے قطع نظر، عارضی اور موسمی نوعیت کے متعدد عوامل نے دورانِ سال مہنگائی کو بلند رکھا۔ وہ عوامل یہ ہیں: (i) اہم غذائی اشیا کی رسد میں خلل جس کی وجہ تاخیر سے فصل کی آمد، سٹہ بازانہ سرگرمیاں، اور اجناس کا کمزور انتظام ہے، (ii) 2019-20ء کے بجٹ میں شکر، سگریٹ، خوردنی تیل اور گھی جیسی کئی غذائی اشیا پر ڈیوٹیوں اور ٹیکسوں میں اضافہ رعائد ہونا، (iii) مالی سال 19ء کے اختتام کے قریب شرحِ مبادلہ میں کمی کی بنا پر قیمت میں ردّوبدل، (iv) کسٹم حکام کی جانب سے سرحدوں کا سخت انتظام، اور (v) ایندھن کی قیمتیں بڑھنے کے علاوہ 'ایکسل لوڈ پالیسی' کے نفاذ کے باعث نقل و حمل کے اخراجات میں اضافہ۔ اس کے نتیجے میں عمومی مہنگائی تیزی سے بڑھی اور مالی سال 20ء کے دوران 10.7 فیصد تک آگئی جبکہ مالی سال 19ء میں 6.8 فیصد رہی تھی۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مہنگائی گذشتہ سال سے زائد رہی تاہم مالی سال 20ء کے دوران مہنگائی کی حتمی شرح اسٹیٹ بینک کے اُس تخمینے سے کم رہی جو اُس نے سال کے شروع میں دیا تھا یعنی 11 سے 12 فیصد۔ اس نتیجے کو دورانِ سال ملک کی ضوابطی اور پالیسی حرکیات میں تبدیلی کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ خاص طور پر سال کے آغاز پر بجٹ کے مطابق محصولات بڑھانے کے اقدامات، گیس کے نرخوں میں 168 فیصد اضافے کی منظوری، نقل و حمل کے بلند اخراجات، اور شرحِ مبادلہ کی حالیہ کمی کے انجذاب کی بنا پر مہنگائی پر

[4] پاکستان دفتر شماریات نے اگست 2019ء میں قیمتوں کے اشاریوں کا ایک نیا مجموعہ شائع کرنا شروع کیا جس میں مالی سال 16ء کو اساس بنایا گیا۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے پاکستانی معیشت کی کیفیت، پہلی سہ ماہی رپورٹ مالی سال 20ء، باکس 3.2: قیمت کے اشاریوں کی نئی اساس کا تعین۔

شکل 3.11: سال بسال صارف مہنگائی کے اجزائے ترکیبی

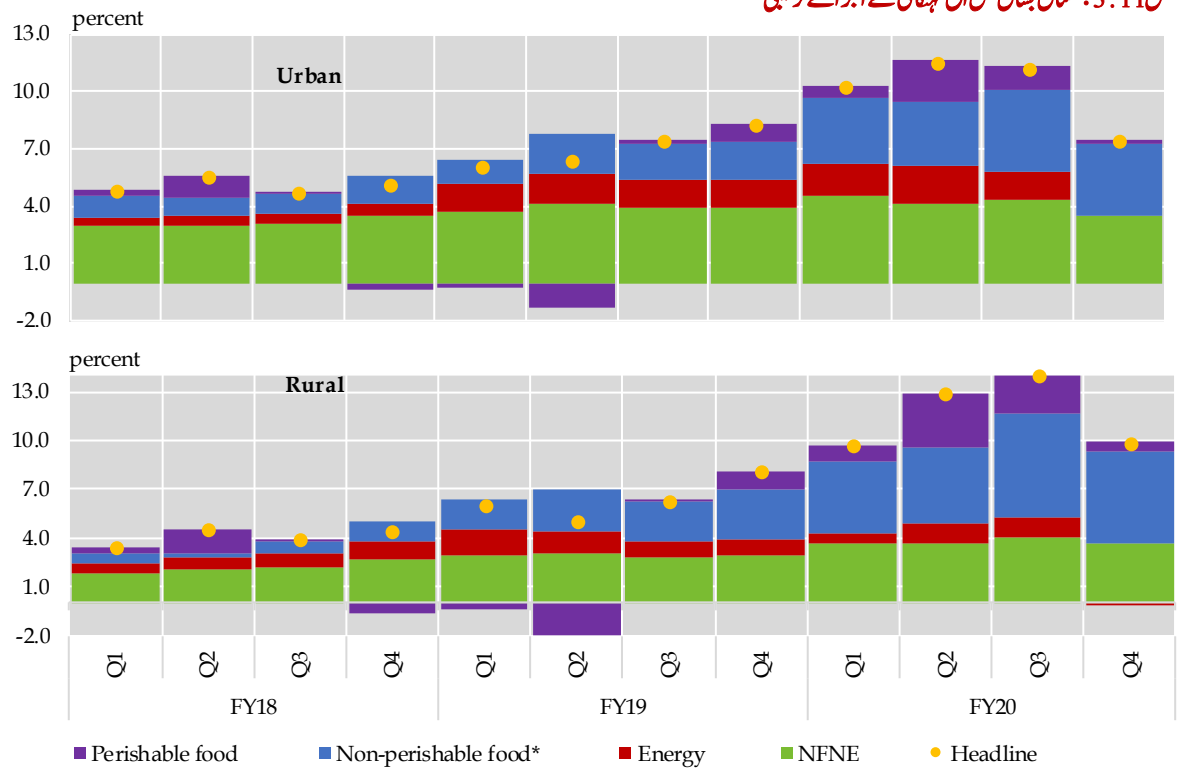

*Inclusive of alcohal beverages and readymade food

Source: Pakistan Bureau of Statistics

عارضی دباؤ آنے کا اندازہ کیا جارہا تھا۔ جیسے جیسے سال گذرا، یہ دباؤ حقیقت بنتا گیا، تاہم فصلوں کو نقصان کی صورت میں نئی دشواریاں بھی سامنے آنے لگیں (جس کے بعد ملکی غذائی منڈی میں منافع خوری اور سٹہ بازانہ سرگرمیاں شروع ہوگئیں) جو جنوری 2020ء تک برقرار رہیں۔ مزید برآں، توانائی کی مہنگائی کی پورے سال کی اوسط اگرچہ گذشتہ سال سے پست رہی تاہم جولائی تا جنوری مالی سال 20ء کے دوران توانائی کی اشیا کی سرکاری قیمتیں مسلسل بڑھتی رہیں کیونکہ حکومت نے توانائی کے شعبے کے بقایاواجبات (arrears) کے اثرات (گیس اور بجلی دونوں زمروں میں) عام صارفین کو منتقل کیے۔ نتیجتاً جنوری 2020ء میں عمومی مہنگائی سال بسال بڑھ کر 14.6 فیصد ہوگئی، جس سے سال تاحال اوسط مہنگائی 11.6 فیصد تک چلی گئی۔

تاہم فروری 2020ء سے غذا اور توانائی دونوں شعبوں میں صورتِ حال نمایاں طور پر بدل گئی۔ غذائی منڈی میں اگرچہ کچھ بہتری کا سبب تلف پذیر اشیا کی موسمی رسد اور درآمدات کی بحالی تھا تاہم زیادہ اثر غیر تلف پذیر اشیا کی منڈی میں سٹہ باز عناصر کے خلاف حکومت کے مؤثر کریک ڈاؤن کا تھا۔ اسی طرح توانائی کے شعبے میں نیپرا نے ایندھن کی قیمت میں ردّوبدل جس کا اطلاق فروری 2020ء سے ہونا تھا، حکومت کے اس فیصلے کے بعد ملتوی کر دیا کہ بجلی کے نرخ جون 2020ء تک برقرار رکھے جائیں گے۔ ملک میں توانائی کے نرخ مستحکم کرنے کے لیے یہ ضوابطی فیصلہ بہت اہم تھا۔ یہ بات مارچ 2020ء کے آغاز میں خام تیل کی عالمی قیمتوں میں تیزی سے کمی کے نتیجے میں، جس کے اثرات ایندھن کے ملکی نرخوں پر فوری منتقل ہوگئے، مزید پختہ ہوگئی۔ اس کے علاوہ مارچ سے جون 2020ء کے دوران کورونا سے متعلق تحدیدی اقدامات کے بعد طلب کی بحیثیت مجموعی کمزور صورتِ حال نے بھی قوزی مہنگائی کم کر دی۔ چنانچہ ان تبدیلیوں سے عمومی مہنگائی جو جنوری 2020ء میں 14.6 فیصد تھی، گر کر مئی 2020ء میں 8.2 فیصد اور جون 2020ء میں 8.6 فیصد ہوگئی۔

پھیلاؤ کے لحاظ سے پورے سال کی مہنگائی کی بلند سطح وسیع البنیاد تھی کیونکہ اکثر ذیلی اشاریوں نے (94 میں سے 67، جس میں صارف اشاریہ قیمت کے

شہری اشاریوں میں تقریباً 71 فیصد تناسب تھا) گذشتہ سال کے مقابلے میں مالی سال 20ء کے دوران بلند مہنگائی دکھائی۔

مہنگائی کی بڑی وجہ غذا رہی

مالی سال 20ء کے دوران غذائی مہنگائی نہ صرف نمایاں طور پر بڑھی بلکہ مہنگائی میں بحیثیت مجموعی اضافے میں یہ بڑی حصہ دار بھی ثابت ہوئی (**جدول 3.6**)۔ تلف پذیر اور غیر تلف پذیر غذائی اشیا دونوں میں دوہندسی مہنگائی ہوئی تاہم مؤخر الذکر کے اثرات زیادہ نمایاں اور متواتر رہے (**شکل 3.12**)۔

غیر تلف پذیر اشیا

غیر تلف پذیر غذائی اشیا میں سب سے بڑی تشویش گندم اور گندم کے آٹے کی طرف سے آئی۔ دوسری سہ ماہی کے بعد سے اِن کی قیمتوں میں بحرانی نوعیت کا اضافہ دیکھا گیا جس کی وجہ ہدف کے مقابلے میں کم پیداوار اور خریدار اداروں کی جانب سے گذشتہ سیزن میں فصل کی کم خریداری تھی (جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 20ء میں تفصیل سے بتایا گیا تھا)۔

اگرچہ ان تبدیلیوں سے مارکیٹ میں سٹہ بازانہ سرگرمیوں کو مہمیز ملی، تاہم جنوری 2020ء میں صورتِ حال مزید خراب ہوگئی جب گڈز ٹرانسپورٹرز نے شاہراہوں اور موٹرویز پر ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی پر سزاؤں میں بھاری اضافے کے خلاف 15 روز کی ہڑتال کر دی جس سے نقل و حمل میں تعطل آگیا۔ مذکورہ رکاوٹوں ہی کی عکاسی میں اِس دوران تھوک اور خردہ قیمتوں میں تیزی سے اضافہ بھی دیکھا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اجناس ذخیرہ کرنے کی ترغیب ملی۔ چنانچہ جب ٹرانسپورٹروں کی ہڑتال ختم ہوئی تو حکومت نے فروری 2020ء سے گندم درآمد کرنے کی اجازت دے دی جس سے فروری (ماہ بماہ 3.5 فیصد کم) اور مارچ میں (ماہ بماہ 8.4 فیصد کم) گندم کے نرخوں میں نمایاں کمی دیکھی گئی، جیسا کہ **شکل 3.13** سے ظاہر ہے۔ اس سے قطع نظر، یہ نرخ تقریباً چار ماہ تک مسلسل گرنے کے بعد مئی 2020ء کے اختتام کے قریب دوبارہ بڑھ گئے جب پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن نے آٹے کے نرخوں میں 20 کلو تھیلے پر 20 روپے اضافے کا اعلان کیا، اور پنجاب، کے پی کے اور بلوچستان میں آٹا پیسنے کا کام روک دیا گیا کیونکہ چکّی مالکان بازار سے یا سرکاری غذائی حکام سے گندم نہیں خرید سکتے تھے۔

دورانِ سال گندم کے علاوہ سگریٹ، شکر، خوردنی تیل اور گھی، اور دالوں کی قیمتیں بھی دباؤ میں آئیں۔ جہاں تک سگریٹ کا معاملہ ہے، فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی پر بھاری نظر ثانی سے قیمتیں بڑھ گئیں۔ اسی طرح، خوردنی تیل اور گھی کی مصنوعات پر ایف ای ڈی کی شرح 8.0 فیصد سے بڑھا کر 17.0 فیصد کرنے سے مہنگائی میں اضافہ ہوگیا۔ خوردنی تیل صاف کرنے کے کارخانے مالی سال 20ء کی دوسری سہ ماہی کے آغاز سے پام آئل اور سویابین کی بڑھتی ہوئی عالمی قیمتوں سے بھی نبرد آزما تھے، جن کے اثرات انہوں نے عام صارف کو منتقل کر دیے۔[5] مزید برآں، شکر کی دوہندسی مہنگائی کا کم از کم ایک جزوی سبب اس کے سیلز ٹیکس کی شرح کو 8.0 فیصد سے اچانک 17.0 فیصد کر دینا بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ بجٹ کے اقدامات کے علاوہ، قیمتوں میں یہ اضافہ شکر کی توقع سے کم پیداوار اور ذخیرے کی قابلِ بھروسہ مقدار نہ ہونے کی بھی عکاسی کرتا ہے جس سے شکر کے بازار میں سٹہ بازانہ سرگرمیوں کو مہمیز ہوئی۔ مارچ 2020ء میں حکومت نے قیمتوں پر دباؤ کم کرنے کے لیے شکر کی برآمد پر پابندی لگادی اور درآمد کی اجازت دے دی۔

جہاں تک دالوں کا سوال ہے تو مہنگائی کا دباؤ بڑی حد تک درآمدات سے آیا۔ آسٹریلیا میں (جو دالوں کے اوّلین تین برآمد کنندگان میں سے ہے) جنگل کی آگ اور تھائی لینڈ اور برما میں خشک سالی جیسی صورتِ حال نے دالوں کی عالمی پیداوار کو متاثر کیا ہے۔ نیز، قیمتیں اس لیے بھی بڑھیں کہ بھارت میں دالوں کی طلب بڑھ گئی جو دالوں کی پیداوار دینے والا اور ساتھ ساتھ استعمال کرنے والا بڑا ملک ہے۔ دراصل کورونا کی وبا سے منسلک غیر یقینی کیفیت کے نتیجے میں سال کی دوسری ششماہی کے دوران بھارت میں لوگوں نے خوراک ذخیرہ کرنے کے لیے جو بھاری خریداری کی وہ دالوں کی قلت کا سبب بنی۔ پاکستان میں گذشتہ سال کے مقابلے میں مالی سال 20ء کے دوران درآمد شدہ دالوں کی قیمتوں کی اکائی مالیت میں تقریباً 15 فیصد اضافہ ہوا جسے خردہ ملکی بازار میں منتقل کر دیا گیا۔

[5] مالی سال 20ء کے دوران پام آئل کی عالمی قیمتیں 13.8 فیصد بڑھیں جبکہ مالی سال 19ء میں 19.9 فیصد کم ہوئی تھیں۔ اسی طرح سویابین کے نرخ مالی سال 20ء کے دوران 2.6 فیصد بڑھے جبکہ گذشتہ سال 12.9 فیصد گرے تھے۔

شکل 3.12 الف: نقشۂ حرارت-سال بسال شہری مہنگائی (غذائی)

	وزن	جون 19ء	جولائی 19ء	اگست 19ء	ستمبر 19ء	اکتوبر 19ء	نومبر 19ء	دسمبر 19ء	جنوری 20ء	فروری 20ء	مارچ 20ء	اپریل 20ء	مئی 20ء	جون 20ء
غذائی اشاریہ	36.8	7.5	7.9	11.9	15.0	13.7	16.6	16.7	19.5	15.2	13.0	10.4	10.6	12.9
تلف پذیر غذائی اشیا	4.5	14.3	5.4	13.3	27.2	35.9	66.0	76.4	68.8	25.2	12.9	9.2	1.5	4.2
غیر تلف پذیر غذائی اشیا	26.0	6.5	8.1	12.5	14.4	11.1	10.8	10.8	15.2	14.9	13.9	11.0	12.9	15.7
ڈیری (مرغی، انڈے)	1.9	-12.4	-6.6	50.0	52.0	-0.3	-13.0	-11.5	21.0	6.7	3.1	-13.8	7.9	24.5
دالیں	0.7	15.1	16.9	18.6	18.7	19.0	22.8	21.7	34.9	35.8	30.4	50.7	41.9	35.2
تازہ پھل	1.4	0.6	9.7	8.2	6.7	5.4	7.9	9.1	8.5	1.8	3.1	3.0	-3.6	4.3
مصالحہ جات	1.3	20.3	18.9	21.9	20.5	18.1	19.2	17.6	24.4	25.6	27.0	23.2	24.7	29.8
سبزیاں	2.9	23.3	2.1	13.3	34.5	47.5	92.5	118.3	105.6	34.5	14.5	11.2	3.7	3.2
اناج	4.9	6.0	7.7	7.9	9.8	9.2	12.9	13.9	21.0	16.5	12.9	13.4	11.3	19.4
خوردنی تیل	2.2	12.4	13.9	18.4	19.3	18.0	16.0	16.5	16.4	30.0	29.7	24.2	23.0	22.4
تیار غذائی اشیا	5.5	5.2	6.1	5.8	6.3	6.2	6.6	6.2	6.9	8.6	8.2	7.7	7.4	8.0
گوشت، مچھلی	2.4	11.1	11.8	12.2	12.6	13.5	13.2	13.5	13.2	12.7	11.4	11.3	9.1	8.2

شکل 3.12 الف: نقشۂ حرارت-سال بسال دیہی مہنگائی (غذائی)

	وزن	جون 19ء	جولائی 19ء	اگست 19ء	ستمبر 19ء	اکتوبر 19ء	نومبر 19ء	دسمبر 19ء	جنوری 20ء	فروری 20ء	مارچ 20ء	اپریل 20ء	مئی 20ء	جون 20ء
غذائی اشاریہ	45.9	9.1	9.3	12.6	15.0	14.6	19.3	19.7	23.8	19.7	15.5	12.9	13.7	15.2
تلف پذیر غذائی اشیا	5.8	14.7	12.1	17.3	26.1	34.3	73.9	89.3	90.3	41.2	18.2	13.5	11.4	10.9
غیر تلف پذیر غذائی اشیا	35.1	8.0	8.2	11.4	12.3	10.6	12.0	12.0	17.0	17.6	14.5	11.8	13.4	15.5
ڈیری (مرغی، انڈے)	2.0	-6.4	-9.3	37.3	42.1	4.4	-10.4	-13.9	16.5	13.0	-2.6	-16.0	7.6	16.9
دالیں	1.1	16.3	17.8	19.9	18.1	19.5	23.9	23.7	35.4	38.5	34.8	47.2	44.9	40.1
تازہ پھل	1.5	3.6	15.9	14.7	10.7	6.7	13.2	21.5	12.5	10.4	7.1	3.9	8.2	5.2
مصالحہ جات	1.5	15.2	11.5	13.4	13.7	11.1	14.7	22.1	27.0	34.6	34.0	43.9	53.3	59.1
سبزیاں	4.2	20.8	10.0	16.7	29.8	41.3	93.0	115.5	123.3	50.0	19.7	16.1	11.4	12.7
اناج	8.5	9.9	9.4	9.2	10.7	10.5	17.4	17.8	24.5	23.6	18.8	18.3	13.8	19.9
خوردنی تیل	3.0	9.7	14.0	16.8	17.9	17.8	17.5	19.1	26.0	32.1	32.1	28.9	27.7	26.2
تیار غذائی اشیا	3.8	4.6	7.0	7.8	7.8	7.7	8.4	8.1	8.7	11.0	11.5	11.0	12.1	12.4
گوشت، مچھلی	2.0	13.0	12.5	11.3	12.1	12.7	12.0	12.2	11.6	9.0	9.6	8.3	8.6	7.7

* ہلکے شیڈ کم (اور منفی) مہنگائی کو ظاہر کرتے ہیں جبکہ گہرے شیڈ سال بسال بنیاد پر بلند مہنگائی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

تلف پذیر اشیا

تلف پذیر غذائی اشیا، خاص طور پر سبزیوں کی قیمتیں سنبھالنے کے اعتبار سے مالی سال 20ء خاصا دشوار سال ثابت ہوا (**شکل 3.14**)۔ اس سال بلند درجہ حرارت اور بے وقت بارشوں سے فصلوں کے ادوار میں خلل آیا۔ فصلوں کی تاخیر سے آمد نے بازار میں قیمتوں پر عارضی دباؤ ڈالا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تلف پذیر غذائی اشیا کے نرخوں میں اضافہ محض ایک مقامی مسئلہ نہیں ہے بلکہ 2019ء کی دوسری ششماہی میں یہ ایک علاقائی مسئلہ بھی بن کر سامنے آیا۔ خاص طور پر بھارت میں، جو اِس خطّے میں پیاز، ٹماٹر اور آلو پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، ناسازگار موسم نے فصلوں کو نقصان پہنچایا۔ چنانچہ بھارت نے ستمبر 2019ء میں پیاز اور ٹماٹر کی برآمد پر نہ صرف مکمل پابندی لگادی بلکہ طلب و رسد کا فرق پورا کرنے کی غرض سے پیاز درآمد بھی کی جس سے علاقے میں قیمتیں بڑھ گئیں۔ پاکستان کے لیے صورتِ حال زیادہ خراب ہوئی کیونکہ ایک تو علاقائی قیمتیں سازگار نہ تھیں، دوسرے درآمدی طریقہ کار ضوابطی پابندیوں (نان ٹیرف رکاوٹوں) کے نفاذ کی بنا پر ہموار نہ تھا۔[6] درآمدی اجازت ناموں اور نباتی صحت (phytosanitary) کے مستند تصدیق ناموں کے اجرا میں تاخیر، اور سرحدوں پر این او سی جاری کرنے والے محکمہ قرنطینہ کے عملے کی کمی سے کئی سبزیوں کی درآمد متاثر ہوئی جس سے ملکی منڈی میں عارضی قلت پیدا ہوگئی۔[7]

قوزی مہنگائی شہری علاقوں میں کسی حد تک مستحکم رہی، جبکہ دیہی علاقوں میں معمولی سی بڑھی

غیر غذائی غیر توانائی اشاریے کی 12 ماہی حرکت پذیر اوسط کے مطابق مالی سال 20ء کے دوران مہنگائی کا دباؤ خصوصاً شہری علاقوں میں مستحکم رہا (**شکل 3.15**)۔ اس اعتدال کا بنیادی سبب کلّی اقتصادی استحکام کی کوششوں، خصوصاً بلند شرحِ سود کے اثرات ہیں جو عمومی مہنگائی کو وسط مدتی ہدف 5 تا 7 فیصد تک لانے کے لیے درکار تھے۔ دورانِ سال معیشت میں لاگتی دباؤ میں آنے والی خاصی کمی بھی ایک سبب تھا۔ خاص طور پر ایندھن کی عالمی قیمتوں میں استحکام کے ساتھ ساتھ مالی سال 20ء کی پہلی ششماہی کے دوران ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر بڑھنے سے حالیہ مہینوں کے دوران اہم خام مال کی ملکی قیمتیں مستحکم ہوئیں۔ تھوک اشاریہ قیمت 18.7 فیصد اضافے سے اکتوبر 2018ء میں ہموار ہونے کے بعد جون 2020ء میں سال بسال 0.9 فیصد کی پست سطح پر آگیا۔ نیز، شہری علاقوں میں قوزی مہنگائی میں نمایاں تخفیف دیکھی گئی جو کورونا کی وبا سے متعلق پابندیوں کی وجہ سے طلب میں ہونے والی معقول کمی کی عکاسی کرتی ہے۔

شکل 3.13: گندم کی مہنگائی، سال بسال

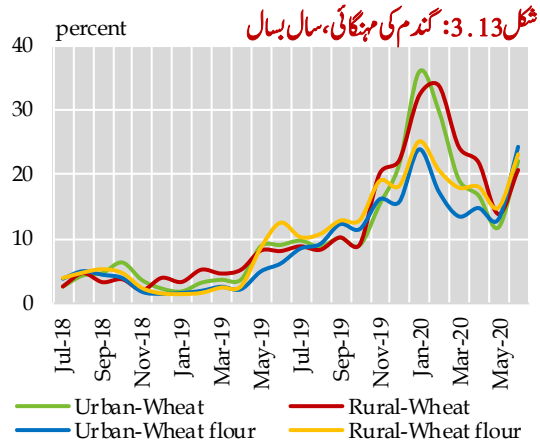

Source: Pakistan Bureau of Statistics

غیر غذائی غیر توانائی اشاریے میں اشیا کے اشاریے میں مالی سال 20ء کے دوران دو ہندسی مہنگائی درج کی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موٹر ایندھن کی گذشتہ سال کے مقابلے میں بلند قیمتوں کی بنا پر ٹرانسپورٹ کے بحیثیت مجموعی بلند اخراجات کے اثرات، اور ایکسل لوڈ پالیسی کا نفاذ اس اضافے کا جزوی سبب ہیں۔ نیز، مالی سال 20ء کے بجٹ میں محصولات بڑھانے کی غرض سے کیے گئے اقدامات نے بھی اشیا کی قیمتوں کو متاثر کیا: (i) کپڑوں اور جوتوں کے گروپ میں مہنگائی کو صفر درجہ بندی کے نظام کے خاتمے (دراصل 17 فیصد جی ایس ٹی کے نفاذ) سے منسوب کیا جاسکتا ہے، (ii) فولاد کی قیمتوں میں اضافے کا جزوی سبب فولاد کی متعدد مصنوعات پر 17 فیصد فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کا نفاذ ہے، اور (iii) سیمنٹ کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ اِس سال ایف ای ڈی میں ہونے والا اضافہ ہے۔

---

[6] تفصیل کے لیے دیکھیے اسما خالد اور صباحت (اپریل 2020ء)، "پاکستان کی غذائی منڈی میں قیمتوں کے استحکام کا طریقہ کار: مسائل اور ممکنہ دشواریوں کی نشاندہی" ایس بی پی اسٹاف نوٹ 2/20۔ (http://www.sbp.org.pk/publications/staffNotes.htm)

[7] تفصیل کے لیے دیکھیے، معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی دوسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 20ء۔

اس کے برعکس، خدمات کے شعبے میں مہنگائی مالی سال 19ء کی نسبت کم رہی۔ جزوار تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ شہری علاقوں میں خدمات کی مجموعی مہنگائی کم کرنے میں کرایہ مکان اور تعلیم نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے بعد نجی اسکولوں کی فیس کم ہونے سے تعلیم کی مہنگائی کم ہوئی۔

تاہم خدمات میں، پست معاوضوں اور سروس چارجز پر بالخصوص شہری علاقوں میں اضافے کا دباؤ دیکھا گیا۔ شہری علاقوں میں پست معاوضوں اور سروس چارجز کے اشاریے میں (جس کا مجموعی صارف اشاریہ قیمت میں وزن 3.4 فیصد ہے)– جس میں گھریلو ملازموں، کپڑوں کی دھلائی، سلائی، کچرا اکٹھا کرنا، موٹر سائیکل ٹائر پنکچر، کار سروس، بڑھئی، مستری، پلمبر اور الیکٹریشن جیسی خدمات شامل ہیں– مالی سال 20ء کے دوران اوسطاً 8.9 فیصد مہنگائی دیکھی گئی جو گذشتہ سال 7.2 فیصد تھی۔ غالباً اس کی وجہ اہم غذائی اشیا پر بحیثیت مجموعی مہنگائی کے دباؤ اور ٹرانسپورٹ اخراجات کے اثرات ہیں جس نے مالی سال 20ء کی دوسری سہ ماہی کے دوران پست معاوضوں والے گروپ کی حقیقی آمدنی کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ تاہم، اسی گروپ میں مارچ 2020ء سے آگے تک مہنگائی کا دباؤ نمایاں طور پر کم ہوگیا جس کا سبب اِن خدمات کی کمزور طلب کے دوران محدود نقل و حرکت اور کام کے محدود مواقع کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس تناظر میں یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ چوتھی سہ ماہی میں مجموعی طور پر غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی نرم ہوگئی خاص طور پر اپریل اور مئی 2020ء کے مہینوں میں۔ اپریل 2020ء کے دوران غیر غذائی غیر توانائی کے تقریباً 70 فیصد اشاریوں (47 میں سے 33) کی قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جبکہ مئی 2020ء میں تقریباً 38 فیصد میں کوئی ردّوبدل نہیں دیکھا گیا (**شکل 3.16**)۔[8] چونکہ نقل و حرکت محدود تھی اور متعدد ریٹیل سینٹر کام نہیں کر رہے تھے اس لیے پاکستان دفتر شماریات نے (جو ملک بھر کی قیمتیں اکٹھا کرتا

شکل 3.14 : تلف پذیر غذائی اشیا کی مہنگائی، سال بسال

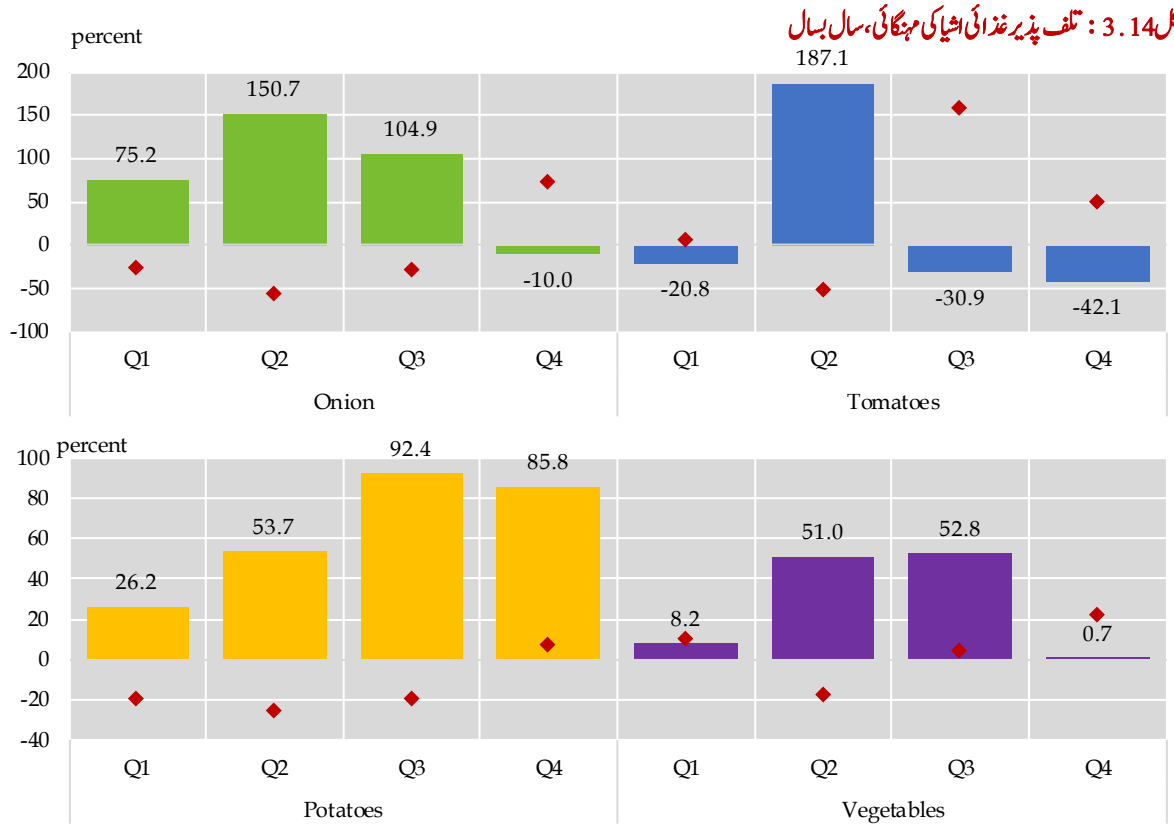

* bars denote FY20 and dots denote FY19
Source: Pakistan Bureau of Statistics

[8] اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے غیر غذائی غیر توانائی کا شہری اشاریہ ذیلی اشاریوں کے تقریباً نصف پر مشتمل ہے یعنی 95 میں سے 47۔

اور قیمتوں کے اشاریے مرتب کرتا ہے) اپریل 2020ء کا مہنگائی کا اشاریہ مرتب کرتے ہوئے متعدد اشیا کی قیمتیں جوں کی توں رکھیں۔ خاص طور پر کپڑوں اور جوتوں، مختلف گھریلو اشیا، گاڑیوں کے پرزوں اور سروس، صحتِ عامہ، تفریحی خدمات، ذاتی ترقی کی خدمات اور شادی ہالوں کے چارجز میں دورانِ ماہ کوئی کمی نہیں دیکھی گئی۔

توانائی کی مہنگائی کم ہوگئی

مالی سال 20ء کے دوران توانائی کے اشاریے میں 12.7 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 16.3 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ اس نسبتاً کمی کی بنیادی وجہ رواں مالی سال آخری سہ ماہی میں موٹر ایندھن اور بجلی کی قیمتوں میں تخفیف تھی۔

جہاں تک موٹر ایندھن کا تعلق ہے تو پہلے آٹھ ماہ کے دوران قیمت کا اشاریہ بلند سطح پر مستحکم رہا۔ تاہم، مارچ 2020ء سے لے کر آخر تک موٹر ایندھن کا اشاریہ ماہ بماہ اور سال بسال نمایاں طور پر کم ہوا کیونکہ کورونا کی بنا پر خام تیل کی عالمی قیمتیں گر گئی تھیں۔ مارچ تا جون 2020ء اس اشاریے میں مجموعی لحاظ سے 31.4 فیصد کمی دیکھی گئی۔

بجلی کی مہنگائی میں مالی سال 20ء کے دوران کافی کمی دیکھی گئی جو شہری اور دیہی دونوں علاقوں کے لیے صرف 1.8 فیصد بڑھی جبکہ مالی سال 19ء کے دوران یہ 11.5 فیصد بڑھی تھی۔ رواں مالی سال پہلے سات ماہ کے دوران اشاریہ گذشتہ سال کی نسبت اوسطاً 7.2 فیصد بڑھا۔ یہ دراصل ان عوامل کے اثرات تھے: بڑھی ہوئی استعدادی ادائیگیوں کے اثرات کی منتقلی، ترسیل و تقسیم کے دوران ضیاع، اور پست وصولیاں۔ ان اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ بڑھتے ہوئے گردشی قرضے پر قابو پایا جائے، شعبہ توانائی کی استعداد کو بہتر بنایا جائے، اور بڑھتے ہوئے واجبات سے نمٹا جائے۔ تاہم مالی سال 20ء کے آخری پانچ ماہ کے دوران بجلی کی مہنگائی سال بسال بنیاد پر اوسطاً 5.5 فیصد کم ہوگئی۔ بنیادی

شکل 3.15 الف: شہری غیر غذائی غیر توانائی، سال بسال نمو

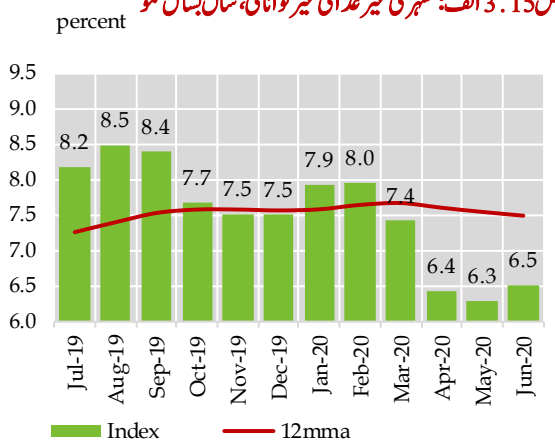

شکل 3.15 ب: دیہی غیر غذائی غیر توانائی، سال بسال نمو

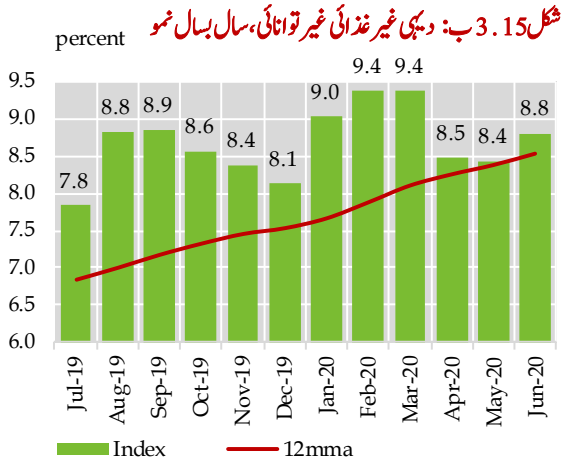

شکل 3.15 ج: شہری غیر غذائی غیر توانائی، سال بسال نمو

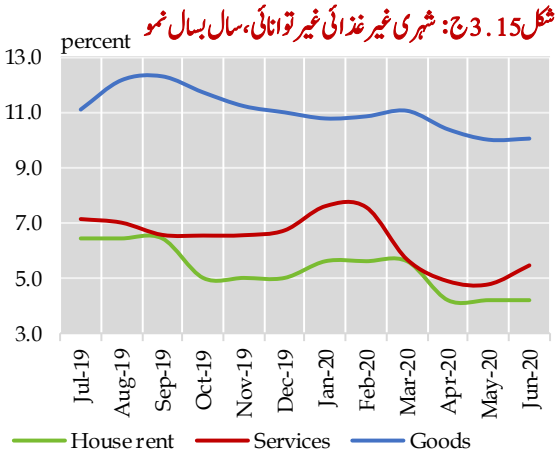

شکل 3.15 د: دیہی غیر غذائی غیر توانائی، سال بسال نمو

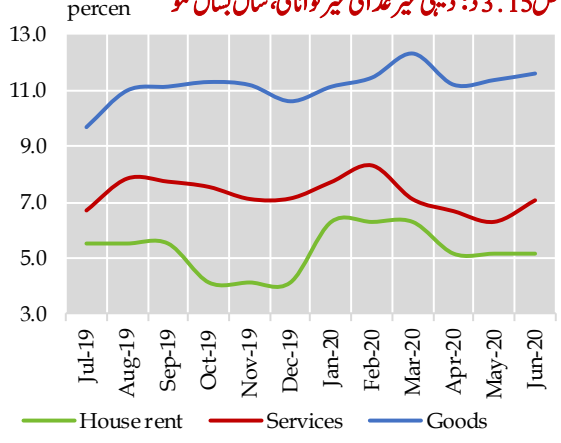

Source: Pakistan Bureau of Statistics

طور پر یہ کمی نومبر 2019ء (اور اس کے بعد کے مہینوں) کے لیے فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ (ایف پی اے) کے التوا سے ہوئی جس کا فروری 2020ء میں اطلاق متوقع ہے۔ بجلی کے اشاریے میں سال کے آغاز سے دیکھا جانے والا مثبت رجحان اس بنا پر متضاد سمت میں چلا گیا۔ نیز، جب حکومت نے بجلی کے نرخ اگلے چھ ماہ کے لیے جوں کے توں رکھنے کا ارادہ کیا تو نیپرا نے فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کے اگلے فیصلے ملتوی کر دیے۔ اس فیصلے میں سینٹرل پاور پرچیزنگ اتھارٹی (سی پی پی اے) کی یہ درخواست بھی پیش نظر رکھی گئی کہ ایف پی اے کے طریقہ کار میں تبدیلی کی جائے۔ چنانچہ فروری 2020ء کے بعد سے، ایف پی اے جز کی غیر موجودگی میں، فروری 2020ء کی نسبت جون 2020ء میں بجلی کے اشاریے میں مجموعی لحاظ سے 13.5 فیصد کمی ہوئی۔

ایندھن اور بجلی کے برعکس گیس کے شہری نرخوں میں مالی سال 20ء کے دوران توانائی کے گروپ میں بلند ترین اضافہ دیکھا گیا، مجموعی مہنگائی میں جس نے تنہا ہی 0.8 فیصدی درجے حصہ ڈالا جبکہ توانائی کی مہنگائی میں یہ تقریباً 64 فیصد کا ذمہ دار ہے۔ یہ دراصل 'اوگرا' کی طرف سے مختلف صارفین کے لیے قدرتی گیس کے نرخوں پر نظر ثانی کے اثرات تھے جو یکم جولائی 2019ء سے نافذ العمل ہوئے۔

'اوگرا' کے 29 جون 2019ء کے اعلامیے کے مطابق جو صارفین ماہانہ 201 سے 300 تک ایم ایم بی ٹی یو استعمال کرتے ہیں ان کے لیے گیس کے نرخ 168 فیصد تک بڑھائے گئے۔ جو صارفین ماہانہ 51 سے 100 اور 101 سے 200 ایم ایم بی ٹی یو استعمال کرتے ہیں ان کے لیے نرخ بالترتیب 136.2 اور 109.5 فیصد بڑھا دیے گئے۔ یہ تین مدارج (سلیب) گھریلو شعبے میں گیس کے مجموعی صَرف کے نصف سے زائد پر مشتمل ہیں۔ اس اقدام کا مقصد گیس کے شعبے میں بڑھتے ہوئے واجبات کا مسئلہ حل کرنا تھا، جس کا بیشتر سبب ٹیرف کے اعلامیے میں تاخیر اور تکنیکی ضیاع تھا۔ ٹیرف کے اسٹرکچر پر یہ نظر ثانی گیس کے غیر محسوب (unaccounted for) نقصانات کو کم کرنے کے علاوہ اس غرض سے بھی کی گئی کہ انفراسٹرکچر میں بہتری لائی جائے، نیٹ ورکس بحال کیے جائیں، اور گیس کی چوری روکی جائے۔ تاہم سال کے بقیہ حصے میں اس اشاریے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی گویا قیمتیں مستحکم رہیں (**شکل 3.17**)۔

شکل 3.16: جب اشاریوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، قوزی گروپ

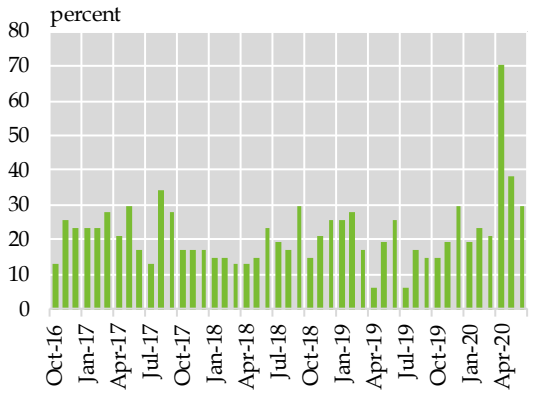

Source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 3.17 الف: توانائی کے اشاریے- شہری

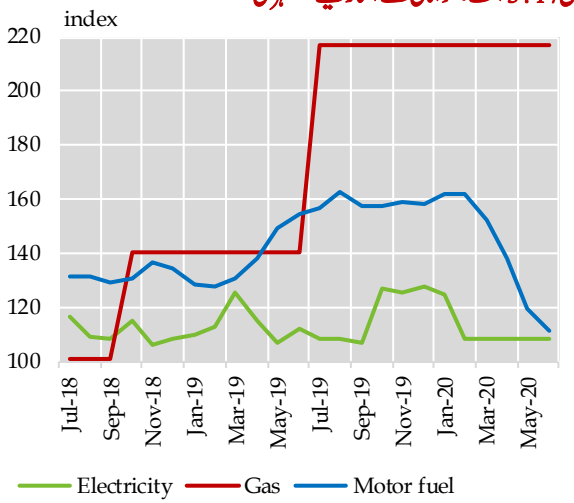

Source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 3.17 ب: توانائی کی مہنگائی- شہری

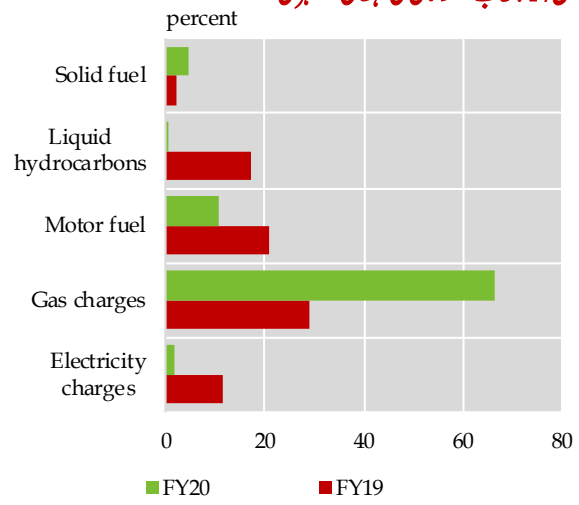

باب 4: مالیاتی پالیسی

مالی سال 20ء کے پہلے آٹھ ماہ میں محاصل کی نمو میں اضافے کے ہمراہ منضبط اخراجات کے باعث مالیاتی صورتِ حال میں واضح بہتری آئی۔ تاہم سال کے آخری چار مہینوں میں کووڈ 19 کی وبا پھوٹنے کے سبب اس مستحکم بہتری کو دھچکا لگا۔ اس وبا کے خلاف اقدامات کرنے کی وجہ سے صرف چوتھی سہ ماہی میں ہی مالیاتی خسارہ دگنا ہوگیا، جس سے پہلی تین سہ ماہیوں کے فوائد زائل ہوگئے۔ اخراجات اور محاصل دونوں پر ایک ساتھ دباؤ پڑا، جس کے اسباب ایک جانب تو مالیاتی ریلیف پیکیج کے ذریعے غریبوں کو نقدی کی منتقلی اور صحت کی سہولتیں بڑھانے کی کوششیں، دوسری طرف لاک ڈاؤن کی وجہ سے محاصل میں بڑی حد تک کمی ہونا تھے۔ تاہم ابتدائی فوائد سے کووڈ 19 سے پہنچنے والے دھچکے کو سہنے کی مالیاتی گنجائش پیدا ہوگئی تھی اور اس نے پورے سال کا میزانی خسارہ گذشتہ برس کی بہ نسبت کم رکھا۔ اس سے قطع نظر، استحکام کے نقطۂ نظر سے میزانی خسارہ پھر بھی بلند تھا۔ محاصل کی نمو بھی چند مراعات کی واپسی، ٹیکس کی شرحوں میں اضافے اور یکبارگی عوامل کے بھرپور کردار جیسے نان ٹیکس ریونیو، بالخصوص اسٹیٹ بینک کا نفع اور جی ایس ایم لائسنسوں کی تجدیدی فیس کے باعث جزواً بڑھی۔ چنانچہ، معیشت کے اس عالمی وبا کے اثرات سے سنبھلنے کے بعد محاصل اور اخراجاتی اصلاحات کے حوالے سے پختہ عزم کی تجدید درکار ہوگی۔

4مالیاتی پالیسی

4.1اہم مالیاتی اظہاریے

ابتدائی سہ ماہیوں میں مالیاتی خسارہ کم کرنے کی غرض سے مالیاتی یکجائی کی کوششیں رنگ لائیں کیونکہ کووڈ 19 کے دھچکے کے باوجود مالی سال 19ء کے مقابلے میں بجٹ خسارہ جی ڈی پی کے 9.1 فیصد سے کم ہو کر مالی سال 20ء میں 8.1 فیصد رہ گیا۔ یہ کارکردگی ایف بی آر کی ٹیکس وصولی بڑھانے کے لیے متعدد پالیسی اقدامات، نان ٹیکس محاصل سے ہونے والے یکبارگی فوائد اور مالی سال 20ء کے ابتدائی آٹھ ماہ میں اخراجات کے محتاط انتظام کی مرہون منت ہے۔ نتیجتاً، اس عرصے میں جمع ہونے والے بنیادی زرِ فاضل نے کورونا وائرس سے متعلق صحت اور نقدی کی تقسیم کے اضافی اخراجات کا ازالہ کیا اور مالی سال 19ء کے مقابلے میں قدرے بہتر مالیاتی نتائج کا موجب بنا (**شکل 4.1**)۔

شکل 4.1: مالیاتی اظہاریے

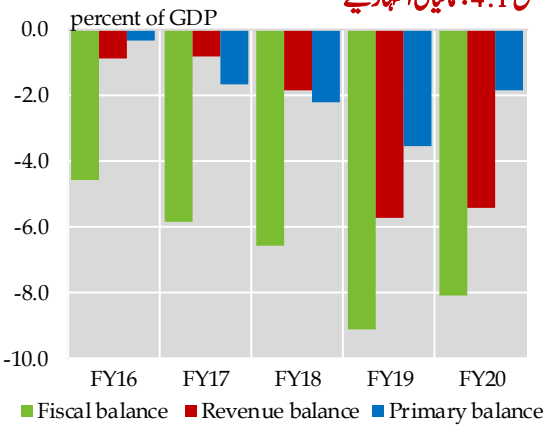

Source: Ministry of Finance

حکومت نے محاصل بڑھانے کی غرض سے بجٹ 20-2019ء میں ٹیکس اور انتظامی اعتبار سے متعدد اقدامات کیے، جن میں مخصوص شعبوں کے ٹیکس استثنا کا خاتمہ، انکم ٹیکس کی شرحوں میں سطح وار اضافہ اور چند مخصوص اشیا پر سیلز ٹیکس اور فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں اضافہ شامل ہیں۔ انتظامی محاذ پر ای فائلنگ اور ری فنڈ سسٹمز بہتر بنائے گئے تاکہ کاروباری اداروں اور دیگر ٹیکس گزاروں کو سہولت ملے اور فائلنگ کلچر کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔ یہ امر بھی اہم ہے کہ حکومت نے معیشت میں دستاویزیت بڑھانے اور غیر رسمیت کم کرنے کی خاطر اقدامات کیے؛ جن میں بڑی مالیت کی خریداری کے لیے شناختی کارڈ کی شرط اور ملک بھر میں خردہ فروشوں کے لیے پوائنٹ آف سیلز انٹیگریشن سسٹم متعارف کرایا جانا نمایاں ہیں۔ دریں اثنا، اسٹیٹ بینک سے موصولہ نفع میں اضافے اور جی ایس ایم لائسنس کی تجدیدی فیس کے بعد نان ٹیکس محاصل میں بڑا اضافہ درج کیا گیا۔

مصارف کے حوالے سے اخراجات جاریہ کی نمو پر قابو پانے کے لیے واضح اقدامات کیے گئے۔ ترقیاتی اخراجات بھی کم رہے کیونکہ متعلقہ سرکاری محکمے۔ جنہیں سرکاری مالی انتظام کی اصلاحات کے تحت سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے اخراجات کی ذمہ داری تفویض کی گئی تھی۔ سال کے ابتدائی حصے میں اعلان کردہ منصوبے شروع نہ کر سکے۔ بعد ازاں کووڈ19 کی وبا پھوٹنے کے باعث یہ منصوبے مزید تاخیر کا شکار ہو گئے۔ نتیجتاً سال کی پہلی تین سہ ماہیوں میں حکومت مجموعی طور پر 193.5 ارب روپے کا بنیادی زرِ فاضل درج کر سکی تھی۔ اگرچہ تیسری سہ ماہی میں تھوڑا سا بنیادی خسارہ دیکھنے میں آیا، تاہم مالیاتی اور محاصل کا خسارہ بڑی حد تک آئی ایم ایف پروگرام کی طے کردہ حدود میں رہا۔ اس نقطۂ نظر سے پورے سال کے اہداف حاصل کرنے کے لیے مالیاتی صورتِ حال خاصی موزوں نظر آتی تھی۔ بالخصوص، پہلے آٹھ ماہ میں بڑے محاصل کے زمروں میں بلند نمو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، ایف بی آر کا 4803 ارب روپے کے محاصل کا نظر ثانی شدہ ہدف دسترس میں تھا۔ تاہم ملک میں کووڈ 19 کی وبا پھوٹنے کے ساتھ ہی

شکل 4.2: مالیاتی اظہاریوں کی سہ ماہی کیفیت

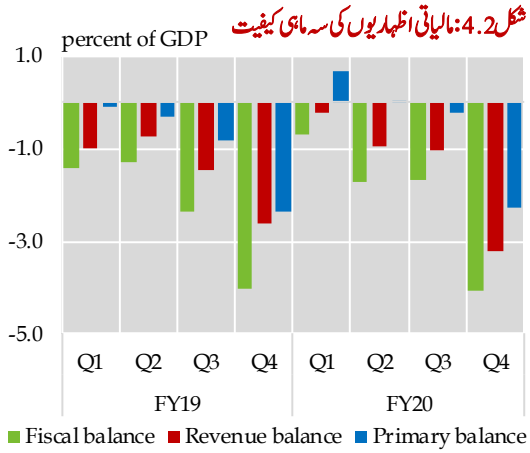

Source: Ministry of Finance

محاصل کی پیداوار اور اخراجات دونوں کا رجحان ناموافق شکل اختیار کر گیا (**شکل 4.2**)۔

مارچ 2020ء کے بعد سے ہی ایف بی آر کی ٹیکس وصولی میں کمی آنا شروع ہوگئی تھی، کیونکہ مارچ تا جون مالی سال 20ء میں محاصل کے بڑے زمروں میں سال بسال کمی درج کی گئی (**جدول 4.1**)۔ چونکہ عام طور پر محاصل کی وصولی سہ ماہیوں کے اختتام پر مرتکز ہوتی ہے، اس لیے تیسری سہ ماہی میں محاصل کی نمو میں بڑی حد تک کمی آئی، جبکہ چوتھی سہ ماہی میں محاصل کی نمو منفی ہوگئی۔

شکل 4.3: مجموعی آمدنی میں نمو کا حصہ

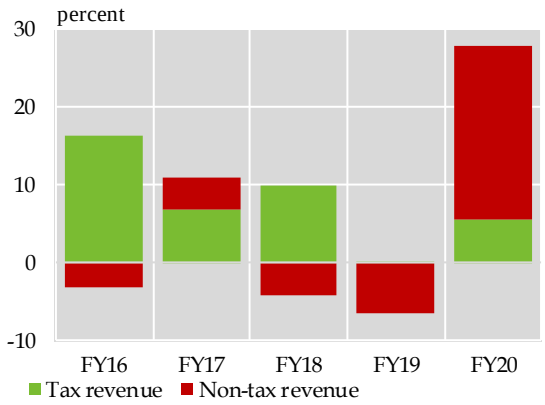

Source: Ministry of Finance

مجموعی لحاظ سے، کووڈ 19 سے ٹیکس محاصل میں نقصان کا تخمینہ ایک ٹریلین روپے ہے، کیونکہ پورے سال کی وصولی 3996.7 ارب روپے رہی۔ اخراجات کو بھی ایسا ہی دھچکا لگا، کیونکہ حکومت نے اس بیماری کے پھیلاؤ پر قابو پانے اور اس کے ناسازگار سماجی اثرات دور کرنے کی غرض سے چوتھی سہ ماہی میں صحت عامّہ اور نقدی کی تقسیم پر بھاری اخراجات کیے۔ چوتھی سہ ماہی میں ایک ٹریلین روپے کے اخراجات جاریہ پہلی تین سہ ماہیوں کے اوسط اخراجات سے زیادہ رہے۔ لہٰذا، اگر ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران ایسے مالیاتی اقدامات نہ کیے گئے ہوتے اور نان ٹیکس محاصل سے غیر متوقع فوائد نہ ملتے تو مجموعی مالیاتی نتائج بدتر ہوسکتے تھے۔

4.2 محاصل

گذشتہ برس کی 6.3 فیصد کمی کے مقابلے میں مالی سال 20ء کے دوران مجموعی محاصل میں 28.0 فیصد کی اچھی خاصی نمو ہوئی۔ اگرچہ ٹیکس محاصل کی نمو معتدل رہی، تاہم اس نمو میں بڑا حصہ اسٹیٹ بینک کے بلند نفع اور جی ایس ایم لائسنس کی فیس جمع کرائے جانے کا ہے، جو حکومت کے لیے نان ٹیکس محاصل میں بڑے اضافے کا موجب بنے (**شکل 4.3**)۔

ایف بی آر ٹیکس

ایف بی آر ٹیکس محاصل میں 4.4 فیصد نمو ہوئی جس میں گذشتہ برس 0.4 فیصد کمی آئی تھی (**جدول 4.2**)۔ جولائی تا فروری کے دوران ٹیکس محاصل کی نمو بڑھنے کی بنیادی وجہ مالی سال 20ء کے بجٹ میں حکومت کے اعلان کردہ اقدامات تھے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا، مخصوص شعبوں (مثلاً چینی، اسٹیل اور خوردنی تیل) کے لیے ٹیکس کے حوالے سے ترجیحی رویے کے خاتمے اور پانچ برآمدی شعبوں (ٹیکسٹائل، چمڑا، قالین سازی، کھیلوں کی اشیا اور آلات جراحی) کے لیے ٹیکس استثنا کے خاتمے جیسے اقدامات کے بعد محاصل مجتمع ہونے میں اضافہ ہوا۔

جدول 4.1: م س20ء میں ایف بی آر ٹیکس وصولی

ارب روپے، فیصدی نمو	کووڈ19ء سے قبل	کووڈ19
	جولائی تا فروری	مارچ تا جون
بلاواسطہ ٹیکس	1,005.1	517.9
نمو	**19.8**	**-13.1**
فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی	163.0	87.5
نمو	**17.9**	**-14.7**
کسٹم	433.3	193.1
نمو	**-2.4**	**-19.7**
سیلز ٹیکس	1134.1	462.7
نمو	**24.6**	**-15.6**
مجموعی	2,735.5	1,261.2
نمو	***17.3***	***-15.2***

اعداد و شمار کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

اسی طرح، سیلز ٹیکس کی شرحوں میں اضافہ بالخصوص پیٹرولیم مصنوعات اور چینی پر؛ تنخواہ دار اور غیر تنخواہ دار افراد دونوں کے لیے انکم ٹیکس کی شرحوں میں اضافہ؛ موبائل لوڈ پر ود ہولڈنگ ٹیکس اور سیلز ٹیکس کی بحالی، سیمنٹ اور سگریٹ پر ایکسائز ڈیوٹی میں اضافے؛ بجلی کی قیمتیں بڑھانے جیسے اقدامات نے محاصل کی وصولی کو سہارا دیا۔ ان اقدامات سے م س20ء میں ملکی ٹیکسوں (ایف بی آر کے ٹیکسوں کا 62.2 فیصد) میں 7.2 فیصد نمو ہوئی، جبکہ گذشتہ برس اس میں 3.1 فیصد کمی آئی تھی۔

جولائی تا فروری م س20ء میں ٹیکس محاصل کی حوصلہ افزا نمو کے پیشِ نظر – جس میں ماہانہ نمو 5 سالہ اوسط سے تجاوز کر گئی – یہ توقع تھی کہ ایف بی آر 4803 ارب روپے محاصل کا نظر ثانی شدہ ہدف حاصل کر لے گا۔[1] تاہم، کورونا وائرس سے متعلقہ حالات کی وجہ سے اس ہدف کو مزید کم کر کے 3907 ارب روپے کرنا پڑا، جو ایف بی آر نے حاصل کر لیا۔ ملک گیر لاک ڈاؤن میں نرمی کے بعد جون 2020ء میں بھی مجموعی طور پر وصولیاں تھوڑی سی بڑھیں۔ تاہم ملک میں کورونا وائرس کی وبا پھیلنے کے بعد یہ کارکردگی جاری نہ رہ سکی۔

جدول 4.2: ایف بی آر ٹیکس وصولی

ارب روپے؛ فیصدی نمو

	م س19ء	م س20ء	نمو	
			م س19ء	م س20ء
بلاواسطہ ٹیکس	1,445.5	1,523.1	-5.9	5.4
بالواسطہ ٹیکس	2,383.0	2,473.7	3.3	3.8
کسٹم ڈیوٹی	685.6	626.4	12.7	-8.6
سیلز ٹیکس	1,459.2	1,596.8	-1.8	9.4
فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی	238.2	250.5	11.6	5.2
ایف بی آر کے مجموعی ٹیکس	**3,828.5**	**3,996.7**	**-0.4**	**4.4**

اعداد و شمار کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

شکل 4.4: مالی سال20ء میں ایف بی آر ٹیکسوں کی ماہانہ نمو (سال بسال)

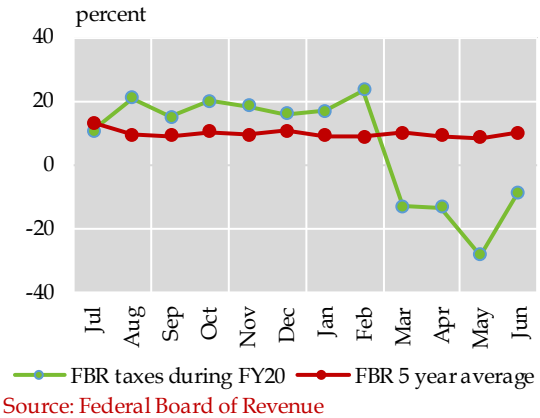

Source: Federal Board of Revenue

مارچ 2020ء کے آخری ہفتے کے قریب لاک ڈاؤن ہونے کے سبب اس مہینے میں ایف بی آر ٹیکسوں میں 13.2 فیصد کمی آئی (**شکل 4.4**)۔ اس مہینے سب سے زیادہ کمی کسٹم اور فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں (بالترتیب 22.7 اور 16.7 فیصد) آئی، جس کے بعد بلاواسطہ ٹیکس اور سیلز ٹیکس کی وصولیوں میں (11.1 اور 10.4 فیصد) کمی آئی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ عموماً وصولیوں کا ارتکاز سہ ماہی کے اختتام پر ہوتا ہے، یہ امر اور بھی پریشان کن تھا۔ نتیجتاً، مالی سال 20ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران ایف بی آر ٹیکس وصولیوں کی نمو میں ابتری آئی (**شکل 4.5**)۔ یہ امر بھی اہم ہے کہ ایف بی آر ٹیکس وصولی میں درآمدات سے متعلق ٹیکسوں کا حصہ تقریباً 40 فیصد ہے، جو درآمدی رجحان میں کمی کے سبب سارا سال دباؤ میں رہا۔

شکل 4.5: مالی سال20ء میں ایف بی آر ٹیکسوں کی سہ ماہی نمو (سال بسال)

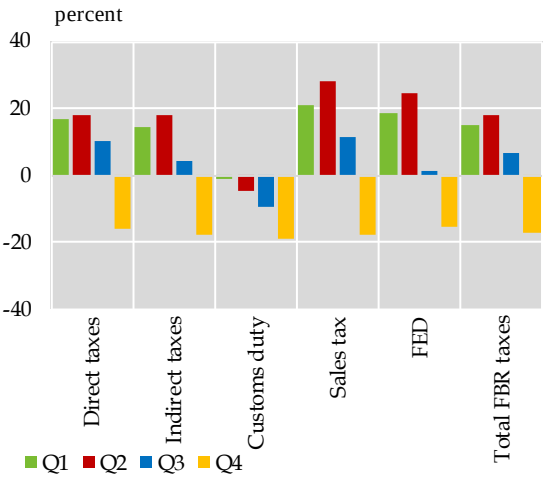

Source: Federal Board of Revenue

بلاواسطہ ٹیکس

مالی سال 20ء کے دوران بلاواسطہ ٹیکس وصولیوں میں 5.4 فیصد اضافہ ہوا، جو مالی سال 19ء میں 5.9 فیصد کم ہوا تھا۔ اس کا سبب ودہولڈنگ ٹیکس میں بلند نمو ہے، جس نے رضاکارانہ ادائیگیوں اور عندالطلب وصولیوں میں کمی کے اثر کو زائل کیا۔

مالی سال 20ء کے دوران ودہولڈنگ ٹیکسوں کی وصولی، جن کا بالواسطہ ٹیکس میں حصہ 70 فیصد سے زائد ہے، میں دوہندسی نمو آئی، جبکہ مالی سال 19ء میں 8.3 فیصد کمی آئی تھی۔ اس اضافے کی بڑی وجہ تنخواہوں، سود و تمسکات اور ٹیلی فون سے ہونے والی وصولیاں ہیں۔ بجٹ مالی سال 20ء کے ٹیکس اقدامات جیسے تنخواہوں کی مختلف سطحوں پر ٹیکس شرحوں میں اضافہ، قرض پر نفع پر

[1] بجٹ میں ایف بی آر کے محاصل کا ہدف 5555 ارب روپے مقرر کیا گیا تھا۔

ٹیکس شرحوں میں اضافہ اور موبائل لوڈز پر ود ہولڈنگ ٹیکس کے دوبارہ نفاذ، ان سب کی بدولت متذکرہ مدوں میں وصولیاں بڑھیں (**جدول 4.3**)۔ اس کے برعکس مالی سال 20ء میں درآمدات پر ود ہولڈنگ ٹیکسوں کی وصولی میں 10.0 فیصد کمی آئی، جس کی بنیادی وجہ درآمدی مالیتوں میں کمی ہے، حتیٰ کہ روپوں میں بھی۔[2] م س20ء میں ٹھیکوں سے وصولیاں گذشتہ برس کی سطح پر تھیں کیونکہ م س20ء میں پی ایس ڈی پی میں 81.5 ارب روپے کا تھوڑا سا ہی اضافہ ہوا تھا۔

جدول 4.3: بلاواسطہ ٹیکسوں کی تفصیلات

ارب روپے، فیصدی نمو

			نمو	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
رضاکارانہ ادائیگیاں	**462.2**	**411.1**	**-1.0**	**-11.0**
عندالطلب وصولی	**102.6**	**60.8**	**-0.2**	**-40.8**
ود ہولڈنگ ٹیکس	**960.2**	**1091.9**	**-8.3**	**13.7**
جس میں				
درآمدات	221.8	199.7	1.4	-10.0
برآمدات	34.4	38.4	21.7	11.6
ٹھیکے	234.7	237.4	-17.0	1.1
تنخواہ	76.4	129.4	-42.7	69.4
سود اور تمسکات	58.1	128.3	27.5	120.7
نقدی نکلوانا	32.1	15.3	-5.5	-52.3
منافع منقسمہ	57.2	55.1	-1.1	-3.6
الیکٹرک بلز	35.6	45.4	5.2	27.8
ٹیلی فون	17.2	54.6	-63.7	217.9

اعداد و شمار کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

مجموعی بلاواسطہ ٹیکسوں میں رضاکارانہ ادائیگیوں کا حصہ تقریباً 26 فیصد ہے، اس میں م س19ء کے دوران 1.0 فیصد کمی کی بہ نسبت م س20ء میں 11.0 فیصد تخفیف ہوئی۔ اس کمی کی اہم وجہ م س19ء اور م س20ء میں گوشواروں سے ہونے والی وصولیوں میں بالترتیب 10.2 فیصد اور 48.7 فیصد کمی آنا تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ گذشتہ دو مالی سالوں میں ٹیکس ایمنسٹی اسکیموں کا اعلان کیا گیا تھا، اس کے نتیجے میں م س18ء کے دوران گوشواروں سے ہونے والی بھرپور وصولی میں 189.1 فیصد کا نمایاں اضافہ ہوا۔ مالی سال 18ء کے بلند اساسی اثر کے مضمرات م س19ء اور م س20ء دونوں میں گوشواروں سے وصولیوں میں نمو پر منتج ہوتے – اس کا اور زیادہ اثر رواں برس ہوتا مگر م س20ء میں ایسی کسی اسکیم کا اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ عندالطلب وصولیوں میں بھی ایسا ہی رجحان دیکھا گیا، جو م س19ء میں 0.2 فیصد کمی کے مقابلے میں م س20ء کے دوران 40.8 فیصد گھٹ گئیں۔

جدول 4.4: ملکی اور درآمدی سطح پر سیلز ٹیکس

ارب روپے، فیصدی نمو

			نمو	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
ملکی				
جس میں				
پیٹرولیم مصنوعات	248.5	234.6	-16.9	-5.6
برقی توانائی	51.4	91.8	5.8	78.8
سیمنٹ	21.6	21.2	-10.2	-1.8
چینی	26.6	41.2	31.8	54.9
شعبہ ٹیکسٹائل		61.2		
سیلز ٹیکس (ملکی)	**669.9**	**813.1**	**-8.4**	**11.0**
درآمدات				
جس میں				
پیٹرولیم مصنوعات	221.3	231.3	-16.2	4.5
لوہا اور فولاد	69.6	82.9	1.8	19.2
گاڑیاں	63.0	42.9	-5.6	-31.8
پلاسٹک دانہ	52.1	55.2	15.4	5.9
نامیاتی کیمیکل	20.2	31.2	14.9	54.9
سیلز ٹیکس (درآمدات)	**810.4**	**876.3**	**-1.7**	**8.1**
خام سیلز ٹیکس	**1480.4**	**1689.4**	**-4.8**	**14.1**
خالص سیلز ٹیکس	**1459.2**	**1596.8**	**-1.8**	**9.4**

اعداد و شمار کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

بالواسطہ ٹیکس

مالی سال 20ء کے دوران بالواسطہ ٹیکس وصولی، جس کا حصہ ایف بی آر کے مجموعی ٹیکسوں میں 60 فیصد سے زائد ہے، میں 3.8 فیصد کا اضافہ ہوا۔ مالی سال 20ء کی پہلی اور دوسری سہ ماہی کے دوران اس میں دوہندسی نمو ہوئی، بعد ازاں تیسری سہ ماہی میں کورونا وائرس کی صورتِ حال کے سبب اس کی نمو میں کمی آئی۔ مزید برآں، اعداد و شمار کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ م

[2] گذشتہ برس کی 11.3 فیصد نمو کی بہ نسبت درآمدی مالیت میں 5.5 فیصد سال بسال کمی آئی۔

س20ء کے آخری چار ماہ میں بالواسطہ ٹیکسوں کی ماہانہ وصولی تقریباً16 فیصد سال بسال کم رہی۔

جدول 4.5: ایکسائز اور کسٹم ڈیوٹی کے بڑے ذرائع

ارب روپے؛ فیصدی نمو

	م س19ء	م س20ء	نمو	
			م س19ء	م س20ء
کسٹم ڈیوٹی	**685.6**	**626.4**	**12.7**	**-8.6**
پیٹرولیم مصنوعات	79.4	83.2	12.3	4.9
گاڑیاں	81.5	56.9	-16.1	-30.2
لوہا اور فولاد	47.2	45.4	13.9	-3.7
دیگر	477.6	440.9	19.7	-7.7
فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی	**238.2**	**250.5**	**11.6**	**5.2**
سگریٹ اور تمباکو	91.0	88.6	35.5	-2.6
سیمنٹ	57.6	71.5	6.7	24.1
مرتکز ہوا آمیز پانی/ مشروبات	23.0	24.1	2.9	5.0
بالواسطہ ٹیکس	**2,383.0**	**2,473.7**	**3.3**	**3.8**

اعداد و شمار کا ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

سیلز ٹیکس

م س20ء میں سیلز ٹیکس وصولی میں 9.4 فیصد اضافہ ہوا، جبکہ م س19ء میں 1.8 فیصد کمی ہوئی تھی (**جدول 4.4**)۔ جولائی تا فروری م س20ء کے دوران سیلز ٹیکس وصولی میں 24.6 فیصد سال بسال نمو درج کی گئی، جس کا بنیادی وسیلہ بجلی کے نرخوں میں اضافہ ہے، اس کے سبب برقی توانائی (ڈسکوز) سے ہونے والی وصولی میں بڑی حد تک اضافہ ہوا۔ مزید برآں، ٹیکسٹائل شعبے کے لیے ٹیکس استثنا ختم کرنے کے بعد اس شعبے کی وصولی سے بھی ایک بڑی رقم جمع ہوئی۔ مزید یہ کہ، چینی کے شعبے کے لیے ترجیحاتی رویہ بدلنے سے چینی پر سیلز ٹیکس کی وصولی میں اضافہ ہوا۔

کووڈ کے عرصے میں دیگر زمروں کی طرح، پیٹرولیم مصنوعات کی وصولیاں بھی دھیمی رہیں۔ اس کی بڑی وجہ لاک ڈاؤن، نقل و حرکت پر پابندی اور بالعموم دھیمی معاشی سرگرمیوں سے جنم لینے والی ملکی حالات ہیں۔ تاہم کووڈ 19 کی وبا پھیلنے اور تیسری سہ ماہی تک پیٹرولیم مصنوعات کا سیلز ٹیکس وصولی میں بڑا حصہ تھا، جس کا سبب پیٹرولیم مصنوعات پر سیلز ٹیکس شرح میں اضافہ ہے (**شکل 4.6**)۔ دریں اثنا، م س20ء میں سیمنٹ اور گاڑیوں کے شعبوں کی وصولی میں کمی آئی۔ پست تعمیراتی سرگرمیوں سے سیمنٹ کے شعبے میں کمی کی وضاحت ہوتی ہے (**باب 2**)، جبکہ درآمدات اور کاروں کی پیداوار میں کمی کی پالیسیوں کے تسلسل سے گاڑیوں سے ہونے والی وصولی میں کمی آئی۔

شکل 4.6: پیٹرولیم مصنوعات پر سیلز ٹیکس شرحیں

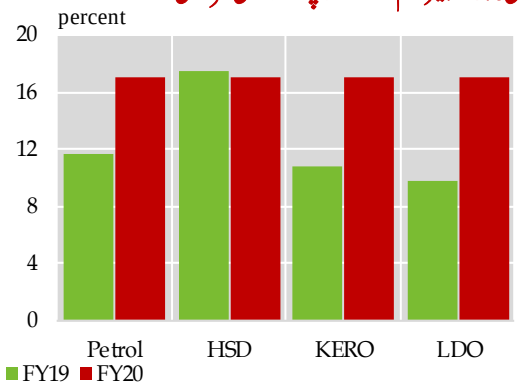

Note: Sales tax rates for FY20 are calculated on basis of weighted average formula.
Source: Federal Board of Revenue

کسٹم اور فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی

مئی 2019ء سے کسٹم ڈیوٹی کی وصولی میں کمی کا رجحان دیکھنے میں آرہا ہے، کیونکہ شرح مبادلہ میں ردوبدل، اس کے ہمراہ درآمدات میں کمی کے اقدامات، جیسے ریگولیٹری ڈیوٹی اور اضافی کسٹم ڈیوٹی (اے سی ڈی) کے نفاذ کے بعد درآمدات میں سرعت سے کمی آئی تھی۔ م س19ء کے بجٹ میں اضافی کسٹم ڈیوٹی 1.0 سے بڑھا کر 2.0 فیصد کر دی گئی تھی، پلانٹس، مشینری اور آلات پر سے کسٹم ڈیوٹی کی رعایتیں ختم کر دی گئی تھیں اور م س20ء کے بجٹ میں قدرتی گیس پر 5.0 فیصد کسٹم ڈیوٹی بحال کر دی گئی تھی۔ چوتھی سہ ماہی میں کووڈ19 کے باعث کسٹم ڈیوٹی کی وصولی میں کمی مزید بڑھ گئی۔ مجموعی طور پر م س20ء کے دوران کسٹم ڈیوٹی 8.6 فیصد کم ہوگئی جو گذشتہ برس 12.7 فیصد بڑھی تھی (**جدول 4.5**)۔ م س20ء میں پیٹرولیم مصنوعات کے ساتھ ساتھ تقریباً تمام زمروں میں کسٹم ڈیوٹی کی وصولی کم ہوگئی۔ دریں اثنا، م س20ء میں فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں 5.2 فیصد کی پست نمو ہوئی جبکہ گذشتہ سال 11.6 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

اس اضافے کی بڑی وجہ م س20ء میں سیمنٹ کی پیداوار میں 24.1 نمو ہے جس کا سبب فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کی شرح میں اضافہ تھا۔[3] تاہم سیمنٹ سے

[3] مشروبات پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی 11.5 فیصد سے بڑھا کر 13.0 فیصد کر دی گئی، جبکہ سگریٹ اور سیمنٹ پر بالترتیب 1000 سگریٹ پر 700 روپے اور 0.5 روپے فی کلو اضافہ کیا گیا۔

ہونے والی نمو کے فائدے کو تمباکو اور سگریٹ پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کی وصولی کے دھچکے نے زائل کر دیا (**جدول 4.5**)۔ تمباکو اور سگریٹ پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کی شرحوں میں اضافے کے باعث سگریٹ کی باضابطہ صنعت کی جانب سے فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کی وصولی پر منفی اثر پڑا، کیونکہ ممکنہ طور پر بیشتر صارفین سستی اور اسمگل شدہ مصنوعات کی طرف مائل ہوگئے (**باب 2**)۔

4.3 نان ٹیکس محاصل

مالی سال 20ء میں اسٹیٹ بینک کے بلند نفع اور جی ایس ایم لائسنس کی تجدیدی فیس کی وساطت سے نان ٹیکس محاصل میں خوب اضافہ ہوا (**جدول 4.6**)۔ بلند شرح سود کے سبب سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں (پی ایس ایز) کی طرف سے مارک اپ ادائیگیاں بھی بڑھ گئیں، جس سے نان ٹیکس محاصل میں 69.5 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ م س 20ء میں نان ٹیکس محاصل کی نمو کا بیشتر حصہ اسٹیٹ بینک اور پی ٹی اے کے نفع، اور پی ایس ایز سے موصولہ مارک اپ پر مشتمل ہے۔

گذشتہ 10 برس کے دوران 226.5 ارب روپے کی اوسط رقم کے مقابلے میں م س 20ء کے دوران اسٹیٹ بینک کا نفع 935.5 ارب روپے رہا (**شکل 4.7**)۔ ان متقلیوں کا بنیادی سبب موجودہ قرضوں پر بلند شرح سود کی آمدنی اور باز قدر پیمائی کے فائدے ہیں (**باب 5**)۔

شکل 4.7: اسٹیٹ بینک کے نفع کے رجحانات

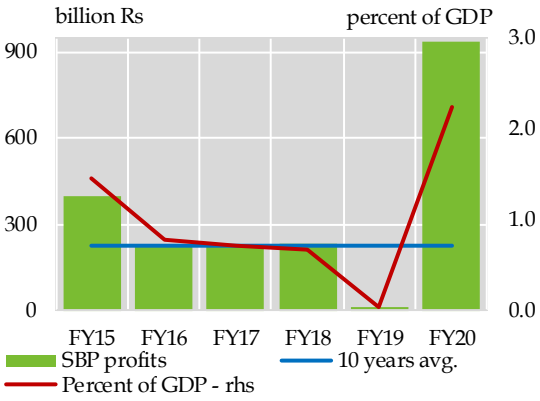

Source: Ministry of Finance

مزید برآں، پی ٹی اے کے نفع کی بڑی وجہ جی ایس ایم لائسنس کی تجدیدی فیس ہے، جس کے سبب نان ٹیکس محاصل میں 127.0 ارب روپے شامل ہوئے۔ م س 20ء میں سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں (پی ایس ایز) سے حکومتی قرضوں پر بلند سودی آمدنی کی وجہ سے بھی نان ٹیکس محاصل 105.2 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ مارک اپ کی بیشتر وصولی واپڈا اور این ایچ اے سے ہوئی۔ زیر جائزہ مدت میں پن بجلی کی نفع آوری 4.7 ارب روپے اضافے سے بڑھ کر 25.7 ارب روپے تک جا پہنچی۔ مزید برآں، قیام امن کی غرض سے پاک فوج کے مختلف بین الاقوامی مشنز کی وساطت سے 26.9 ارب روپے موصول ہوئے۔

اس کے برعکس م س 20ء میں کمرشل اداروں میں حکومتی حصص پر منافع منقسمہ 20.1 ارب روپے گھٹ گیا، جو گذشتہ برس 2.7 ارب روپے بڑھا تھا۔ درحقیقت، منافع منقسمہ پانچ برس کی اوسط سے بھی کم رہا۔ اس کمی کو سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں جیسے او جی ڈی سی ایل، پی ٹی سی ایل اور پاک عرب ریفائنری کی پست نفع آوری سے منسوب کیا گیا، جو ان اداروں کی طرف سے منافع منقسمہ میں کمی پر منتج ہوا۔

مزید برآں، م س 20ء میں کووڈ 19 کی وبا پھوٹنے کے بعد ممکنہ طور پر پاسپورٹ دفاتر کی بندش کی وجہ سے پاسپورٹ اور دیگر فیسوں کی وصولی میں 5.3 ارب روپے کی کمی درج کی گئی۔ م س 20ء میں تیل اور گیس پر رائلٹی میں 8.5 ارب روپے کمی ہوئی جبکہ گذشتہ برس اس میں 27.9 ارب روپے کا اضافہ ہوا تھا۔ کووڈ 19 کے باعث یہ کمی چوتھی سہ ماہی میں مرتکز تھی، کیونکہ درحقیقت م س 20ء کی تیسری سہ ماہی تک رائلٹی میں 3.8 ارب روپے اضافہ ہوا تھا۔[4] م س 20ء میں خام تیل پر ونڈفال لیوی کے حجم میں 2.5 ارب روپے کمی ہوئی، جو گذشتہ برس 2.7 ارب روپے بڑھا تھا۔

4.4 اخراجات

م س 20ء میں ترقیاتی اخراجات میں کمی کے باوجود مجموعی اخراجات میں 17.0 فیصد کا بڑا اضافہ ہوا، جو گذشتہ برس 11.3 فیصد تھا (**جدول 4.7**)۔ اس کی بنیادی وجہ کووڈ سے متعلقہ جاریہ اخراجات کی بلند نمو ہے۔ اگرچہ م س 20ء کے ابتدائی نو ماہ میں بہتر مالیاتی کارکردگی دیکھنے میں آئی، تاہم آخری سہ

[4] تیل کی تلاش اور پیداواری پالیسی (2012ء) کے مطابق تیل کی تلاش اور پیداواری کمپنیاں پیٹرولیم مصنوعات کا 12.5 فیصد بطور رائلٹی ادا کرتی ہیں۔

ماہی میں کووڈ19 کے حوالے سے صحت عامّہ اور سماجی بہبود کے لیے رقوم کی منتقلیوں سے متعلق اخراجات کے سبب سرکاری مالیات پر دباؤ نظر آیا۔ م س 20ء کے دوران مجموعی اخراجات جی ڈی پی کے تقریباً 23.3 فیصد رہے، جو م س98ء کی چوتھی سہ ماہی کے بعد سے بلند ترین حجم ہے۔[5] نتیجتاً، م س20ء کی آخری سہ ماہی میں مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کے 4.1 فیصد تک پہنچ گیا۔

شکل 4.8: مالی سال 20ء میں گرانٹس کی تقسیم* (فیصدی حصہ)

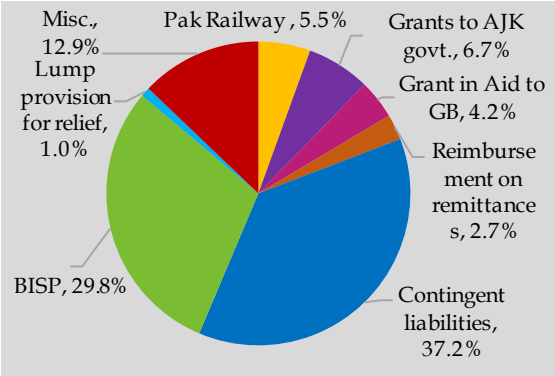

* Revised estimates for FY20
Source: Budget in Brief (FY21)

اخراجات جاریہ

پہلی تین سہ ماہیوں میں اخراجات کو قابو کرنے کی جو کوششیں کی گئیں وہ م س 20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران معکوس سمت میں چلی گئیں۔ مالی سال 20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران میں کووڈ19 کی وجہ سے صحت عامّہ اور سماجی بہبود کے لیے رقوم کی منتقلیوں کے ضمن میں اضافی اخراجات کے تقاضوں نے بڑا اضافہ کر دیا۔

اس سے قطع نظر، اخراجات جاریہ میں سارا سال نمو کی بڑی وجہ سودی ادائیگیاں تھیں، جو گذشتہ برس کے 39.4 فیصد کی بہ نسبت م س20ء میں 25.3 فیصد بڑھیں۔ یہ اضافہ ملکی قرضوں پر بلند ادائیگیوں کے سبب ہوا، جو م س19ء کے دوران اور م س20ء کے بیشتر حصے میں بلند سودی شرحوں کا نتیجہ ہے۔ اخراجات بڑھنے کی ایک اور بڑی وجہ احساس پروگرام کے تحت سماجی محاذ پر بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) جیسی گرانٹس میں اضافہ ہونا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے کووڈ19 کے دوران 1.2 ٹریلین روپے کے مالیاتی ریلیف پیکیج کا اعلان کیا۔ اس کا مقصد چھوٹے کاروباری

جدول 4.6: نان ٹیکس محاصل

ارب روپے

			مطلق تبدیلی	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
مارک اپ (پی ایس ایز اور دیگر)	35.7	105.2	-52.1	69.5
منافع منقسمہ	60.2	40.1	2.7	-20.1
اسٹیٹ بینک کا نفع	12.5	935.5	-220.7	923.0
دفاع	15.6	14.4	2.9	-1.2
تیل و گیس پر رائلٹی	87.9	79.4	29.7	-8.5
محکمہ ڈاک اور پی ٹی اے کا نفع	18.2	127.0	2.3	108.8
پاسپورٹ اور دیگر فیسیں	23.0	17.7	7.1	-5.3
خام تیل پر بچت	14.0	13.0	4.9	-1.0
خام تیل پر ونڈ فال لیوی	7.7	5.2	3.8	-2.5
ایل پی جی پر پیٹرولیم لیوی	3.7	3.2	1.6	-0.5
دیگر	148.7	183.7	-115.8	35.0
مجموعی نان ٹیکس محاصل	**4,27.3**	**1,524.4**	**-333.6**	**1,097.1**

اعداد و شمار کا ماخذ: وزارت خزانہ

اداروں اور معاشی طور پر کمزور کم آمدنی والے افراد کو سہارا دینا تھا، جن کی گزراوقات وبائی لاک ڈاؤن سے شدید متاثر ہوئی۔ اوّل، تقریباً 570 ارب روپے عوام کی مدد کی خاطر مختص کیے گئے؛ اس میں یوٹیلٹی اسٹورز؛ بلوں کو مؤخر کرنے کے لیے بجلی اور گیس پر زراعانت؛ پیٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں واضح کمی؛ یومیہ اجرت پر کام کرنے والے کارکنوں کی مدد؛ اور پناہ گاہوں کے لیے فنڈنگ شامل ہے۔

دوم، 480 ارب روپے کاروباری شعبے اور چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں، زراعت، برآمد کنندگان کی مدد کرنے، اور گندم کے کاشتکاروں کو ادائیگی کے لیے رکھے گئے۔ سوم، 190 ارب روپے کے ہنگامی اقدامات کیے گئے، جس میں غذا اور صحت سے متعلق اشیا پر ٹیکس میں نرمی، طبی آلات کی غرض سے مراعات اور ہنگامی فنڈنگ (بشمول نیشنل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی) شامل ہیں۔

حکومت نے "احساس ایمرجنسی کیش پروگرام" بھی شروع کیا، جس کے اختصاص کی مالیت 144 ارب روپے رکھی گئی تھی۔ اس کا مقصد یومیہ اجرت پر کام کرنے والے 12 ملین غریب خاندانوں میں 12 ہزار روپے نقد فراہم

[5] پاکستان کا مالیاتی پالیسی بیان (20-2019ء)، وزارت خزانہ۔

جدول 4.7: مالیاتی اخراجات کا جائزہ

ارب روپے

	جولائی تا جون		مطلق تبدیلی		نمو	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
اخراجات جاریہ	**7,104.0**	**8,532.0**	**1,249.8**	**1,428.0**	**21.3**	**20.1**
وفاقی	4,776.2	6,016.2	986.4	1,240.0	26.0	26.0
جس میں						
سودی ادائیگیاں (i+ii)	2,091.1	2,619.7	591.2	528.6	39.4	25.3
(i) ملکی	1,820.8	2313.1	498.2	492.3	37.7	27.0
(ii) بیرونی	270.3	306.6	93.0	36.3	52.5	13.4
دفاعی	1,146.8	1,213.3	116.4	66.5	11.3	5.8
امن عامہ اور تحفظ	171.6	176.3	46.9	4.7	37.6	2.7
دیگر	1366.6	2,006.9	231.9	640.2	20.4	46.8
صوبائی	2,327.9	2515.8	263.4	187.9	12.8	8.1
ترقیاتی اخراجات	**1,178.4**	**1,155.2**	**-405.6**	**-23.2**	**-25.6**	**-2.0**
پی ایس ڈی پی	1,008.2	1,089.7	-448.0	81.5	-30.8	8.1
وفاقی	502.1	467.7	-74.0	-34.3	-12.9	-6.8
صوبائی	506.2	622.0	-374.0	115.8	-42.5	22.9
دیگر (بشمول بینظیر انکم سپورٹ پروگرام)	170.2	65.5	42.4	-104.7	33.2	-61.5
خالص قرض گاری	40.8	48.5	3.1	7.8	8.3	19.1
مجموعی اخراجات*	**8323.2**	**9,735.8**	**847.3**	**1,412.5**	**11.3**	**17.0**

* علاوہ از شماریاتی فرق

اعداد و شمار کا ماخذ: وزارت خزانہ

کرنا تھا۔ 27 جولائی تک 160.5 ارب روپے 13.3 ملین استفادہ کنندگان میں تقسیم کیے جا چکے تھے۔[6] م س20ء میں پاکستان ریلوے، آزاد جموں کشمیر اور گلگت بلتستان کو مالی مدد اور غیر متوقع واجبات سے بھی نبرد آزما ہونے کے لیے فراہم کردہ گرانٹس جی ڈی پی کا 2.0 فیصد تھیں (**شکل 4.8**)۔ مزید برآں، اس زمرے میں 813.4 ارب روپے کے اخراجات درج کیے گئے جو 734.7 ارب روپے کے ہدف سے متجاوز تھے۔ م س20ء میں زراعانت میں خاصا بڑا اضافہ درج ہوا، جس میں بڑا حصہ بجلی، غذا اور زرعی شعبوں کا ہے۔ مزید برآں، اس میں پیٹرولیم مصنوعات کا حصہ بڑھ گیا، جس میں ایل این جی شعبے اور آئل مارکیٹنگ کمپنیوں کو دیا جانے والا زراعانت ہے (**شکل 4.9**)۔

شکل 4.9: حکومتی زراعانت کے حامل بڑے شعبے

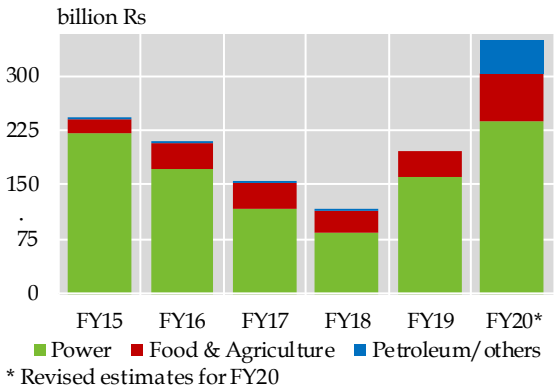

* Revised estimates for FY20

Sources: Fiscal Policy Statement FY20; Budget in Brief (FY21)

[6] ماخذ: پاکستان کی معاشی صورتِ حال برائے جولائی 2020ء، وزارت خزانہ

بجلی کے شعبے میں واپڈا، پیپکو اور کے الیکٹرک کو زراعانت فراہم کیا گیا، بجٹ میں واپڈا/پیپکو کے زراعانت کا بڑا حجم 201 روپے مقرر ہوا تھا جو بڑھ کر 211 ارب روپے تک جا پہنچا۔ اس کی بڑی وجہ تقسیم کار کمپنیوں کے درمیان قیمتوں کے فرق کے ساتھ ساتھ کووڈ19 کے بعد بجلی کے بلوں کی مؤخر ادائیگی ہے۔

غذا اور زراعت کے شعبوں میں پاکستان ایگریکلچرل اسٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن (پاسکو) کو گندم کی ترسیل پر زراعانت ملا، اور یوٹیلیٹی اسٹورز کارپوریشن کو کورونا اور رمضان ریلیف پیکیجز؛ جبکہ کھاد کے پلانٹس کو بھی زراعانت ملا۔ م س20ء میں یوٹیلیٹی اسٹورز پر زراعانت کے اخراجات 5.5 ارب روپے کے سالانہ ہدف سے بڑھ کر 43.5 ارب روپے تک جا پہنچے، جس کی وجہ بشمول کورونا ریلیف پیکیج کے تحت اشیائے ضروریہ کی فروخت ہے۔ صنعتوں کو کم قیمت پر درآمدی ایل این جی فراہم کرنے کی غرض سے توانائی کے شعبے میں گیس کمپنیوں کو زراعانت فراہم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آئل مارکیٹنگ کمپنیوں نے بھی زراعانت کا بڑا حصہ وصول کیا۔ نتیجتاً، پیٹرولیم مصنوعات سے متعلقہ زراعانت 23 ارب روپے کے ہدف سے بڑھ کر 47 ارب ڈالر تک جا پہنچا۔

ترقیاتی اخراجات

م س20ء میں ترقیاتی اخراجات میں 2.0 فیصد کمی آئی، اس کی بہ نسبت م س 19ء میں اس کمی کا حجم 25.6 فیصد تھا۔ ترقیاتی اخراجات میں کمی کا یہ لگاتار تیسرا برس ہے۔ وفاقی ترقیاتی اخراجات بحیثیت مجموعی پست ترقیاتی اخراجات کا موجب بنے، م س20ء کے دوران یہ 6.8 فیصد کم ہوئے، اس کی بہ نسبت گذشتہ برس یہ تخفیف 12.9 فیصد تھی۔

گذشتہ چند برسوں سے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگراموں (پی ایس ڈی پی) کے اخراجات سکڑ رہے ہیں جبکہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے حصوں میں بھی ردوبدل ہوا ہے۔ علی الخصوص، بجٹ میں وفاقی ترقیاتی اخراجات کا اختصاص کم ہوتا رہا ہے۔ م س17ء کے بعد سے سرکاری شعبے کے ترقیاتی منصوبوں میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں دونوں کے اخراجات جی ڈی پی کے تناسب سے کم ہوئے ہیں (**شکل 4.10**)۔ ترقیاتی اخراجات کے لیے پست مالیاتی گنجائش سے اس کی وضاحت ہوسکتی ہے، کیونکہ سودی ادائیگیاں، دفاعی اخراجات اور گرانٹس وفاقی حکومت کے اخراجات کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

شکل 4.10 : سرکاری شعبے کے ترقیاتی منصوبوں کے رجحانات

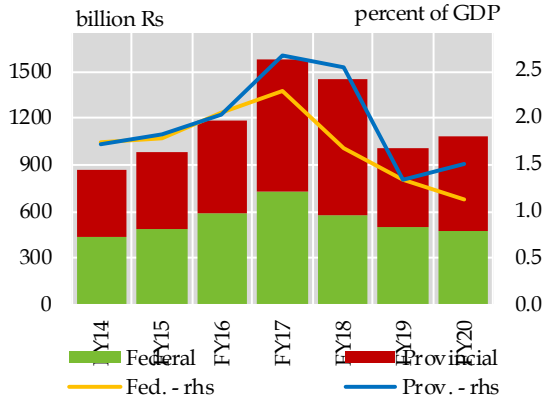

Source: Ministry of Finance

عالمی بینک کی ایک تحقیق کے مطابق اصل رکاوٹ مؤثر سرکاری مالی انتظام ہے، جس میں اہم مسائل شامل ہیں جیسے رقوم کا بروقت اجرا، شفاف اور مؤثر خریداری، اور وفاقی و صوبائی حکومتوں کے درمیان ہم آہنگی۔ یہ رکاوٹیں دور کرنے کے لیے سرکاری مالیاتی انتظام کے اداروں جیسے پاکستان آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس اکیڈمی (پی اے اے اے) اور مختلف سرکاری محکموں میں پبلک پروکیورمنٹ اتھارٹی کی استعداد بڑھائی جاسکتی ہے۔[7] مزید برآں م س19ء میں سرکاری مالیاتی انتظام (پی ایف ایم) ایکٹ کے نفاذ سے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگراموں کے شعبہ جاتی منصوبوں کی تکمیل کی ذمہ داری متعلقہ ڈویژن / محکموں کو تفویض کردی گئی تھی۔[8] تاہم منقولی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ م س20ء کے ابتدائی حصے میں منصوبوں کی تکمیل میں اداروں کو انتظامی اور استعدادی رکاوٹوں کا سامنا رہا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ پی ایس ڈی پی کے بجٹ میں مختص اور حقیقی اخراجات بھی مختص رقوم خرچ کرنے کے حوالے سے استعداد کی علامت ہوسکتے ہیں۔ اوسطاً، م س14ء سے منصوبہ بندی کے تحت وفاقی پی ایس ڈی پی اخراجات 700 ارب روپے رہے، جس میں سے فی الواقع تقریباً 600 ارب روپے خرچ

[7] کول، ڈبلیو۔ پی۔ او۔ (2016ء) پاکستان– سرکاری مالیاتی انتظام اور احتساب برائے خدمت فراہمی منصوبہ نمبر 109788۔ واشنگٹن ڈی سی، عالمی بینک

[8] ماخذ: پاکستان کا سرکاری مالیاتی انتظام ایکٹ 2019ء، وزارت خزانہ

ہوئے تھے۔ یہ امر خاص طور پر م س18ء کے بلند وفاقی اخراجات سے عیاں ہوتا ہے، جب حقیقی اخراجات سالانہ وفاقی اختصاص سے خاصے کم ہوئے تھے۔(**شکل 4.11**)

شکل 4.11: وفاقی پی ایس ڈی پی کا اختصاص

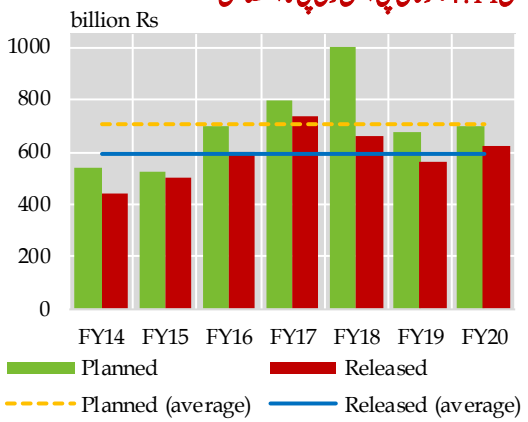

Source: Ministry of Finance

این ایف سی (2009ء) ایوارڈ کے تحت سال کے آغاز میں بجٹ کے ہدف کے مطابق وفاقی قابلِ تقسیم پُول سے رقوم صوبوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ بعد ازاں محاصل کے اہداف پر کسی نظر ثانی کا ذمہ دار وفاق ہوتا ہے، بنیادی طور پر جس کی عکاسی وفاقی ترقیاتی اخراجات میں کمی سے ہوتی ہے۔ ایف بی آر ٹیکس وصولی بجٹ کے ہدف سے 1500 ارب روپے سے زائد کم ہونے اور کووڈ19 جیسی عالمی وبا کے سبب ہنگامی نوعیت کے اضافی اخراجات کے باعث وفاقی پی ایس ڈی پی میں بڑی حد تک کمی ہوگئی تھی۔

حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ وفاقی پی ایس ڈی پی کے لیے بجٹ کے ہدف کے لحاظ سے تقریباً 89 فیصد رقم کا اجرا ہوا۔ جاری شدہ رقوم میں سے تقریباً 30 فیصد انفراسٹرکچر اور توانائی سے متعلق اخراجات، جیسے نیشنل ہائی وے اتھارٹی (این ایچ اے)، پاکستان الیکٹرک پاور کمپنی (پیپکو)، اور نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپیچ کمپنی (این ٹی ڈی سی) کے لیے وقف تھیں۔ چند خصوصی منصوبے (جو زیادہ تر فنانس ڈویژن کے زیر اہتمام تھے)، جیسے خصوصی وفاقی ترقیاتی پروگرام برائے عارضی مہاجرین (ٹی ڈی پیز) اور سلامتی سے متعلق منصوبے، بجٹ ہدف سے تقریباً ہم آہنگ تھے۔ تقریباً نصف رقوم وزیر اعظم کے ہنر مند نوجوان پروگرام، گیس انفراسٹرکچر سیس، خیبر پختونخوا میں ضم علاقوں کے لیے دس سالہ ترقیاتی پروگرام جیسے منصوبوں کے لیے تقسیم کی گئیں۔

وفاقی وزارتوں میں آبی وسائل ڈویژن، کابینہ ڈویژن اور ہائر ایجوکیشن کمیشن (ایچ ای سی) کو بڑا حصہ ملا۔ یہ امر اہمیت کا حامل ہے کہ صوبہ بلوچستان میں ڈیموں کی تعمیر اور (خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان میں) دیامر بھاشا ڈیم میں آبی وسائل ڈویژن کے تحت فنڈنگ کا بڑا حصہ مختص کیا گیا۔ دریں اثنا، کابینہ ڈویژن کے تحت اخراجات کے بڑے اجزائے ترکیبی میں پائیدار ترقی کے اہداف کے حصول کا پروگرام اور کراچی کا گرین لائن بس ریپڈ ٹرانزٹ سسٹم (بی آر ٹی ایس) شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے بڑے منصوبوں میں کوئٹہ میں نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (NUST) کے کیمپس کا قیام، انجینئرنگ یونیورسٹیوں میں ایم ایس برائے پی ایچ ڈی پروگرام فیکلٹی کا قیام اور غیر ملکی اسکالرشپ اور فیلوشپس سے متعلق مختلف دیگر منصوبے شامل ہیں۔

جدول 4.8: م س20ء صوبائی مالیاتی سرگرمیاں

ارب روپے

	کُل		نمو	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
الف۔ مجموعی محاصل	2,995.9	3241.0	2.0	8.2
وفاقی محاصل میں صوبوں کا حصہ	2,397.8	2504.0	8.1	4.4
صوبائی محاصل	488.1	516.0	-10.9	5.7
ٹیکس	401.8	413.6	0.1	2.9
غیر ٹیکس محاصل	86.3	102.4	-41.2	18.6
وفاقی قرضے اور متفرقیاں	110.0	221.0	-36.4	100.9
ب۔ مجموعی مصارف	2857.0	3163.9	-3.5	10.7
جاریہ**	2350.8	2541.9	13.0	8.1
ترقیاتی	506.2	622.0	-42.5	22.9
فرق (الف-ب)	138.9	77.1	-720.8	-44.5
مالکاری* (مجموعی بقایاجات)	**-190.0**	**-224.9**	**-1183.8**	**18.4**

* مالکاری میں منفی علامت سے مراد زرِ فاضل ہے۔ ** اخراجات جاریہ کے اعداد و شمار کا جدول 4.7 میں درج ریکارڈ سے میل کھانے کا امکان نہیں ہے کیونکہ یہاں درج شدہ اعداد و شمار میں وفاقی حکومت کو مارک اپ کی ادائیگیاں شامل ہیں۔

اعداد و شمار کا ماخذ: وزارت خزانہ

4.5 صوبائی مالیاتی سرگرمیاں

صوبے مالیاتی یکجائی کے مقصد پر کاربند رہے، اور م س20ء میں ان کے مشترکہ زرِ فاضل کا حجم 224.9 ارب روپے رہا (**جدول 4.8**)۔ تاہم صوبائی زرِ فاضل کا صرف 53 فیصد سالانہ ہدف (423 ارب روپے) حاصل ہوا تھا۔

بلحاظ زر فاضل صوبوں کی مجموعی یافت میں بلوچستان کا حصہ سب سے زیادہ (74.8 ارب روپے) رہا، اس کے بعد سندھ (70.9 ارب روپے) اور خیبر پختونخوا (66.4 ارب روپے) کا نمبر آتا ہے۔

صوبائی محاصل

م س20ء میں مجموعی صوبائی محاصل میں 8.2 فیصد نمو ہوئی، جبکہ گذشتہ برس کے اسی عرصے میں اس کا حجم 2.0 فیصد تھا۔ م س20ء کے دوران وفاقی محاصل میں صوبائی حصہ، جو مجموعی صوبائی محاصل کے تقریباً 79 فیصد کا احاطہ کرتا ہے، 4.4 فیصد بڑھا، جس میں گذشتہ برس 8.1 فیصد نمو ہوئی تھی۔ تاہم م س20ء کے دوران صوبوں کے اپنے ٹیکس محاصل 5.7 فیصد بڑھے جو گذشتہ برس 10.9 فیصد کم ہوئے تھے۔ خدمات پر سیلز ٹیکس (جی ایس ٹی ایس)، جس کا صوبائی ٹیکس وصولی میں 56 فیصد حصہ ہے، کا اس میں غالب حصہ ہے (**شکل 4.12**)۔

مزید برآں، جی ایس ٹی ایس کی بلند وصولی کا سبب بھی م س19ء میں موبائل فون ٹاپ اپس (ایزی لوڈز) پر سیلز ٹیکس وصول نہ کرنے کی پابندی کا خاتمہ ہے۔[9] عموماً جائیداد ٹیکس کو محاصل کے حصول کے لیے ممکنہ ذریعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن مجموعی صوبائی محاصل میں اس کا حصہ بہت پست ہے۔ م س20ء میں نمو کے باوجود اس کا حصہ محض 9.6 ارب روپے رہا۔ ٹیکس انتظام اور حدود کے مسائل پاکستان میں جائیداد ٹیکس کی وصولی میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔[10]

اس سے قطع نظر صوبائی ٹیکس اور نان ٹیکس وصولی دونوں کووڈ 19 سے متاثر ہوئے، جس نے معاشی سرگرمیوں کی رفتار کو سُست کر دیا۔ نتیجتاً، ایکسائز اور اسٹیمپ ڈیوٹیز اور موٹر وہیکل ٹیکس میں کمی آئی۔ اس کی عکاسی کاروں اور موٹر سائیکلوں کی پست پیداوار اور پہلے اختیار کردہ درآمدات میں کمی کے اقدامات سے بھی ہوتی ہے؛ کووڈ 19 سے اس رجحان نے مزید زور پکڑا۔ م س20ء میں نان ٹیکس محاصل، جن کا صوبوں کی اپنے محاصل کی وصولی میں تقریباً 20 فیصد حصہ ہے، 18.6 فیصد بڑھے جبکہ م س19ء میں 41.2 فیصد کم ہوئے تھے۔ پن بجلی کا نفع گذشتہ برس کے 21.1 ارب روپے سے بڑھ کر 25.7 ارب روپے ہو گیا۔ یہ نفع سب سے زیادہ خیبر پختونخوا (18.7 ارب روپے) اور پنجاب (7.0 ارب روپے) سے آیا۔ مزید برآں، م س20ء کے دوران آبپاشی سے 3.8 ارب روپے وصولی ہوئی، جو گذشتہ برس 2.4 ارب روپے ہوئی تھی۔ اس مد میں سب سے زیادہ وصولی پنجاب سے 3.2 ارب روپے درج کی گئی۔

جدول 4.9: نقشہ حرارت برائے صوبائی اخراجات جاریہ کی ترجیحات

م س16ء کے بعد سے مجموعی اخراجات جاریہ میں اوسط حصہ (فیصد)

	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان
انتظامی امور*	21.6	21.7	19.2	21.1
اضلاع کو منتقلی	34.7	10.1	41.0	1.8
عمومی خدمات	0.7	0.7	0.5	1.7
امن عامّہ	14.3	14.9	14.9	16.6
عمومی امور**	0.1	0.3	0.1	0.6
غذا اور زراعت***	6.3	5.8	3.6	8.4
ایندھن اور توانائی	0.1	3.5	0.0	4.9
کان کنی اور اشیا سازی	0.9	0.2	0.2	1.3
تعمیرات اور ٹرانسپورٹ	2.5	2.1	1.5	4.6
دیگر صنعتیں	0.0	0.1	0.0	0.0
مکانات اور کمیونٹی	1.2	0.6	1.1	4.2
صحت	10.1	12.7	7.7	9.1
تفریح اور ثقافت	0.3	1.1	0.3	1.1
تعلیم	5.7	24.9	7.7	23.3
سماجی تحفظ	1.4	1.3	2.1	1.3

علامت: پست ترین ---- بلند ترین

*اس اصطلاح میں انتظامی اور قانونی ادارے، مالی اور مالیاتی امور شامل ہیں؛ **عمومی اقتصادی، تجارتی اور لیبر امور

***زراعت، غذا، آبپاشی، جنگلات اور ماہی گیری

اعداد و شمار کا ماخذ: وزارت خزانہ

یہ امر قابل ذکر ہے کہ م س20ء میں وفاقی قرضے اور منتقلیاں م س19ء کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہو کر 220.9 ارب روپے تک جا پہنچیں— جس میں سے تقریباً 62 فیصد منتقلیاں خیبر پختونخوا کو ہوئیں۔ یہ منتقلیاں بنیادی طور پر اُن

[9] انسانی حقوق کا مقدمہ نمبر 18877 برائے 2018ء کے مطابق موبائل ٹاپ اپس (ایزی لوڈز) پر سیلز ٹیکس وصول نہ کرنے کی پابندی عائد تھی، جس کا اطلاق چاروں صوبوں پر ہوتا تھا۔ چونکہ ٹیلی کام خدمات کا قابل ٹیکس خدمات میں بڑا حصہ ہے، اس لیے م س19ء میں پست وصولی ہوئی تھی۔ م س20ء میں یہ پابندی ختم ہونے کے بعد صوبوں کا خدمات پر جنرل سیلز ٹیکس (جی ایس ٹی ایس) بڑھ گیا۔

[10] نبی، آئی۔، اور ایچ، شیخ۔ (2011ء)۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں شہری جائیداد ٹیکس کی اصلاحات۔ پالیسی بریف پی بی 1301۔ لاہور: لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات کے لیے، پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے پہلی سہ ماہی م س19ء کا خصوصی سیکشن بھی دیکھیے۔

شکل 4.13: م س20ء میں صوبائی ترقیاتی مصارف کے اجزائے ترکیبی

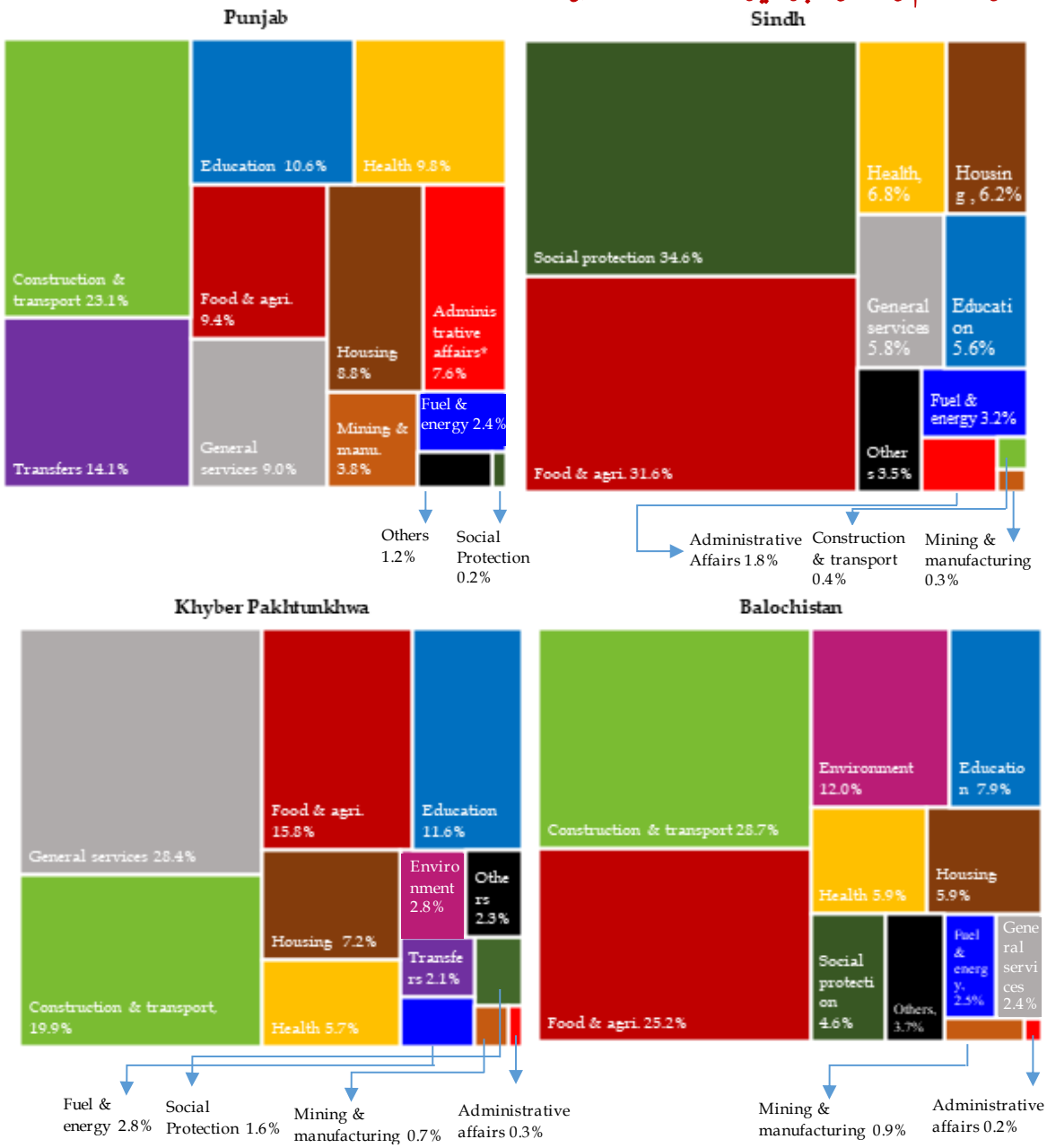

* This term includes Executive & Legislative Organs, Financial and Fiscal Affairs;
Source: Ministry of Finance

فنڈز کی عکاسی کرتی ہیں جو دس سالہ ترقیاتی پروگرام کے تحت خیبر پختونخوا میں ضم ہونے والے علاقوں کے لیے مختص کیے گئے تھے۔[11] وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کی ترقی و خوشحالی وفاقی اور خیبر پختونخوا دونوں حکومتوں کی ترجیح رہی ہے، جس میں بنیادی توجہ صحت، تعلیم اور سماجی تحفظ کے طریق کار میں بہتری لانے جبکہ ثانوی توجہ انفراسٹرکچر بشمول سڑکوں کی تعمیر اور بجلی کی فراہمی پر مرکوز ہے۔[12]

[11] 2018ء میں 25ویں ترمیم کے تحت وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) کو باضابطہ طور پر خیبر پختونخوا میں ضم کر دیا گیا تھا۔

[12] خیبر پختونخوا وائٹ پیپر برائے م س21ء (ماخذ: https://www.pakp.gov.pk/wp-content/uploads/White-Paper-2020-21.pdf)۔

صوبائی مصارف

گذشتہ برس 3.5 فیصد کمی کے بعد م س20ء میں مجموعی صوبائی مصارف میں 10.7 فیصد کی نمو ہوئی۔ م س 20ء میں چونکہ جاریہ اور ترقیاتی مصارف دونوں میں اضافہ ہوا، اس لیے صوبے صوبائی زرِ فاضل کا تقریباً نصف سالانہ ہدف حاصل کر سکے۔ م س20ء کے سالانہ ترقیاتی اخراجات بحال ہوئے اور سال کے دوران اس میں 22.9 فیصد اضافہ دیکھا گیا جو گذشتہ سال 42.5 فیصد سکڑ گئے تھے۔ تاہم اخراجات جاریہ گذشتہ برس کی 13.0 فیصد نمو سے کم ہو کر 8.1 فیصد رہ گئے۔ صوبہ وار تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ پانچ برسوں میں صوبائی اخراجات کا جھکاؤ صوبائی حکومتوں کے انتظامی امور کی جانب رہا، اس کے بعد امن عامّہ، صحت اور غذا سے متعلق اخراجات کا نمبر آتا ہے۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ سندھ اور بلوچستان نے زیادہ سرمایہ تعلیم پر خرچ کیا، جبکہ پنجاب اور خیبر پختونخوا نے عمومی سرکاری خدمات کی فراہمی کی غرض سے فنڈز ضلعی حکام کو منتقل کیے (**جدول 4.9**)۔

اگرچہ صوبائی ترقیاتی اخراجات گذشتہ برس کی بہ نسبت بحالی کی طرف گامزن ہو گئے، تاہم بجٹ کے تخمینوں اور حقیقی مصارف کے درمیان فرق باقی رہا۔ مثلاً، پنجاب نے تقریباً 76 فیصد، بلوچستان 86 فیصد اور خیبر پختونخوا نے اپنے متعلقہ بجٹ کے اختصاص سے 50 فیصد اخراجات کیے۔ دوسری جانب سندھ نے بجٹ میں مختص رقوم کا صرف 34 فیصد خرچ کیا، جس کی عکاسی سال کے دوران صوبے کے ترقیاتی اخراجات میں کمی سے ہوتی ہے۔ سال کے دوران مختلف شعبوں میں صوبائی اخراجات مختلف رہے۔ مثال کے طور پر پنجاب کی ترجیحات تعمیرات اور ٹرانسپورٹ، اضلاع کو رقوم کی منتقلی، صحت اور تعلیم رہی۔ اسی طرح خیبر پختونخوا اور بلوچستان نے اخراجات کے لیے اپنا مرکزِ نگاہ تعمیرات، غذا اور زراعت کو بنایا، جبکہ سندھ نے بیشتر اخراجات سماجی تحفظ، غذا اور زراعت کے شعبوں میں کیے (**شکل 4.13**)۔ مجموعی طور پر م س20ء کے دوران غذا اور زراعت، تعمیرات، تعلیم، صحت اور رہائش صوبائی ترجیحات بنے رہے۔ ان پیش رفتوں کے باعث صوبوں کو زیادہ سود مند زمروں جیسے تعلیم، صحت اور انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری کرنے میں مدد ملے گی، تاکہ پائیدار ترقی کے اہداف (ایس ڈی جیز) اور سماجی ترقی کا حصول ممکن ہو سکے۔

باب 5: ملکی اور بیرونی قرضہ

اگرچہ مالی سال20ء کے دوران مالیاتی صورت حال تقریباً کسی تبدیلی کے بغیر گذشتہ برس کی سطح پر رہی تاہم سرکاری قرضوں کے بڑھنے کی رفتار خاصی سست ہو گئی۔ حکومت کی جمع شدہ امانتوں کا استعمال ، باز قدر پیمائی کے کم نقصانات ، اور قرضوں کی واپسی کی بلند سطح سے سال کے دوران قرضوں کے بڑھنے کی رفتار پر قابو پانے میں مدد ملی۔ مالی سال20ء کے دوران سرکاری قرضوں میں دو تہائی سے زائد اضافہ حکومت کے ملکی قرضوں پر مشتمل تھا۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حکومت نے مرکزی بینک سے اپنی نئی قرض گیری صفر پررکھنے کے عزم کی پاسداری کی اور قرضوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے جدولی بینکوں پر انحصار کیا۔ سال کے دوران ملکی قرضہ تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری میں ریکارڈ اضافہ ہوا تاہم کورونا وائرس کے نتیجے میں اثاثوں کی عالمی فروخت کے دوران اس میں سے بیشتر سرمائے کا اخراج دیکھا گیا۔ ڈالر کے لحاظ سے بیرونی قرضے میں اضافہ گذشتہ برس کی نسبت قدرے معتدل تھا۔ مالی سال20ء میں بیرونی قرض کی پائیداری کے اظہاریوں میں خاصی بہتری آئی اور ملکی زرمبادلہ کے ذخائر بڑھ گئے۔ پاکستان نے مالی سال20ء کی آخری سہ ماہی میں جی20 کی 'قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام '(Debt Servicing Suspension Initiative) کے لیے درخواست بھی دی ، جس سے قرضوں کی واپسی پر دباؤ کم ہو گیا اور سماجی اور صحت کے شعبوں پر خرچ کے لیے مالیاتی گنجائش پیدا ہو گئی۔

5 ملکی اور بیرونی قرضہ

5.1 سرکاری قرضہ

مالی سال20ء میں سرکاری قرضے میں اضافہ مالی سال19ء کے مقابلے میں نصف سے بھی کم تھا۔ سرکاری قرض کے موجودہ واجب الادا اسٹاک پر بازقدر پیمائی کے کم نقصانات اور گذشتہ برس جتنے روپے کے لحاظ سے مالیاتی خسارے کی مالکاری کے لیے جمع شدہ حکومتی امانتوں کے استعمال نے مالی سال20ء میں مجموعی اضافے کو محدود رکھا۔ جی ڈی پی کے لحاظ سے خام سرکاری قرضے آخر جون2020ء تک 1.1 فیصدی درجے اضافے سے بڑھ کر جی ڈی پی کے 87.2 فیصد تک پہنچ گئے (**شکل 5.1**)۔

شکل 5.1: قرض کے اظہاریے

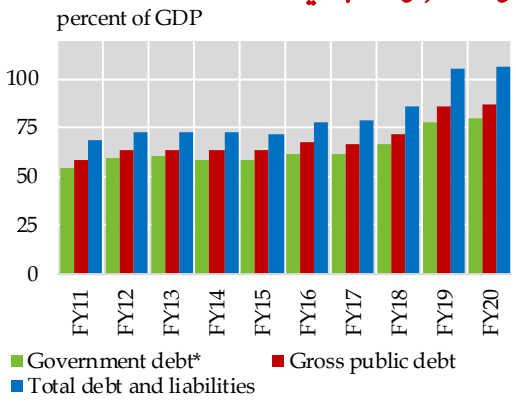

Source: State Bank of Pakistan

مالیاتی سرگرمی میں اضافہ اور بڑھتا ہوا مالیاتی خسارہ، خصوصاً کورونا وائرس پھیلنے کے بعد، مالی سال20ء کی بقیہ مدت میں اس تناسب کو بڑھانے کا سبب بنا۔ مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ کی تعریف کے لحاظ سے حکومتی قرضوں میں اضافہ گذشتہ برس کی نسبت معمولی تھا۔[1]،[2] تاہم قرضوں اور جی ڈی پی کا تناسب ایکٹ میں دی گئی 60 فیصد حد سے زیادہ رہا۔[3] اگرچہ ملک کے مجموعی قرضوں اور واجبات میں بھی گذشتہ برس کے مقابلے میں سست رفتاری سے اضافہ ہوا، تاہم جی ڈی پی فیصد کے لحاظ سے مجموعی قرضے اور واجبات مسلسل دوسرے برس جی ڈی پی کے 100 فیصد سے زائد رہے (**جدول 5.1**)۔

شکل 5.2: سرکاری قرض میں اضافے کے اجزائے ترکیبی

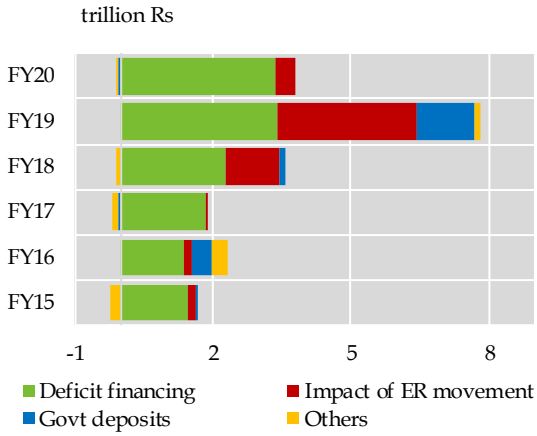

Source: State Bank of Pakistan

سال کے دوران جمع شدہ تقریباً 90 فیصد قرضوں کو خسارے کی مالکاری کے لیے استعمال کیا گیا جبکہ تقریباً 10 فیصد اضافے کو امریکی ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر میں کمی سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ گذشتہ برس قرضوں میں ہونے والا تقریباً 40 فیصد اضافہ پاکستانی روپے کی قدر گرنے کے نتیجے میں ہوا جبکہ اس کا خاصا حصہ

[1] مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ 2005ء میں جون 2017ء میں ترمیم کی گئی تھی جس کے تحت، "حکومت کا مجموعی قرض ہے سرکاری قرض منہا بینکاری نظام میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے پاس جمع شدہ ڈپازٹس"۔

[2] یہ تناسب مالی سال18ء کے 66.5 فیصد سے بڑھ کر مالی سال19ء میں 77.7 فیصد پر آ گیا جو 11.2 فیصدی درجوں کا اضافہ ظاہر کرتا ہے۔ مالی سال20ء میں یہ تناسب 77.7 فیصد سے بڑھ کر 79.7 فیصد ہو گیا جو 2.0 فیصدی درجوں کے اضافے کا عکاس ہے۔

[3] مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ کے مطابق مالی سال17ء سے مجموعی سرکاری قرض کم ہو کر جی ڈی پی کے ساٹھ فیصد تک رہ جائے گا، جس سے یہ بات یقینی بنانے میں مدد ملے گی کہ پانچ مالی سالوں (مالی سال19ء سے) کی مدت میں مجموعی سرکاری قرض میں ہر سال 0.5 فیصد کمی کی جائے گی۔

حکومت کی جانب سے اسٹیٹ بینک کے پاس اپنی نقد رقوم کی سطح میں اضافے کی کوششوں کا حصہ تھا (**شکل 5.2**)۔ سیالیت کے انتظام کے تناظر میں نقد رقوم کی سطح میں اضافے کو برقرار رکھنا اہمیت کا حامل تھا کیونکہ حکومت نے اجرائے ثانی سمیت اسٹیٹ بینک سے قرضے لینے سے گریز کا وعدہ کیا تھا۔ جیسا کہ بعد میں پتہ چلا، مالی سال 20ء میں حکومت کی نقد رقوم کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان ڈپازٹس سے رقوم نکلوانا ضروری تھا۔ خصوصاً، کورونا وائرس کی مدت یعنی مارچ تا جون کے دوران بینکاری نظام سے تقریباً 53 فیصد میزانی قرض گیری اسٹیٹ بینک کے پاس رکھے ہوئے حکومتی ڈپازٹس نکلوانے پر مشتمل تھی۔ اس کے نتیجے میں چوتھی سہ ماہی کے دوران اگرچہ کورونا وائرس سے متعلق اخراجات کی بدولت مجموعی مالیاتی خسارے میں 1.7 ٹریلین روپے کا اضافہ ہوا تاہم سرکاری قرضے 1.1 ٹریلین روپے بڑھ گئے۔

0.4 ٹریلین روپے بڑھ گیا۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ قرضوں کے اسٹاک کی عرصیت کی ساخت بہتر ہوگئی کیونکہ حکومت بیشتر فنڈز طویل مدتی تمسکات کے ذریعے (حکومتی قرضوں میں مجموعی اضافے کا 96 فیصد) جمع کرنے میں کامیاب رہی۔ اس کے ساتھ حکومت کے واجب الادا قرضوں کا اسٹاک 83.4 فیصد تک پہنچ گیا۔ یاد رہے کہ مالی سال 19ء کے اختتام تک حکومت نے اسٹیٹ بینک سے قرض گیری کے موجودہ اسٹاک کی نئی خاکہ بندی کرکے اسے قلیل مدت سے طویل مدت (1 تا 10 سال) پر منتقل کردیا تھا۔ اس نئی خاکہ بندی سے مجموعی ملکی قرض میں طویل مدتی قرض (مستقل اور غیر فنڈ) کا حصہ مالی سال 18ء کے 46 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 19ء کے آخر میں 73 فیصد تک پہنچ گیا۔ مالی سال 20ء کے آخر تک طویل مدتی قرض کا حصہ مزید بڑھ کر 76 فیصد ہوگیا۔ ملکی قرضوں کے اجزائے ترکیبی میں اس ساختی تبدیلی سے اجرائے ثانی کے خطرات کم کرنے کے علاوہ عرصیت کا

جدول 5.1: پاکستان کے قرضوں اور واجبات کا خلاصہ

ارب روپے

	اسٹاک			مطلق تبدیلی		جی ڈی پی کا فیصد	
	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
الف۔ مجموعی قرضے اور واجبات (I تا IX کا خلاصہ)	29,879.4	40,223.1	44,563.9	10,343.8	4,340.8	105.9	106.8
ب۔ خام ملکی قرضہ (I تا III کا خلاصہ)	24,952.9	32,707.9	36,397.0	7,755.0	3,689.2	86.1	87.2
ج۔ حکومت کے مجموعی ملکی قرضے (X-III+II+I)*	23,024.0	29,520.7	33,250.8	6,496.8	3,730.1	77.7	79.7
I۔ حکومت کا ملکی قرض	16,416.3	20,731.8	23,281.0	4,315.5	2,549.3	54.6	55.8
II۔ حکومت کا بیرونی قرض	7,795.8	11,055.1	11,824.5	3,259.3	769.4	29.1	28.3
III۔ آئی ایم ایف سے قرض	740.8	921.0	1,291.5	180.2	370.5	2.4	3.1
IV۔ بیرونی واجبات	622.3	1,710.1	1,663.3	1,087.7	(46.8)	4.5	4.0
V۔ نجی شعبے کا بیرونی قرض	1,654.5	2,481.3	2,641.7	826.8	160.4	6.5	6.3
VI۔ پی ایس ایز کا بیرونی قرض	324.6	630.6	823.9	305.9	193.4	1.7	2.0
VII۔ پی ایس ایز کا ملکی قرض	1,068.2	1,394.2	1,490.5	326.0	96.3	3.7	3.6
VIII۔ اجناس کی کارروائیاں	819.7	756.4	813.4	(63.3)	57.0	2.0	1.9
IX۔ کمپنی کا داخلی بیرونی قرض	437.2	542.7	734.0	105.5	191.3	1.4	1.8
X۔ بینکاری نظام کی امانتیں	1,928.9	3,187.2	3,146.2	1,258.2	(41.0)	8.4	7.5

*مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ کی تعریف کے مطابق

ڈیٹا کا ماخذ: بینک دولت پاکستان

سرکاری شعبے کے قرضوں کے اجزائے ترکیبی سے نشاندہی ہوتی ہے کہ مالی سال 20ء میں دوتہائی سے زائد اضافہ حکومت کے ملکی قرض پر مشتمل تھا اور حکومت کے بیرونی قرضوں کا حصہ کم ہوا جبکہ آئی ایم ایف کا قرض

اوسط وقت بہتر بنانے میں مدد ملی۔ طلب کے تناظر میں حکومتی تمسکات میں بازار زر کی دلچسپی بھی برقرار رہی، جس کی عکاسی پیشکش کردہ بولیوں سے ہوتی ہے، جن میں مالی سال 20ء میں خاصا اضافہ ہوا (جدول 3.2 اور 3.3، باب 3)۔ کورونا وائرس پھیلنے سے قبل مارکیٹ کو سخت زری پالیسی کی واپسی کی

توقع تھی جس کا نتیجہ پی آئی بیز اور 12 ماہی ٹی بلز میں دوبارہ دلچسپی پیدا ہونے کی صورت میں نکلا۔

اگرچہ طویل مدتی تمسکات کا بڑھتا ہوا حصہ خوش آئند ہے تاہم سرمایہ منڈیوں کو ترقی دینا کلیدی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سے لاحق مالی خطرات میں کمی اور سرمایہ کاروں کی بنیاد کو متنوع بنانے میں مدد ملے گی۔ اس تناظر میں مالی سال20ء کے دوران ملکی قرضہ تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری میں ریکارڈ اضافہ حوصلہ افزا تھا۔ اس اضافے کو مارکیٹ پر مبنی شرح مبادلہ کا نظام متعارف کرانے اور آئی ایم ایف کے اعانت یافتہ ملکی اصلاحاتی پروگرام پر سرمایہ کاروں کے اعتماد سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ حکومت نے بھی مالی سال20ء میں 3.0 ارب ڈالر کے ریاستی بانڈز جاری کرنے کی منصوبہ بندی کی تھی لیکن مقامی حکومت کے تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری، آئی ایم ایف سے رقوم کی آمد اور دوطرفہ اور کثیر طرفہ فنڈنگ جاری کھاتے کے کم حالیہ فرق کی مالکاری کے لیے کافی ثابت ہوئی (**باب6**)۔ کورونا وائرس کی وجہ سے بین الاقوامی منڈی کے تحرکات بھی بدل گئے اور حکومت نے مارکیٹ کے ناسازگار حالات کی وجہ سے مالی سال20ء میں ریاستی بانڈز کے اجرا میں اعتدال سے کام لیا۔

بحیثیت مجموعی مالی سال20ء میں نئے قرضوں کے بڑھنے میں سست رفتاری اور زرمبادلہ کے ملکی ذخائر میں اضافے سے قرضہ جاتی پائیداری کے اظہاریوں میں بہتری کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس سے قطع نظر قرضہ جاتی پائیداری کے استحکام کے لیے مربوط کوششوں، قرضوں اور جی ڈی پی کے تناسب کو ایک مستحکم کمی کی راہ پر گامزن رکھنے اور قرضوں کے انتظام کے مجموعی فریم ورک میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ اس تناظر میں پہلی شرط بنیادی فاضل رقوم کا حصول ہے تاکہ حکومت اپنی قرضہ جاتی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے فنڈز حاصل کر سکے۔

واضح رہے کہ مالی سال20ء میں سرکاری قرضے پر سودی ادائیگیوں کے حجم میں تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ اضافی جمع شدہ سرکاری قرضے کے 70 فیصد سے زائد پر مشتمل تھا (**جدول5.2**)۔ اوسطاً گذشتہ پانچ برسوں کے دوران مجموعی سودی ادائیگیاں ہر برس جی ڈی پی کے تقریباً 4 تا 5 فیصد تک ہوتی ہیں، جن پر ملک کے مجموعی محصولات کا ایک تہائی خرچ ہو جاتا ہے۔ قرضوں کی واپسی کی بلند سطح نہ صرف سرکاری قرضے کے اسٹاک میں مسلسل اضافے کو بلکہ گذشتہ چند برسوں میں قرض گیری کی اوسط لاگت کو بھی ظاہر کرتی ہے (**شکل5.3**)۔[4] حال ہی میں بیرونی ذرائع سے مہنگے کمرشل قرضوں کی واپسی اور عالمی مالی اداروں سے دوبارہ مذاکرات سے سرکاری قرضوں کی لاگت کی ساخت کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔ ملکی محاذ پر کورونا وائرس بحران کے دوران پالیسی ریٹ میں تیزی سے کمی ملکی قرضوں کی اوسط لاگت کو کم کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

جدول5.2: سرکاری قرض پر سودی ادائیگیاں

ارب روپے

	م س16ء	م س17ء	م س18ء	م س19ء	م س20ء
الف۔ مجموعی سودی ادائیگیاں (i+ii)	**1263.4**	**1349.0**	**1499.9**	**2091.1**	**2619.7**
i۔ بیرونی قرض کی واپسی	112.6	128.2	177.3	270.3	306.6
ii۔ ملکی قرض کی واپسی	1150.8	1220.3	1322.6	1820.8	2313.1
ب۔ بیرونی اصل زر کی واپسی	**335.3**	**544.3**	**450.2**	**974.0**	**1362.4**
سرکاری قرض کی مجموعی واپسی (الف+ب)	**1598.7**	**1893.3**	**1950.1**	**3065.1**	**3982.1**
ملکی قرض میں تبدیلی	**2296.5**	**1732.0**	**3544.2**	**7755.0**	**3689.2**
سودی ادائیگیاں بلحاظ اضافی سرکاری قرض کا فیصد	55.0	77.9	42.3	27.0	71.0

ڈیٹا کا ماخذ: وزارت خزانہ

[4] مؤثر شرح سود (قرض گیری کی اوسط لاگت) کو مدت t میں سودی بل کے تناسب اور سرکاری قرضے کے اسٹاک (t اور t-1) کے تناسب سے اخذ کیا جاتا ہے: Badia et.al, "Debt is not Free", IMF Working Paper WP/20/1۔

5.2 ملکی قرض

مالی سال 20ء کے دوران حکومت کے ملکی قرضوں میں 2.5 ٹریلین روپے کا اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ برس یہ 4.3 ٹریلین روپے بڑھے تھے (**شکل 5.4**)۔ اندرونی ذرائع سے خسارے کی مالکاری کی قدرے پست سطح اور موجودہ نقد حفاظتی حدود کے استعمال سے ملکی قرضوں کے بڑھنے کی رفتار پر قابو پانے میں مدد ملی۔ واضح رہے کہ مالی سال 19ء کے دوران حکومت نے مستقبل میں

شکل 5.3: سرکاری قرض کی اوسط لاگت*

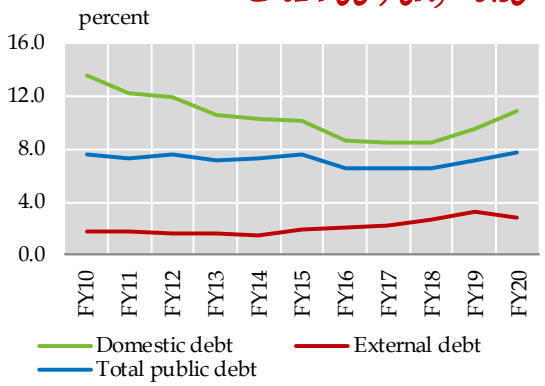

* Actual interest paid as percent of average level of debt

Source: SBP staff calculations

شکل 5.4: حکومت کے ملکی قرض میں تبدیلی کے ذرائع

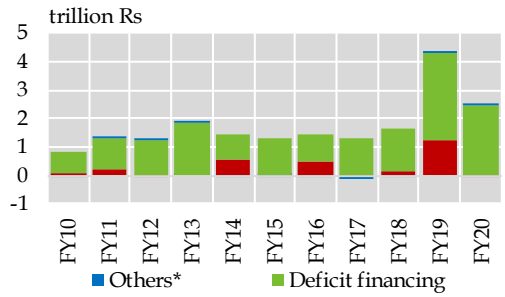

* Difference between the face value and the realized value of PIBs issued during the said period.

Source: State Bank of Pakistan

عرصیت مکمل کرنے والے قرضوں کی ادائیگی کے لیے نقد رقوم کی خاصی حفاظتی حدود (بینکاری نظام میں امانتوں کے ساتھ) مہیا کر لی تھی۔ حکومت نے ان امانتوں کو مالی سال 20ء میں استعمال کیا، جس نے مالی سال 19ء کے مقابلے میں اس کی نئی قرض گیری کی ضروریات میں کمی کر دی۔

مرکزی بینک سے صفر نئی قرض گیری

زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حکومت نے مرکزی بینک سے نئی قرض گیری کی صفر حد کے عزم کی پاسداری کی، اور اس نے مرکزی بینک کے عرصیت مکمل کرنے والے واجبات کی ادائیگی بھی کر دی۔[5] نتیجتاً، مالی سال 20ء میں حکومت کے ملکی قرض میں اسٹیٹ بینک کا حصہ کم ہو گیا۔ جدولی بینکوں نے حکومتی قرضوں کی ضروریات کے بڑے حصے کی مالکاری کی، جس کے نتیجے میں مجموعی ملکی قرضوں میں جدولی بینکوں کا حصہ مالی سال 19ء کے 33 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 20ء میں 40 فیصد پر آ گیا۔ حکومت نے نان بینک اداروں کے ذریعے بھی فنڈز جمع کیے لیکن ان کا حصہ گذشتہ برس سے کچھ کم تھا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ قرضہ جاتی انتظام کے تناظر سے حکومت نے مالی سال 19ء سے ڈپازٹس کو بڑھانا شروع کیا تھا کہ مرکزی بینک سے قرض گیری کی عدم موجودگی میں عرصیت مکمل کرنے والے قرضوں کی باسہولت واپسی ممکن ہو سکے۔ نقد رقوم کی ان حفاظتی حدود کے مؤثر استعمال سے حکومت کو مالی سال 20ء کی چوتھی سہ ماہی میں کورونا وائرس کی وجہ سے بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے کی جزوی تلافی میں بھی مدد ملی۔

شکل 5.5: ٹی بلز کے واجب الادا اسٹاک میں حصہ

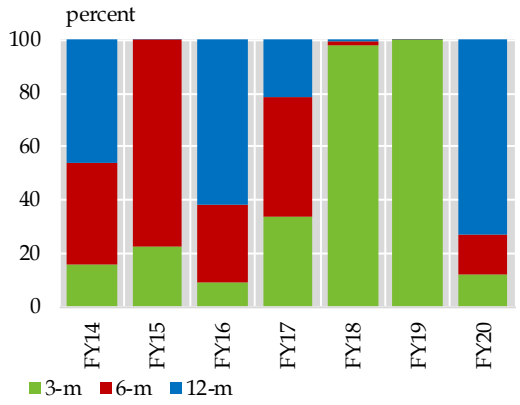

Source: State Bank of Pakistan

عرصیت کا خاکہ مزید بہتر ہو گیا

ملکی قرضوں میں دو تہائی سے زائد اضافہ مستقل قرضوں میں ہوا جن میں پی آئی بیز، اجارہ صکوک اور پرائز بانڈ جیسے طویل مدتی تمسکات شامل ہیں (**جدول 5.3**)۔ مالی سال 20ء کے دوران ٹی بلز کے مجموعی واجب الادا اسٹاک

[5] حکومت نے 0.6 ٹریلین روپے مالیت کے تمسکات واپس کیے جو مرکزی بینک کی تحویل میں تھے۔

میں 3ماہی ٹی بلز کا حصہ کم ہوا جبکہ 6ماہی اور 12ماہی تمسکات میں اضافہ ہو گیا (**شکل 5.5**)۔

مقامی حکومت کے تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ درج ہوا، خصوصاً، مالی سال 20ء کی پہلی ششماہی میں۔ مالی سال 20ء کے دوران حکومتی تمسکات میں نان بینک اداروں کی سرمایہ کاری بھی دیکھی گئی۔ بیرونی سرمایہ کاروں اور نان بینک اداروں کی فعال شرکت سے یافتوں کو کم کرنے میں مدد ملی جبکہ مالی سال 20ء کی پہلی ششماہی میں پالیسی ریٹ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ مارچ 2020ء سے پالیسی ریٹ میں تیزی سے کمی کے سبب پورا خط یافت مزید نچلی طرف منتقل ہو گیا (**باب 3**)۔

حکومت نے مالی سال 20ء میں پاکستان انویسٹمنٹ بانڈز (پی آئی بی) کے ذریعے 2.0 ٹریلین روپے (عرصیت کا خالص) جمع کیے جبکہ مالی سال 19ء میں صرف 0.3 ٹریلین روپے حاصل ہوئے تھے۔ پی آئی بیز کے فنڈز میں تیزی کی وجوہات یہ ہیں: (1) اپریل 2020ء میں معین کوپن 15 سالہ پی آئی بی دوبارہ متعارف کرانا (2) جون 2020ء میں نئے 3 اور 5 سالہ رواں شرح پاکستان انویسٹمنٹ بانڈز متعارف کرانا اور (3) 5 برسوں سے زائد فرق کے بعد 20 سالہ پی آئی بیز کی بولیوں کی قبولیت۔

طلب کے لحاظ سے گذشتہ برس کے مقابلے میں مسابقتی بولیوں میں اضافے سے طویل مدتی تمسکات میں مارکیٹ کی دلچسپی کی نشاندہی ہوتی ہے جس کا سبب طویل مدتی شرحوں کی بلند سطح اور زری نرمی کی توقعات تھیں۔ مالی سال 20ء کے آغاز سے پیشکشوں کا حجم بلند رہا لیکن اس کے بعد یافتوں میں کمی کے ساتھ پی آئی بیز کی بولیاں بھی گر گئیں۔ تاہم اس کی حرکیات ایک بار پھر بدل گئیں کیونکہ کورونا وائرس کی وجہ سے بازار کی توقعات سے پہلے ہی زری نرمی کا عمل شروع ہو گیا، جو چوتھی سہ ماہی میں بلند سرمایہ کاری پر منتج ہوا۔

حکومت نے بھی اپنی قرضوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے شریعت سے ہم آہنگ قرضہ تمسکات جاری کیے۔ نتیجتاً، حکومت کے ملکی قرض میں اجارہ صکوک کا حصہ مالی سال 19ء کے 0.3 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 20ء میں 0.9 فیصد پر آ گیا۔ قرضہ تمسکات کا تنوع قرضہ جاتی انتظام کے تناظر سے بھی خوش آئند ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ایسے تمسکات اسلامی بینکوں کے لیے بھی پرکشش ہیں اور وہ ان میں اپنی اضافی سیالیت مختص کر سکتے ہیں۔[6]

جدول 5.3: حکومت کے ملکی قرض میں تمسک وار تبدیلی

ارب روپے، حصہ فیصد میں

	اسٹاک			بہاؤ		مجموعی اسٹاک میں حصہ	
	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
ملکی قرض	16416.3	20731.8	23281.0	4315.5	2549.3	100.0	100.0
مستقل قرض	4653.8	12080.0	14023.5	7426.2	1943.4	58.3	60.2
جس میں پاکستان انویسٹمنٹ بانڈز	3413.3	10933.2	12886.0	7519.9	1952.8	52.7	55.3
اجارہ صکوک	385.4	71.0	198.2	-314.4	127.2	0.3	0.9
پرائز بانڈ	851.0	893.9	734.1	42.9	-159.8	4.3	3.2
رواں قرض	8889.0	5500.6	5578.3	-3388.4	77.7	26.5	24.0
جس میں ایم ٹی بیز	5294.8	4930.5	5577.1	-364.4	646.7	23.8	24.0
ایم آر ٹی بیز	3594.2	570.2	1.2	-3024.0	-569.0	2.8	0.0
غیر فنڈ قرض	2868.1	3144.1	3672.1	276.0	528.0	15.2	15.8

ڈیٹا کا ماخذ: بینک دولت پاکستان

[6] مالی سال 20ء میں پی ایس ایز کا قرضہ بھی بڑھ گیا کیونکہ حکومت نے سینٹرل پاور پرچیزنگ ایجنسی کی مہنگی قابل ادائیگی رقوم کے لیے 200 ارب روپے کے صکوک جمع کیے، تاکہ وہ پاور ہولڈنگ پرائیویٹ لمیٹڈ (پی ایچ پی ایل) کو منتقل کیے جا سکیں۔

مالی سال20ء میں بچت اسکیموں میں رقوم کی آمد دگنی ہو گئی

مالی سال20ء کے دوران منافع کی بلند شرحوں کی پیشکش کی بدولت بچت اسکیموں (پرائز بانڈز کا خالص) میں خالص رقوم کی آمد دگنی ہو گئی (**شکل 5.6 اور جدول 5.4**)۔ اس کے مقابلے میں پرائز بانڈ میں رقوم کا خالص اخراج درج کیا گیا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ مالی سال19ء کے اختتام پر 40,000 روپے مالیت کے پرائز بانڈز کا اجرا بند ہونے سے، اس زمرے میں خالص بہاؤ میں کمی آئی ہے۔ 40,000 روپے مالیت کے بانڈز رکھنے والوں میں سے بیشتر نے انہیں نقد کرانے کو ترجیح دی جبکہ منقولی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بانڈ رکھنے والے افراد کے ایک حصے نے ان بانڈز کو قومی بچت اسکیموں میں شامل دیگر تمسکات میں منتقل کیا۔[7]

جدول 5.4: قومی بچت سرٹیفکیٹس کے منافع کی شرحیں اور سرمایہ کاری

ارب روپے

	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س20ء	
	منافع کی شرحیں (فیصد)			خام رقوم کی آمد	خالص رقوم کی آمد
ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس	7.8	10.0	10.1	149.9	97.8
بہبود سیونگ سرٹیفکیٹس	9.7	11.8	11.9	235.3	83.4
آر آئی سی	7.1	9.6	10.0	205.8	82.2
اسپیشل سیونگ سرٹیفکیٹس	6.3	8.6	9.7	37.4	19.3
پی بی اے	9.7	11.8	11.9	78.9	33.8

* سال کے دوران اوسط منافع

ڈیٹا کا ماخذ: سینٹرل ڈائریکٹوریٹ آف نیشنل سیونگز

5.3 بیرونی قرضے اور واجبات

مالی سال20ء میں پاکستان کے مجموعی بیرونی قرضوں اور واجبات میں 6.5 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا جبکہ مالی سال19ء میں یہ 11.1 ارب ڈالر بڑھے تھے (**جدول 5.5**)۔ بیرونی قرضوں میں اضافے کی سست رفتاری کو جاری کھاتے کے خسارے میں نمایاں کمی، بیرونی قرض کے واجب الادا حجم میں 0.4 ارب ڈالر کے بازقدر پیمائی فوائد اور سال کے دوران قرضوں کی بلند واپسی سے منسوب کیا گیا۔[8] بیرونی قرضوں اور واجبات کی تقسیم سے نشاندہی ہوتی ہے کہ مالی سال20ء میں قلیل مدتی قرضوں کے حصے میں معمولی اضافہ ہوا، جسے بنیادی طور پر مقامی حکومت کے تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری سے منسوب کیا گیا۔ کثیر فریقی قرضوں کا بڑھنا ایک خوش آئند پیش رفت ہے جبکہ قدرے مہنگے کمرشل قرضوں کا حصہ کم ہو گیا۔ آخر میں مالی سال20ء میں آئی ایم ایف کے قرضوں کا حصہ بھی بڑھ گیا، جس میں نہ صرف توسیع شدہ فنڈ سہولت کے تحت موصول ہونے والی اقساط شامل تھیں بلکہ کورونا وائرس بحران کے بعد ریپڈ فنانسنگ انسٹرومنٹ (آر ایف آئی) کے موصول ہونے

شکل 5.6: بچت اسکیموں میں خالص رقوم کی آمد

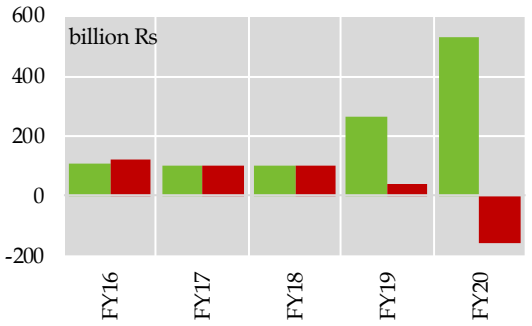

Source: Central Directorate of National Savings

والے 1.4 ارب ڈالر کی آمد بھی شامل تھی۔

بیرونی قرضوں کے اجزائے ترکیبی اور قرض گیری کی اوسط لاگت کم ہو گئی

بیرونی قرضوں کے واجب الادا اسٹاک میں کثیر فریقی طویل مدتی قرض کا حصہ بڑھنے سے بیرونی قرض کے اجزائے ترکیبی میں بہتری آگئی۔ قرضہ جاتی انتظام کے تناظر میں طویل مدتی کثیر فریقی قرضے ترجیح کے قابل ہیں کیونکہ کمرشل اور دو طرفہ قرضوں کے مقابلے میں ان کی اوسط لاگت کم ہوتی ہے (**شکل 5.7**)۔

مالی سال20ء میں بیرونی قرض کی واپسی میں مزید اضافہ ہوا (**شکل 5.8**)۔ اصل زر اور سودی ادائیگیاں دونوں بڑھ گئیں۔ مالی سال20ء کے آغاز میں زرمبادلہ کے ذخائر کی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے عرصیت مکمل کرنے والے

[7] بعض بانڈ ہولڈرز نے ممکنہ طور پر پرانے بانڈز کو نئے متعارف کردہ پریمیم پرائز بانڈز سے بدل لیا۔

[8] مالی سال20ء میں ایس ڈی آر، چینی یو آن اور یورو کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر میں بالترتیب 0.2 ارب ڈالر، 0.1 ارب ڈالر اور 0.05 ارب ڈالر کے بازقدر پیمائی فوائد حاصل ہوئے۔

جدول 5.5: پاکستان کا بیرونی قرض اور واجبات

ارب امریکی ڈالر

	آخر جون اسٹاک			مطلق تبدیلی					
						م س20ء			
	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی	چوتھی سہ ماہی
مجموعی بیرونی قرض اور واجبات (ایک تا 7 کا خلاصہ)	**95.2**	**106.3**	**112.9**	**11.1**	**6.5**	**0.7**	**3.7**	**-0.8**	**2.9**
بیرونی سرکاری قرض اور واجبات (1+2+3)	**75.4**	**83.9**	**87.9**	**8.6**	**3.9**	**0.6**	**3.1**	**-1.3**	**1.5**
بیرونی سرکاری قرض (1+2)	**70.2**	**73.4**	**78.0**	**3.2**	**4.5**	**0.7**	**3.6**	**-1.2**	**1.5**
I۔ حکومت کا بیرونی قرض	64.1	67.8	70.3	3.7	2.5	0.0	3.2	-0.9	0.3
i) طویل مدتی (ایک سال سے زیادہ)	62.5	66.5	68.8	4.0	2.2	-0.3	1.9	-0.8	1.4
جس میں	0.0	0.0	0.0	0.0	0.0	0.0	0.0	0.0	0.0
پیرس کلب	11.6	11.2	10.9	-0.4	-0.3	-0.2	-0.2	-0.1	0.1
کثیر فریقی	28.1	27.8	30.9	-0.3	3.1	0.3	1.3	-0.5	2.0
دیگر دوطرفہ	8.7	12.7	13.4	4.0	0.7	0.1	0.4	0.1	0.1
یورو/سکوک	7.3	6.3	5.3	-1.0	-1.0	0.0	-1.0	0.0	0.0
کمرشل قرضے/کریڈٹ	6.8	8.5	8.1	1.7	-0.4	-0.5	1.3	-0.3	-0.9
ii) قلیل مدتی (ایک سال سے کم) جس میں	1.6	1.3	1.5	-0.4	0.3	0.3	1.2	-0.1	-1.1
کثیر فریقی	1.0	0.8	0.8	-0.2	0.0	0.1	0.0	0.1	-0.2
کمرشل قرضے	0.7	0.5	0.1	-0.2	-0.3	-0.2	0.0	0.0	-0.1
مقامی کرنسی کے تمسکات (ٹی بلز)	0.0	0.0	0.6	0.0	0.6	0.4	1.2	-0.2	-0.8
2۔ آئی ایم ایف سے	6.1	5.6	7.7	-0.4	2.0	0.7	0.4	-0.3	1.2
3۔ زرمبادلہ کے واجبات	5.1	10.5	9.9	5.4	-0.6	-0.1	-0.4	-0.1	0.0
4۔ سرکاری شعبے کی انٹرپرائزز	2.7	3.9	4.9	1.2	1.0	-0.1	0.0	-0.3	1.4
5۔ کمرشل بینک	4.4	4.7	4.6	0.3	-0.1	-0.4	0.1	0.2	0.0
6۔ نجی شعبہ	9.2	10.5	11.1	1.3	0.6	0.4	0.1	0.2	-0.1
7۔ سرمایہ کاروں کو براہ راست قرضہ واجبات	3.6	3.3	4.4	-0.3	1.0	0.3	0.2	0.4	0.1

ڈیٹا کا ماخذ: بینک دولت پاکستان اور اقتصادی امور ڈویژن

واجبات کی سطح بلند معلوم ہوتی ہے۔ تاہم، بیرونی شعبے کی بہتر پوزیشن کی وجہ سے زرمبادلہ کے ذخائر بڑھنے سے قرضوں کی باسہولت واپسی میں مدد ملی۔

تفصیلی تجزیے سے نشاندہی ہوتی ہے کہ مالی سال 20ء کے دوران بیشتر بیرونی قرض کی واپسی میں کثیر فریقی قرضوں، بیرونی واجبات، کمرشل قرضوں کے اصل زر کی ادائیگیوں اور سکوک کا اہم حصہ تھا (**جدول 5.6**)۔ مالی سال 20ء میں پی ایس ایز اور نجی شعبے کی جانب سے اصل زر کی واپسی بھی مالی سال 19ء کے مقابلے میں کم رہی۔ سودی ادائیگیوں کے لحاظ سے سرکاری قرضوں اور واجبات میں سب سے بڑا حصہ کثیر فریقی، کمرشل اور بیرونی واجبات کا تھا۔ مالی سال 20ء میں نجی شعبے کے بیرونی قرض پر سودی ادائیگیاں بھی بڑھ گئیں۔

جدول 5.6: بیرونی قرض کی واپسی

ملین امریکی ڈالر

	اصل زر			سود		
	م س18ء	م س19ء	م س20ء	م س18ء	م س19ء	م س20ء
1۔ سرکاری بیرونی قرضے اور واجبات	2,704.2	5,817.9	8,362.4	1,786.5	2,290.1	2,352.1
کثیر فریقی	1,316.6	1,375.3	1,455.1	418.6	492.1	525.8
دیگر دوطرفہ	182.0	329.4	407.2	203.3	310.1	364.4
یورو/صکوک عالمی بانڈز	0.0	1,000.0	1,000.0	422.8	502.7	396.0
کمرشل قرضے/کریڈٹ	488.9	2,097.0	3,879.3	270.4	423.5	466.1
بیرونی واجبات	0.0	0.0	500.0	102.8	187.3	320.1
دیگر	716.7	1,016.2	1,120.7	368.6	374.3	279.8
2۔ پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کا قرضہ	297.8	223.7	437.2	78.5	130.4	137.8
3۔ جدولی بینکوں کی قرض گیری	1.0	2.7	9.8	61.3	71.9	80.9
4۔ نجی شعبے کا قرضہ	322.7	482.9	816.8	391.2	458.9	662.3
5۔ مجموعی بیرونی قرض اور واجبات (ایک تا 4 کا خلاصہ)	3,325.7	6,527.2	9,626.2	2,317.5	2,951.2	3,233.1
یادداشتی اجزا						
قلیل مدتی قرض کی واپسی۔ اصل زر						
حکومتی قرض	1,486.3	1,537.1	1,180.9			
پی ایس ایز کا غیر ضمانتی قرضہ	33.7	0.0	12.0			
نجی غیر ضمانتی قرضہ	332.2	573.9	525.8			

ڈیٹا کا ماخذ: بینک دولت پاکستان

قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام میں شرکت

اپریل 2020ء میں غریب ممالک کو کورونا وائرس کے نقصان دہ اثرات سے نمٹنے میں سہولت دینے کے لیے قرضہ واپسی کے تعطل کا اقدام (وقت پر مبنی) متعارف کرایا گیا۔ قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام (ڈی ایس ایس آئی) کا مقصد ان ملکوں کو بحران سے ایسے مؤثر انداز میں نمٹنے کے قابل بنانا ہے، جس میں قرض گیروں کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ مہیا کیے گئے مالی وسائل کو سماجی اور صحت کے محاذوں پر اخراجات بڑھانے کے لیے استعمال کریں۔ مزید برآں، ممالک اس اقدام کے علاوہ یا آئی ایم ایف پروگرام کے تحت طے شدہ حدود کے مطابق یا غیر رعایتی قرض گیری کے حوالے سے عالمی بینک کی پالیسیوں کے مطابق اپنی غیر رعایتی قرض گیریوں کو محدود کرنے کے متعلق بھی پرعزم ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کمرشل اور دوطرفہ قرضوں تک رسائی محدود ہے جو قرضہ جاتی انتظام کے تناظر میں خوش آئند ہے کیونکہ عموماً ایسے قرضوں کی قرض گیری کی لاگت بلند ہوتی ہے۔

شکل 5.8: بیرونی قرضوں کی واپسی

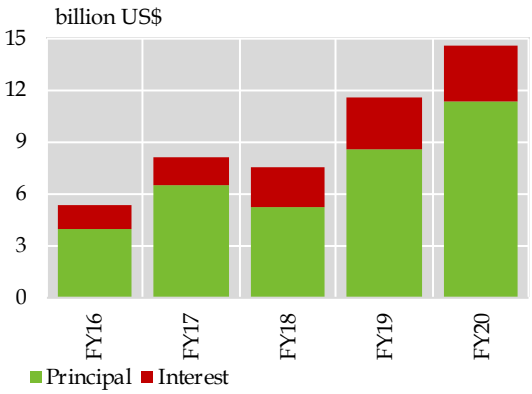

Source: State Bank of Pakistan

پاکستان نے مالی سال 20ء کی آخری سہ ماہی میں قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام کی درخواست دی تھی۔ مجموعی طور پر پاکستان کو اس اقدام کے تحت

شکل 5.7: م س20ء میں بیرونی قرض اور مؤثر شرح سود میں حصہ

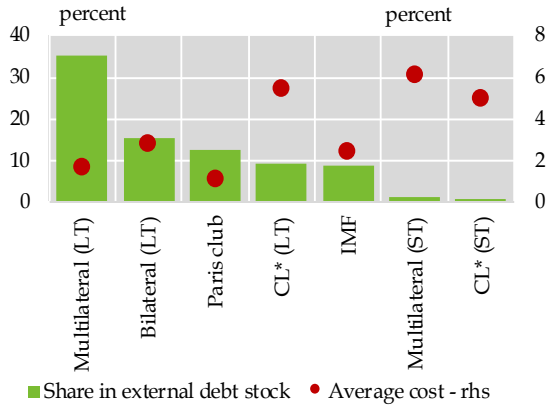

* Commercial Loans

Source: Economics Affairs Division and SBP

قرض میں 2.7 ارب ڈالر یا تقریباً جی ڈی پی کے ایک فیصد تک ریلیف (ممکنہ ڈی ایس ایس آئی بچت) ملنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔[9] عالمی تناظر میں پاکستان کو ڈی ایس ایس آئی کے تحت ممکنہ بچت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچنے کا امکان ہے (**شکل 5.9الف**)۔ عالمی تناظر میں ڈی ایس ایس آئی کے تحت قرضہ جاتی ریلیف کا مجموعی حجم 11.5 ارب ڈالر ہے، جس میں صرف پاکستان کا حصہ تقریباً 23 فیصد بنتا ہے۔ انگولا کے علاوہ پاکستان کے مقابلے میں دیگر ممالک کا حصہ معمولی ہے۔ جی ڈی پی فیصد کے لحاظ سے بھی پاکستان کا شمار ڈی ایس ایس آئی کے سرفہرست 10 استفادہ کنندگان میں ہوتا ہے (**شکل 5.9ب**)۔ قرضہ جاتی ریلیف سے نہ صرف قرضوں کی واپسی پر دباؤ کم ہو گا بلکہ پاکستان میں کورونا وائرس کے اثرات زائل کرنے کے لیے درکار مالیاتی گنجائش بھی پیدا ہو جائے گی۔ آخر میں اس اقدام میں شرکت سے پاکستان میں قرضہ جاتی پائیداری کے اظہاریوں میں مزید بہتری آئے گی۔

5.4 بیرونی قرض کی پائیداری

گذشتہ چند برسوں کے دوران مالیاتی اور جاری کھاتے کے خساروں کے تسلسل کے نتیجے میں قرضے بڑھنے سے قرضہ جاتی پائیداری پر دباؤ بڑھا ہے۔ اگر کوئی ملک اپنے قرضوں کی ری شیڈولنگ اور معاشی نمو پر سمجھوتہ کیے بغیر عرصیت مکمل کرنے والے واجبات کو پورا کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں بیرونی قرض کو پائیدار سمجھا جاتا ہے۔[10]

عام طور پر بیرونی قرض کی پائیداری جانچنے کے اظہاریوں کی دو اقسام ہیں: سیالیت کے اظہاریے اور ادائیگی قرض کی صلاحیت کے اظہاریے (جن میں قرض کے حامل اور ملک کی قرض واپس کرنے کی استعداد دونوں شامل ہیں)۔ اوّل الذکر میں قلیل مدتی واجبات پورے کرنے کے لیے قرض واپس کرنے کی استعداد جبکہ مؤخر الذکر میں ملک کی طویل مدتی قرض برداشت کرنے کی صلاحیت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مالی سال 19ء کے مقابلے میں بیشتر اظہاریوں میں بہتری درج کی گئی (**جدول 5.7**)۔ اس بہتری کو قرضوں میں کم اضافے اور زرمبادلہ کے ذخائر بڑھنے سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

قرض برداشت کرنے کی صلاحیت بہتری کی عکاس ہے

قرضہ جاتی برداشت کی صلاحیت جانچنے کے لیے استعمال کیا جانے والا سب سے عام پیمانہ بیرونی قرض و واجبات اور جی ڈی پی کا تناسب ہے جو آخر جون 2020ء تک معمولی بہتری کے ساتھ بڑھ کر 45.5 فیصد پر آ گیا جبکہ آخر جون 2019ء تک یہ 45.7 فیصد پر تھا (**جدول 5.7**)۔ اظہاریے سے پتہ چلتا ہے کہ مالی سال 20ء میں نامیہ جی ڈی پی کی نمو کی رفتار بیرونی قرضوں اور واجبات کی نمو سے بڑھ گئی تھی۔ جیسا کہ پہلے نشاندہی کی جا چکی ہے، جاری کھاتے کے خسارے میں کمی اور بالاقساط واپسی کی بلند سطح نے بیرونی قرض اور واجبات میں نمو کو محدود رکھا۔ تاہم، یہاں یہ زور دینا ضروری ہے کہ یہ تناسب گذشتہ چند برسوں سے مسلسل بڑھتا جا رہا ہے: یہ مالی سال 16ء کے 26.6 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 20ء میں 45.5 فیصد تک پہنچ گیا

[9] 08 ستمبر 2020ء تک، ماخذ: https://www.worldbank.org/en/topic/debt/brief/covid-19-debt-service-suspension-initiative

[10] کیڈوچک وو، نائیجیریا کے لیے آئی ایم ایف کی تجویز کردہ قرضہ جاتی پائیداری کی حد۔ کیا اس سے نمو بڑھے گی؟ An Optimization Algorithm Approach (November 30, 2015). OIDA International Journal of Sustainable Development, Vol. 08, No. 11, pp. 81-90, 2015, Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=2709119

(**جدول 5.7**)۔اس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ اس مدت میں بیرونی قرض میں مجموعی نمونامیہ جی ڈی پی کی نمو سے تجاوز کر گئی تھی۔

کھاتے کے خسارے کے تیزی سے سکڑنے کے ساتھ آئی ایم ایف اور کثیر فریقی قرض دہندگان سے اپنے زرمبادلہ کے ذخائر کو بڑھانے میں کامیاب

شکل 5.9 الف: قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام سے ممکنہ بچت

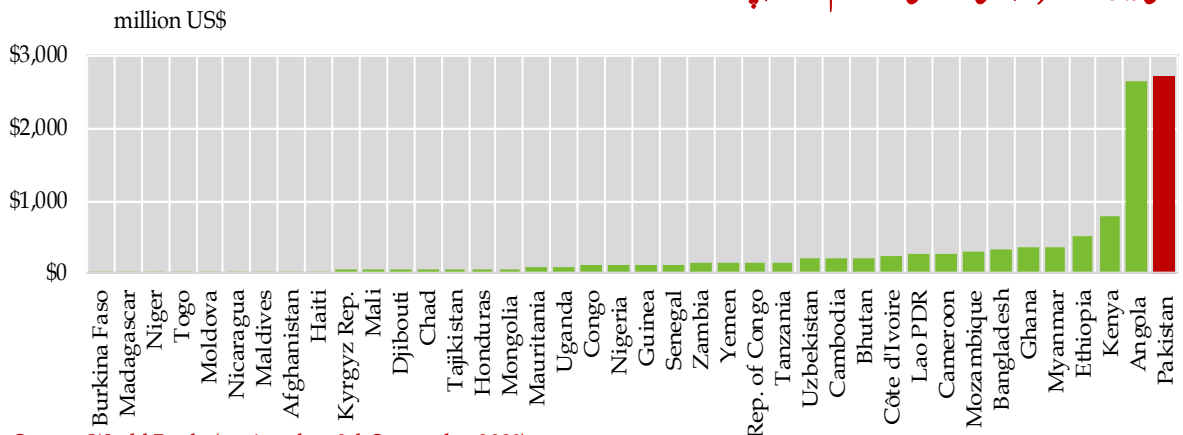

Source: World Bank (retrieved on 8th September 2020)

شکل 5.9 ب: قرضہ واپسی کے تعطل کے اقدام سے ممکنہ بچت بلحاظ جی ڈی پی فیصد

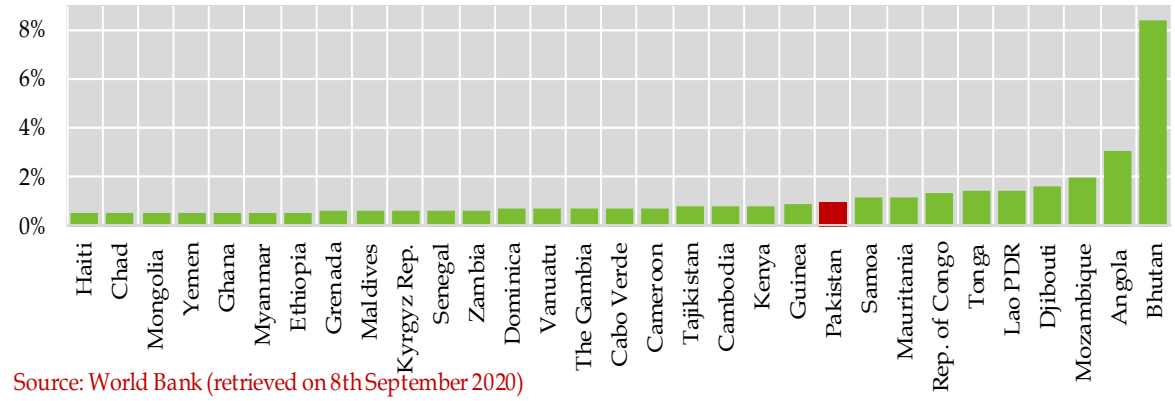

Source: World Bank (retrieved on 8th September 2020)

مجموعی بیرونی قرض وواجبات اور جی ڈی پی کے تناسب کی طرح مالی سال 20ء میں سرکاری بیرونی قرض اور جی ڈی پی کے تناسب میں معمولی کمی ہوئی۔اس کمی کو مجموعی قرض بڑھنے کی رفتار سست ہونے سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ تناسب مسلسل بڑھ رہا ہے اور مالی سال 16ء کے 20.8 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 20ء میں 31.2 فیصد پر آ گیا (**جدول 5.7**)۔ ادائیگی قرض کی صلاحیت کے دیگر پیمانوں بشمول زرمبادلہ کے ذخائر اور مجموعی بیرونی قرض اور واجبات، اور اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر اور مجموعی بیرونی قرضوں اور واجبات کے تناسب میں بھی مالی سال 20ء میں مالی سال 19ء کے مقابلے میں خاصی بہتری درج کی گئی۔ مالی سال 20ء کے دوران ملک جاری رہا۔ زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ سال کے دوران مجموعی بیرونی قرضوں اور واجبات میں مجموعی اضافے کی تلافی کے لیے کافی تھا۔

قرضوں کی واپسی کی استعداد میں بگاڑ آیا

دو تناسبات کو ملک کی قرض واپس کرنے کی صلاحیت کی پیمائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن میں سال کے دوران بیرونی قرض کی واپسی اور برآمدات، اور بیرونی قرضوں کی واپسی اور زرمبادلہ آمدنی شامل ہیں۔ بیرونی قرض کی واپسی اور برآمدات کے تناسب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 20ء میں برآمدات سے حاصل ہونے والے ایک امریکی ڈالر میں سے 0.52 سینٹ کو قرضوں کی واپسی میں استعمال کیا گیا۔ اسی طرح، بیرونی قرض کی واپسی اور زرمبادلہ آمدنی

کے تناسب سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرمبادلہ آمدنی کے ایک امریکی ڈالر میں سے 0.26 سینٹ کو بیرونی قرض کی واپسی کے لیے استعمال کیا گیا۔[11]

جدول 5.7: بیرونی قرض کی پائیداری کے اظہاریے

فیصد

	جون16ء	جون17ء	جون18ء	جون19ء	جون20ء	تبدیلی
ادائیگی قرض کی صلاحیت کے اظہاریے						
مجموعی بیرونی قرض اور واجبات / جی ڈی پی	26.6	27.4	33.4	45.7	45.5	▲
سرکاری بیرونی قرض / جی ڈی پی	20.8	20.5	24.7	31.5	31.2	▲
مجموعی ذخائر / مجموعی بیرونی قرض اور واجبات	31.2	25.6	17.2	13.6	17.3	▲
اسٹیٹ بینک کے ذخائر / مجموعی بیرونی قرض اور واجبات	24.5	19.3	10.3	6.9	11.1	▲
بیرونی قرض کی واپسی / زرمبادلہ آمدنی	10.4	15.7	13.6	20.8	26.8	▼
بیرونی قرض کی واپسی / برآمدی آمدنی	19.4	29.6	24.4	38.3	52.1	▼
سیالیت کے اظہاریے						
قلیل مدتی سرکاری قرض / سرکاری بیرونی قرض اور واجبات	2.8	1.3	2.1	1.5	1.8	▼
قلیل مدتی بیرونی سرکاری قرض / مجموعی ذخائر	7.3	4.1	9.9	8.7	7.9	▲
قلیل مدتی سرکاری بیرونی قرض / اسٹیٹ بینک کے ذخائر	9.3	5.5	16.6	17.4	12.3	▲

▲: بہتری ▼: بگاڑ

ڈیٹا کا ماخذ: اسٹیٹ بینک کے عملے کے تخمینے

ان تناسبات میں اضافے کو سال کے دوران قرضوں کی بھاری واپسی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں، سال کے دوران برآمدات اور زرمبادلہ آمدنی میں معمولی کمی کو قرض واپسی کی استعداد میں بگاڑ سے بھی منسوب کیا گیا۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران ایسے تناسبات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرضوں کی واپسی کا بوجھ بڑھ رہا ہے (**جدول 5.7**)۔ گذشتہ پانچ برسوں کے دوران قرض واپس کرنے کی استعداد کے تناسبات دگنے سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں، جن سے برآمدات اور دیگر آمدنیوں کو بڑھانے کی ہنگامی ضرورت کی عکاسی ہوتی ہے۔

سیالیت کے بیشتر اظہاریوں میں بہتری آئی

سیالیت کے اظہاریے قلیل مدتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت پرکھنے میں استعمال ہوتے ہیں اور ان میں سے بیشتر مثبت تصویر پیش کر رہے ہیں جبکہ مالی سال 20ء میں تین میں سے دو اظہاریوں میں بہتری درج کی گئی (**جدول 5.7**)۔ سال کے دوران قلیل مدتی بیرونی قرضے اور مجموعی ذخائر و اسٹیٹ بینک کے ذخائر کے تناسبات میں زرمبادلہ کے ذخائر بڑھنے کی وجہ سے بہتری آئی۔ یہاں یہ بات اجاگر کرنا ضروری ہے کہ قلیل مدتی بیرونی قرضے اور مجموعی ذخائر کا تناسب یک ہندسی سطح پر ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ملکی ذخائر ایک سال میں میعاد مکمل کرنے والے واجبات کی ادائیگی کے لیے کافی تھے۔ سادہ لفظوں میں مالی سال 20ء کے اختتام تک قلیل مدتی واجبات کی ادائیگی کے لیے مجموعی ذخائر کا صرف 8.2 فیصد درکار تھا (**جدول 5.7**)۔

مجموعی بیرونی قرض میں قلیل مدتی بیرونی قرض کا حصہ 1.5 فیصد سے معمولی اضافے کے ساتھ بڑھ کر 1.8 فیصد ہو گیا۔ تاہم، اس اضافے کا اہم سبب قلیل مدتی مقامی حکومتی تمسکات میں بیرونی سرمایہ کاری بڑھنا تھا۔ چونکہ اس سرمایہ کاری کو قلیل مدتی بیرونی قرض کا حصہ سمجھا جاتا ہے، اس لیے مالی سال 20ء میں یہ تناسب بڑھ گیا۔ سال کے دوران قلیل مدتی دو طرفہ قرضوں میں کمی حوصلہ افزا ہے۔ قلیل مدتی قرضے پر خطر ہوتے ہیں کیونکہ

[11] زرمبادلہ آمدنی میں اشیا و خدمات کی برآمدات، بنیادی آمدنی کریڈٹ اور ثانوی آمدنی کریڈٹ شامل ہوتے ہیں۔

ان میں اجرائے ثانی کے خطرات منسلک ہوتے ہیں، لہٰذا، قرضہ جاتی انتظام کے تناظر میں ان کے حصے میں کمی ایک مثبت پیش رفت ہے۔

بیرونی قرضہ جاتی پائیداری کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کی مالیاتی محاذ پر دباؤ کم از کم رکھنے کے لیے محاصل میں اضافہ کیا جائے، اور ترسیلات زر اور برآمدات بڑھائی جائیں تاکہ مزید قرض لیے بغیر بیرونی قرض کی ادائیگیوں کو یقینی بنایا جاسکے۔ غیر قرضہ جاتی سرمائے کی رقوم کی آمد کی عدم موجودگی میں جاری کھاتے کے خسارے میں اضافے کا نتیجہ ملکی قرضوں کے بلند اسٹاک (یا زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی) کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس تناظر میں برآمدات کو فروغ دینے کی پالیسیوں پر زور، غیر قرضہ جاتی رقوم کو متوجہ کرنا اور مقامی سرمایہ کاری اور معاشی نمو کو تحریک دینا ملک کی قرض واپس کرنے کی استعداد اور قرضہ جاتی پائیداری کے لیے کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

باب 6: بیرونی شعبہ

مالی سال 20ء میں جاری کھاتے کا خسارہ پانچ برس کی کم ترین سطح پر پہنچنے سے بیرونی کھاتے میں بڑی حد تک بہتری آئی۔ اس کے بنیادی اسباب اشیا اور خدمات دونوں کی درآمدی ادائیگیوں میں خاطر خواہ کمی اور بلند ترین ترسیلات زر ہیں۔ اگرچہ پہلے سے اختیار کردہ استحکامی پالیسیوں کے باعث غیرتوانائی درآمدات کی طلب میں کمی آئی، تاہم ملکی وسائل بروئے کار لانے اور تیل کی عالمی قیمتوں میں بھاری کمی سے توانائی کی درآمد چار برس کی کم ترین سطح پر آگئی۔ جاری کھاتے کے خسارے میں بڑی حد تک کمی نے بیرونی مالکاری کا بندوبست کرنے کی ملکی ضرورت کم کردی۔ مالی سال 20ء میں آئی ایم ایف پروگرام نے عالمی مالی اداروں کی فنڈنگ کی راہیں کھول دیں، دوسری طرف فروری 2020ء تک ملکی کرنسی قرضہ منڈی میں بھی زرمبادلہ کی آمد ہوئی۔ اگرچہ کووڈ 19 کی عالمی وبا کی وجہ سے چوتھی سہ ماہی میں کچھ تعطل پیدا ہوا -کیونکہ پہلی تین سہ ماہیوں میں نمو کے بعد برآمدی وصولیوں میں بہ سرعت کمی درج کی گئی اور جزدانی سرمایہ کاری کا انخلا دیکھنے میں آیا- درآمدی ادائیگیوں میں خاصی کمی اور عالمی مالی اداروں سے موصولہ مالکاری میں اضافے کے سبب اس کے مجموعی اثرات کی تلافی ہوگئی۔ پورے سال کے تناظر میں دیکھا جائے تو جاری کھاتے کے خسارے میں کمی کے ساتھ ساتھ عالمی مالی اداروں کی مالی معاونت م س 20ء میں اسٹیٹ بینک کے سیال ذخائر 4.9 ارب ڈالر بڑھانے اور مرکزی بینک کے خالص پیشگی واجبات میں 2.3 ارب ڈالر کمی لانے پر منتج ہوئی۔ تاہم م س 20ء کے دوران ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں 4.8 فیصد کمی آئی، یہ کمی کئی دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں کی کرنسیوں کی قدر میں ہونے والی تخفیف سے کم تھی۔ فروری 2020ء تک روپے کی قدر مائل بہ عروج تھی، جبکہ مارچ میں جزدانی رقوم کے انخلا اور م س 20ء کی چوتھی سہ ماہی میں بیرونی واجبات کی واپسی کے سبب شرح مبادلہ پر دباؤ پڑا۔

6 بیرونی شعبہ

6.1 عالمی معاشی رجحانات

عالمی معاشی نمو 2019ء میں 10 سال کی کم ترین سطح یعنی 2.9 فیصد پر آ گئی تھی، جس کی وجہ عالمی تجارتی حجم میں جمود اور اشیاسازی کی سرگرمیوں کا تسلسل ٹوٹنا تھا۔ امریکہ اور اس کے بڑے تجارتی شراکت داروں (چین اور یورپی یونین) کے درمیان تجارتی تنازعات سے غیر یقینی کی کیفیت نے جنم لیا؛ چینی معیشت میں خاصی سُست روی؛ برطانیہ کی یورپی یونین سے انخلا کے لیے مذاکرات کی طوالت؛ دنیا بھر میں گاڑیوں اور ہوابازی کی صنعت کے لیے سخت ضوابطی حالات اس پست نمو کی بنیادی وجوہ ہیں۔[1،2] درحقیقت، جب کووڈ19 کی وبا نے عالمی معیشت کو گھیرے میں لیا تو اس وقت معاشی مبادیات گذشتہ عالمی بحران–2008ء کے عالمی مالی بحران–سے زیادہ کمزور تھیں۔[3] جنگ عظیم دوم کے بعد سے اس سنگین ترین خطرے کے نتیجے میں، جنوری تا جون 2020ء کے دوران عالمی جی ڈی پی نمو 4.1 فیصد سکڑنے کا تخمینہ لگایا گیا، جس میں تقریباً تمام بڑی ترقی یافتہ اور ابھرتی ہوئی معیشتیں منفی نمو کی تصویر بنی ہوئی ہیں (**شکل 6.1**)۔[4]

بڑی معیشتوں میں امریکی معیشت مالیاتی اور تجارتی غیر یقینی صورتِ حال کے باعث تنزلی کا شکار ہوئی، اور چند صنعتی نوعیت کے مسائل (ہوابازی اور گاڑیوں کی صنعت میں) کی وجہ سے وہاں سرمایہ کاری اور اشیا سازی دھیمی ہوگئی۔ ان عوامل کے سبب جولائی تا دسمبر 2019ء کے درمیان امریکی

شکل 6.1: م س20ء میں بڑی معیشتوں کی اوسط حقیقی جی ڈی پی نمو (سال بسال)

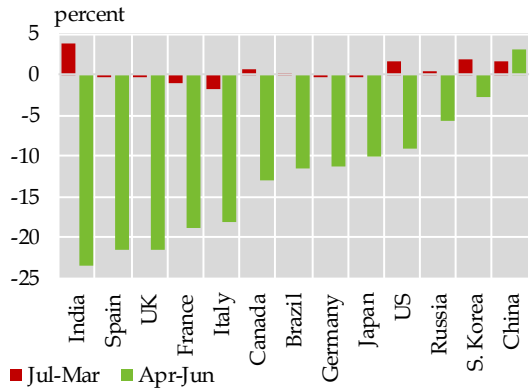

Source: Haver Analytics

شکل 6.2: بڑی مالی منڈیوں کے اظہاریوں اور تیل کی قیمتوں کا رجحان

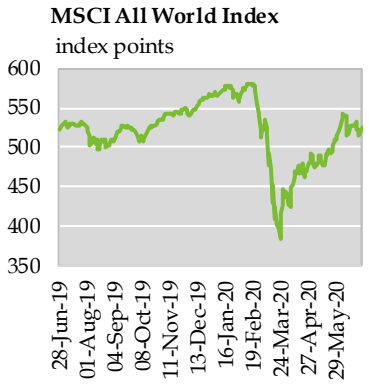

Source: MSCI

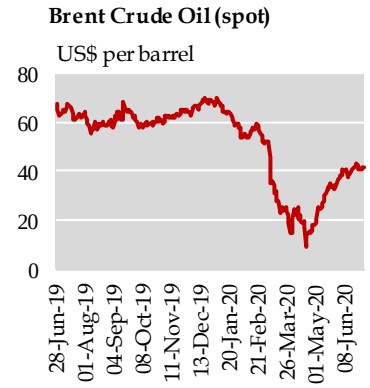

Source: US EIA

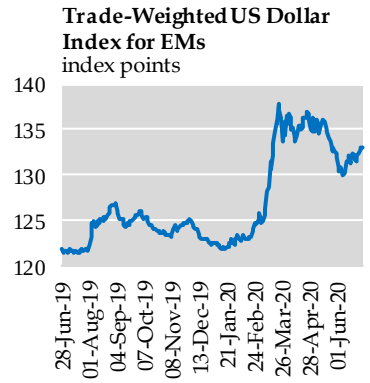

Source: US Federal Reserve

[1] 2019ء کے دوران عالمی تجارتی حجم میں 0.4 فیصد سال بسال تخفیف ہوئی، جو 2018ء میں 3.4 فیصد بڑھا تھا (ماخذ: عالمی تجارتی نگران، سی پی بی ہالینڈ بیورو برائے معاشی پالیسی جائزہ)۔

[2] جرمن ایسوسی ایشن برائے گاڑیوں کی صنعت (وی ڈی اے) کے مطابق 2018ء کی بہ نسبت 2019ء کے دوران کاروں کی عالمی پیداوار میں 6 فیصد کمی کا تخمینہ لگایا گیا۔ سب سے بڑی مارکیٹ (چین)، کے ساتھ ساتھ بھارت، یورپی یونین، امریکہ اور جاپان میں بھی پیداوار کم ہوئی۔ جس میں ٹیرف کی غیر یقینی صورت حال (یورپی یونین)، برقی گاڑیاں بڑھانے کی کوششیں (چین)، اور قرض گاری کی سختی (بھارت) جیسے اہم عوامل کارفرما تھے۔ امریکہ میں طیارہ ساز ادارے بوئنگ نے جنوری 2020ء میں طیارے کے دو حادثوں کے بعد 737 میکس طیارے کی پیداوار روک دی تھی، جس سے پوری رسدی زنجیر میں صنعتی سرگرمیاں متاثر ہوئیں۔

[3] عالمی مالی بحران کی شروعات میں بیشتر جدید معیشتیں اور ابھرتی ہوئی معیشتیں تیز نمو کے مرحلے سے گذر رہی تھیں۔ عالمی مالی بحران سے قبل (07–2003ء) 5 برسوں میں، عالمی حقیقی جی ڈی پی نمو اوسطاً 5.1 فیصد رہی۔ اس کے برعکس کووڈ19ء پھیلنے سے قبل (19–2015ء) حقیقی جی ڈی پی نمو کی اوسط خاصی کم 3.5 فیصد تھی (ماخذ: آئی ایم ایف)۔

[4] آئی ایم ایف کے حالیہ تخمینوں (جون 2020ء) کے مطابق، جس میں م س18ء کی تیسری سہ ماہی (جنوری تا مارچ 2019ء) میں لائن تھی۔

فیڈرل ریزرو کو شرح سود تین مرتبہ کم کرنا پڑی۔ تاہم صارفی مصارف مضبوط رہے کیونکہ بے روزگاری کئی دہائیوں کی پست تر سطح پر رہی، اور اس نے کمزور سرمایہ کاری کی جزواً تلافی کردی۔[5] عالمی تجارت میں کشمکش کے باعث یورپی یونین کی بڑی معیشتوں–بشمول امریکہ کا ایئر بس ایئر کرافٹ پر ٹیرف عائد کرنا (جس کا رسدی زنجیر سے منسلک فرانس اور یورپی یونین کے دیگر ممالک پر اثر پڑا) اور جرمنی کی گاڑیوں کی صنعت کو ٹیرف امکانات پر دباؤ میں لیا جانا– کی نمو تھم گئی اور سرمایہ کاری اور اشیا سازی کی سرگرمیاں سکڑ گئیں۔ اس کے ردعمل میں یورپی مرکزی بینک نے اپنے پالیسی ریٹ کو مزید پست کرکے منفی کر دیا اور ستمبر 2019ء کے بعد سے اثاثوں کی خریداری دوبارہ شروع کردی۔

شکل 6.3: مارچ تا جون 2020ء میں ابھرتی ہوئی منڈیوں کی کرنسیوں میں تبدیلی

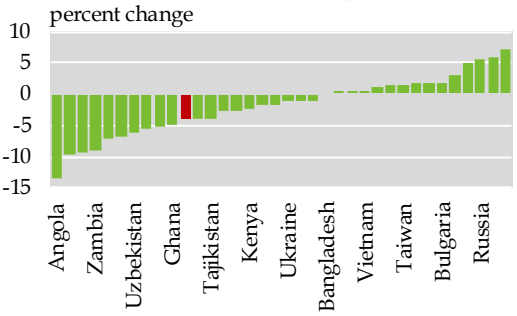

Source: Haver Analytics

ابھرتی ہوئی منڈیوں میں جولائی تا دسمبر م س20ء کے دوران چین کی نمو 29 سال کی پست ترین سطح 6.0 فیصد تک گر گئی، جس کے اسباب امریکہ کے ساتھ تجارتی تنازع کا برآمدات پر اثرانداز ہونا؛ گاڑیوں کی کمزور طلب اور برقی گاڑیوں کے استعمال کی ترغیب دلائے جانے کے باعث ان کی پیداوار اور فروخت کا سارا سال گرنا تھے، اور حکومت نے اس سُست روی سے نمٹنے کے لیے محتاط مالیاتی موقف اختیار کیا۔ مارچ 2020ء میں ختم ہونے والے سال کے دوران بھارت کی معاشی نمو 10 سال کی کم ترین سطح یعنی 4.2 فیصد تک گر گئی، اس کی وجہ گذشتہ برسوں کے برعکس بینکوں اور نان بینکوں کی جانب سے قرضوں کی کم فراہمی تھی، جس سے تعمیرات، گاڑیوں کے شعبے میں کمزوریاں اور بالعموم صارفی اخراجات میں کمی آئی۔[6]

یہ وہ ہمت آزما عالمی ماحول تھا جب کووڈ 19 نے پہلے چین کو (جنوری اور فروری 2020ء میں) متاثر کیا اور پھر مارچ تک یہ وبا دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اس کے ردعمل میں دنیا بھر کی تمام حکومتوں نے نقل و حرکت پر سخت پابندیاں عائد کردیں، جس سے عالمی سطح پر خدمات کی صنعت شدید متاثر ہوئی–بالخصوص، خردہ فروشی، ہوابازی، سیاحت اور قیام و طعام کے شعبے۔ اس کے نتیجے میں ملازمتیں ختم ہونے سے صارفی قوتِ خرید میں کمی آئی، جس کے ہمراہ خردہ اسٹوروں کی بندش سے اشیاسازی کی سرگرمیاں اور مختلف اقسام کی مصنوعات کی طلب ماند پڑگئی۔ چنانچہ، برآمدی معیشتوں پر اس کے منفی اثرات پڑے، اگرچہ عالمی منڈی میں تیل کی تاریخی پست ترین قیمتوں نے اس دباؤ کو کسی حد تک زائل کردیا (**شکل 6.2**)۔ ابھرتی ہوئی صورتِ حال کے ساتھ مالی منڈیوں کی تغیرپذیری میں اضافہ ہوتا گیا، ایکوٹیاں گرتی گئیں، قرضوں کے تفاوت میں اضافہ ہوا، سرمایہ کاروں نے ابھرتی ہوئی منڈیوں سے سرمایہ کاری نکالنا شروع کردی، اور ابھرتی ہوئی منڈیوں کی کرنسیوں کے مقابلے میں ڈالر کی قدر کئی برسوں کی بلند سطح پر پہنچ گئی۔[7]

نتیجتاً، پاکستان سمیت کئی ایک ابھرتی ہوئی منڈیوں کو ادائیگیوں کے توازن کے چیلنج کا اچانک سامنا کرنا پڑا، کیونکہ برآمدی وصولیاں ختم اور جزدانی سرمایہ کاری کا انخلا شروع ہوگیا تھا، جس سے ان ممالک کے زرمبادلہ کے سرکاری ذخائر کے ساتھ ساتھ ڈالر کے مقابلے میں شرحِ مبادلہ پیرٹی پر دباؤ پڑا (**شکل 6.3**)۔ اس کے ساتھ ساتھ صحت عامّہ کی رسد اور سہولتیں بڑھانے، نئے بیروزگاروں کی مالی مدد، اور سیالی رکاوٹیں دور کرکے کاروباری اداروں کو دیوالیہ پن سے بچانے کے لیے حکومتیں اخراجات کو بڑی حد تک بڑھانے پر مجبور ہوگئی تھیں۔ سرکاری مالی اخراجات اور ادائیگیوں کے توازن کے ان خطرات نے کئی معیشتوں کو عالمی مالی اداروں اور ان کے ساتھ ساتھ کمرشل

[5] جولائی تا دسمبر م س20ء کے دوران امریکہ میں اوسط نجی سرمایہ کاری میں 0.1 فیصد سال بسال کمی آئی۔ اس کے برعکس، اس مدت میں اوسط نجی صرف میں 2.5 فیصد سال بسال اضافہ ہوا (ماخذ: یو ایس بیورو آف اکنامک اینالسز)۔ ستمبر تا نومبر 2019ء کے دوران بے روزگاری کی شرح کم ہو کر 3.3 فیصد رہ گئی–جو دسمبر 1969ء کے بعد کم ترین سطح ہے (ماخذ: ہاور اینالیٹکس)۔

[6] بھارت نے 25 مارچ 2020ء کو لاک ڈاؤن نافذ کیا تھا، جس سے مراد ہے کہ 30 مارچ کو اختتام پذیر ہونے والے اس کے مالی سال کے صرف ایک ہفتے کی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوئیں۔

[7] ڈالر انڈیکس کے مطابق ماپا ہوا (امریکہ کے ابھرتے ہوئے تجارتی شراکت داروں کے مقابلے میں تجارت کا وزن) امریکی فیڈرل ریزرو کی جانب سے شمار کیا ہوا۔

جدول 6.1: پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن

(ارب ڈالر)

	م س19ء	م س20ء	مطلق تبدیلی	م س20ء	
				جولائی تا فروری	مارچ تا جون
جاری کھاتے کا توازن	-13.4	-3.0	10.5	-2.7	-0.2
تجارتی توازن	-27.6	-19.9	7.7	-13.2	-6.7
برآمدات	24.3	22.5	-1.8	16.4	6.1
درآمدات	51.9	42.4	-9.5	29.6	12.8
خدمات کا توازن	-5	-2.8	2.1	-2.3	-0.5
بنیادی آمدن کا توازن	-5.6	-5.7	-0.1	-3.8	-1.8
ثانوی آمدن کا توازن	24.8	25.5	0.7	16.6	8.9
کارکنوں کی ترسیلاتِ زر	21.7	23.1	1.4	15.1	8
سرمایہ جاتی کھاتے کا توازن	0.2	0.3	0.1	0.2	0.1
مالی کھاتے کا توازن	-11.8	-7.7	4.1	-7.6	-0.1
پاکستان میں براہ راست سرمایہ کاری	1.4	2.6	1.2	1.9	0.7
پاکستان میں جزدانی سرمایہ کاری	-1.4	-0.5	-0.9	2.1	-2.7
دیگر سرمایہ کاری	-11.2	-4.8	6.4	-3.2	-1.6
خالص واجبات	11.2	4.6	-6.6	3.9	0.7
حکومت کی عمومی ادائیگیاں	2.3	5.8	3.5	4.5	1.3
اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے سیال ذخائر (اختتام-مدت)	7.3	12.1	4.9	5.5	-0.6
ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر (فیصدی) میں اضافہ (+)/ کمی (-)	-24.1	-4.8		3.8	-8.2

اعداد و شمار کا ماخذ: اسٹیٹ بینک

اور دوطرفہ قرض گار اداروں سے مدد لینے پر مجبور کر دیا۔ اس کے رد عمل میں عالمی مالی اداروں نے دباؤ کی شکار معیشتوں کے لیے گرانٹس اور قرضوں میں اضافہ کر دیا، اور رواں برس متاثرہ ممالک کے سرکاری دوطرفہ قرضوں کی ادائیگی مؤخر کرانے کی خاطر طریقہ کار وضع کرنے کے لیے جی 20 ممالک کو بھی ترغیب دلائی۔[8] اس کے نتیجے میں مئی کے دوران قرضوں کی ادائیگی معطل کرنے کے اقدام (ڈی ایس ایس آئی) کا اعلان کیا گیا، جس کے تحت اہل ممالک کے مجموعی طور پر 12.1 ارب ڈالر کے قرضوں کی ادائیگی مؤخر ہونے کا امکان ہے۔[9]

چونکہ آخر جون تک عالمی مالی اداروں اور مختلف ملکوں کے اپنے اقدامات کے اثرات مرتب ہونا شروع ہوگئے، چنانچہ کئی ترقی یافتہ معیشتوں نے وبا کے پھیلاؤ پر قابو پالیا اور لاک ڈاؤن میں نرمی (قابل ذکر طور پر علاوہ از امریکہ) کا آغاز کر دیا۔ دریں اثنا، چین نے سب سے پہلے اس وائرس پر قابو پاکر صنعتی سرگرمیاں بحال کر دی تھیں، اس کے بعد جنوبی کوریا اور ویت نام پیش پیش رہے۔ مئی کے بعد سے عالمی ایکویٹی میں بھی بھرپور بحالی دیکھی گئی تھی، جس کی وجوہ لاک ڈاؤن میں نرمی اور ای کامرس اور ٹیکنالوجی کمپنیوں کی بھرپور آمدنی ہیں۔

6.2 پاکستان کا توازن ادائیگی

م س20ء کے دوران ملک کے بیرونی کھاتے میں بہتری میں دو اہم پیش رفتوں کا عمل دخل ہے: اوّل، منڈی پر مبنی شرح مبادلہ کا نظام متعارف کرانا، جس نے کووڈ سے قبل تجارتی کھاتے میں بے قاعدگیوں کی تصحیح کرکے استحکام کے

[8] اپریل اور آخر جون 2020ء کے درمیان آئی ایم ایف نے رکن ممالک میں 87.8 ارب ڈالر تقسیم کیے؛ ورلڈ بینک 17 ارب ڈالر؛ اور ایشیائی ترقیاتی بینک 7.8 ارب ڈالر (جولائی کے آخر تک)۔ ماخذ: آئی ایم ایف لینڈنگ ٹریکر (10 اگست تک)؛ ورلڈ بینک (https://www.worldbank.org/en/news/factsheet/2020/05/11/debt-relief-and-covid-19-coronavirus) اور ایشیائی بینک (https://www.adb.org/news/adbs-covid-19-response-reaches-93-billion-end-july-2020)

[9] 16 اکتوبر 2020ء تک۔ ماخذ: عالمی بینک (https://www.worldbank.org/en/topic/debt/brief/covid-19-debt-service-suspension-initiative)

شکل 6.4: جاری کھاتے کا خسارہ

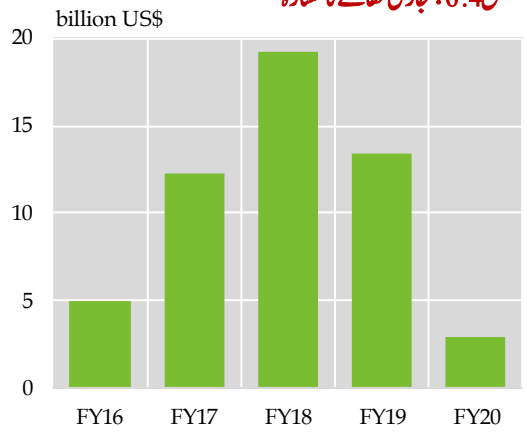

Source State Bank of Pakistan

خود کار عامل کے طور پر کام کیا، اور ساتھ ہی اس سے ملک میں قرضوں پر مبنی ملکی تمسکات میں ریکارڈ جزدانی سرمایہ کاری لانے میں مدد ملی۔ چوتھی سہ ماہی میں کووڈ کی وبا پھیلنے کے بعد اس طریقہ کار نے بیرونی مالکاری کی ملکی ضروریات کم کرکے سرمایہ کاری کے انخلا سے پیدا ہونے والے اثرات دھیمے کر دیے، کیونکہ اشیا اور خدمات کی درآمدات میں اچھی خاصی کمی کے باعث جاری کھاتے کا خسارہ پانچ سال کی نچلی ترین سطح تک پہنچ گیا تھا۔ اور دوسرا عامل جولائی 2019ء میں فنڈ میں توسیع کی سہولت (ای ایف ایف) ہے، جس سے سال کے دوران 1.4 ارب ڈالر کی براہ راست سرمایہ کاری کی راہیں کھلیں اور ساتھ ہی دیگر عالمی مالی اداروں اور نجی سرمایہ کاروں سے معاملات طے کرنے میں بھی سہولت ملی۔ جب کورونا وائرس کے وبائی بحران کا سامنا ہوا، تو دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں کی طرح پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر اور شرح مبادلہ پر بھی دباؤ پڑا، جس کے تناظر میں پاکستان نے آئی ایم ایف کی فوری مالکاری سہولت سے 1.4 ارب ڈالر کے ہمراہ جی-20 کے پروگرام کے تحت قرضوں پر عارضی سہولت حاصل کی (**سیکشن 6.1**)۔

اس کے ساتھ ساتھ متعدد پالیسی اقدامات - بشمول بیگیج اسکیم (م س19ء میں متعارف کردہ) کے تحت کاروں کی درآمدات پر عائد پابندی کا تسلسل، قدرے مہنگے درآمدی ذرائع سے بجلی کی پیداوار کی سستے متبادلات پر منتقلی اور دستاویزیت کے اقدام کے تحت بھاری مالیت کی خریداری کو شناختی کارڈ جمع کرانے سے مشروط کرنا - م س20ء کے آغاز سے ہی درآمدات میں بڑی حد تک کمی کا موجب بنے۔ مزید برآں، ترسیلات زر باضابطہ ذرائع سے بھجوانے پر متعدد مراعات کا اعلان کیا گیا، جو م س20ء میں ان رقوم کے حجم میں نمایاں اضافے پر منتج ہوا۔

اگرچہ کووڈ کے عرصے میں بالخصوص برآمدات کے اندر کچھ تعطل دیکھا گیا، تاہم جاری کھاتے میں مسلسل بہتری آتی رہی اور جاری کھاتے کے خسارے میں سارا سال خاصی کمی آئی (**جدول 6.1**)۔ اس کے ہمراہ عالمی مالی اداروں سے رقوم کی آمد اور بیرونی نجی سرمایہ کاری کی مدد سے ملک میں زرمبادلہ کے سیال ذخائر آخر م س19ء کے 7.3 ارب ڈالر سے بڑھ کر آخر جون 2020ء تک 12.1 ارب ڈالر تک جا پہنچے۔

جاری کھاتہ

م س20ء کے دوران جاری کھاتے کا خسارہ کم ہو کر 3.0 ارب ڈالر رہ گیا، جو گذشتہ برس کی بہ نسبت تقریباً ایک چوتھائی ہے (**شکل 6.4**)۔ یہ بہتری وسیع البنیاد تھی، کیونکہ تجارت، خدمات اور ثانوی آمدن کھاتے سب نے ہی گذشتہ برس کی بہ نسبت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ بنیادی آمدن کھاتے میں خسارہ ایک استثنا ہے، جو گذشتہ برس کے مقابلے میں تھوڑا سا بڑھ گیا۔

بنیادی آمدنی

م س20ء کے دوران بنیادی آمدن کھاتے میں 5.7 ارب ڈالر کا خسارہ ہوا، جو

جدول 6.2: بنیادی آمدن کھاتہ

ملین ڈالر

	سہ 4		م س19ء	م س20ء
	م س19ء	م س20ء		
بنیادی آمدن	**-1875**	**-1406**	**-5610**	**-5682**
براہ راست سرمایہ کاری	-1018	-636	-2916	-2598
جزدانی سرمایہ کاری	-284	-169	-673	-496
دیگر سرمایہ کاری	**-635**	**-637**	**-2281**	**-2792**
دیگر	62	36	260	204

اعداد و شمار کا ماخذ: اسٹیٹ بینک

م س20ء کی پہلی تین سہ ماہیوں میں 14.5 فیصد بڑھنے کے باوجود گذشتہ برس کی سطح کے آس پاس ہے (**جدول 6.2**)۔ م س20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران کووڈ19 کی وبا پھیلنے کے بعد کے معاشی حالات تمام بڑے شعبوں، بشمول غذا، بجلی اور مواصلات، سے منافع کی منتقلی محدود کرنے کا باعث بنے۔ تاہم پورے م س20ء میں منافع کی منتقلی میں کمی کا فائدہ بھاری بیرونی قرضوں پر بلند سودی ادائیگیوں نے کلّی طور پر زائل کر دیا۔

جدول 6.3: خدمات کی تجارت

ارب ڈالر

	جولائی تا جون م س19ء			جولائی تا جون م س20ء			سہ 4		
	آمدنی	اخراج	خالص	آمدنی	اخراج	خالص	م س19ء	م س20ء	تبدیلی
خدمات کا کھاتہ	6.0	10.9	-5.0	5.4	8.3	-2.8	-1.5	-0.4	1.1
جس میں									
ٹرانسپورٹ	0.9	3.6	-2.8	0.8	3.1	-2.3	-0.8	-0.5	0.3
سفری	0.4	1.7	-1.3	0.5	1.2	-0.7	-0.4	0.0	0.4
دیگر کاروباری خدمات	1.6	2.5	-0.9	1.3	2.5	-1.2	-0.4	-0.3	0.1

اعداد و شمار کا ماخذ: اسٹیٹ بینک

خدمات کا کھاتہ

خدمات کے تجارتی کھاتے کا خسارہ گذشتہ برس کے 5 ارب ڈالر کی بہ نسبت م س20ء میں 43.1 فیصد کم ہو کر 2.8 ارب ڈالر رہ گیا (**جدول 6.3**)۔ اس بہتری کی بڑی وجہ خدمات کی درآمدات میں کمی ہے، گو کہ سال کے دوران خدمات کی برآمدات میں بھی تھوڑی سی کمی آئی تھی۔

شکل 6.5: ترسیلات کی نمو (سال بسال)

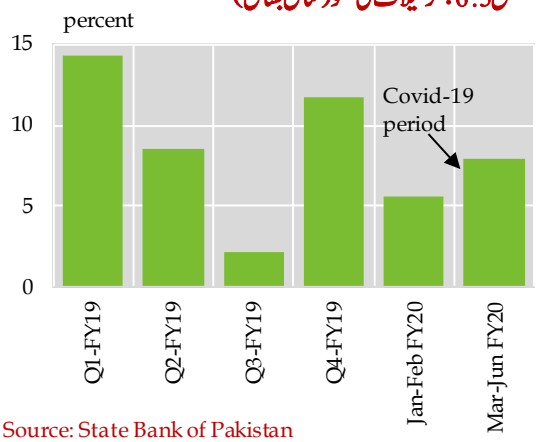

Source: State Bank of Pakistan

درآمدات میں تقریباً 50 فیصد کمی سفری اور ٹرانسپورٹ سروسز سے آئی۔ اگرچہ ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی کے باعث خدمات کی درآمدی طلب تھوڑی گھٹ گئی، اس بہتری کا بڑا حصہ چوتھی سہ ماہی میں لاک ڈاؤن سے منسوب کیا جاتا ہے، جب پاکستان اور دیگر ممالک دونوں میں سفری سہولتیں تقریباً جامد ہو گئی تھیں۔ مزید برآں، م س20ء میں اشیا کی درآمدات میں مسلسل کمی بار برداری کی خدمات کی خالص درآمدات میں 8.9 فیصد کمی پر منتج ہوئی۔

کارکنوں کی ترسیلات زر

م س20ء میں کارکنوں کی ترسیلات زر 6.4 فیصد نمو کے باعث بڑھ کر 23.1 ارب ڈالر تک جا پہنچیں۔ چوتھی سہ ماہی کے دوران ترسیلات زر میں 7.3 فیصد سال بسال اضافہ ہوا، جو پورے سال کی نمو سے زیادہ تھا (**شکل 6.5**)۔

یہ امر ان تخمینوں کے برعکس ہے، جن کے مطابق کووڈ19 کی وبا کی لہر کے ساتھ ساتھ دنیا بھر سے ترقی پذیر ملکوں کو بھیجی جانے والی ترسیلات زر کے بہاؤ میں بڑی کمی آئے گی۔[10] خلیج تعاون تنظیم (جی سی سی) کے ممالک، بالخصوص سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں نچلے طبقے کے پاکستانی کارکنوں کی بڑی تعداد موجود ہے، اس لیے پاکستان کو بھیجی جانے والی ترسیلاتِ زر میں خاص طور پر کمی متوقع تھی۔ چونکہ جی سی سی ممالک تیل کی گرتی ہوئی قیمتوں اور وبائی لاک ڈاؤن کے سبب معاشی سرگرمیوں میں سست روی کے دہرے

شکل 6.6: ماہانہ ترسیلات زر کی سال بسال نمو

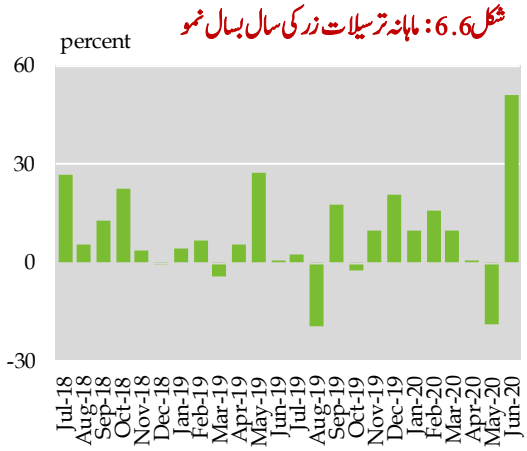

Source: State Bank of Pakistan

[10] عالمی بینک کے تخمینے کے مطابق 2020ء میں پست اور متوسط آمدنی والی معیشتوں کی ترسیلات زر میں 20 فیصد کمی آنے کا امکان ہے (مائیگریشن اینڈ ڈویلپمنٹ بریف 32، اپریل 2020ء)۔

بحران سے گذر رہے تھے، اس لیے ان خطوں سے ترسیلاتِ زر پر منفی اثر پڑنے کی توقع تھی۔[11]

ان تخمینوں کے باوجود ترسیلاتِ زر میں چوتھی سہ ماہی کے دوران حقیقتاً اضافہ ہوا، جون 2020ء میں 51.5 فیصد نمو ہوئی، جس نے مئی 2020ء کے دوران رقوم کی آمد میں 19.0 فیصد کمی کا ازالہ کر دیا (**شکل 6.6**)۔ اپریل اور مئی میں سخت لاک ڈاؤن کا نفاذ، بالخصوص خلیج تعاون تنظیم کے ممالک میں عید الفطر کے موقع پر غیر ملکیوں کے رقوم بھجوانے پر پابندی عائد تھی، جن کی ترسیل مشرق وسطیٰ میں لاک ڈاؤن نرم ہونے کے بعد جون کے مہینے میں کی گئی۔ مزید برآں، عالمی پروازوں کی جزوی بحالی کے باوجود، سرحدوں کے آر پار نقل و حرکت محدود رہی، جس کے باعث رقوم کی ترسیل کے لیے باضابطہ ذرائع کا استعمال بڑھ گیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ایسا اُس وقت ہو رہا تھا، جب بیرون ملک مقیم پاکستانی کارکنوں کو ملازمتوں سے برطرف کیا جا رہا تھا اور وہ پاکستان واپس آ رہے تھے۔ اس موقع پر حکومت نے وطن واپس آنے والے افراد کو ملکی لیبر مارکیٹ میں کھپانے کے لیے ایک طریقہ کار تشکیل دینا شروع کیا (**باکس 6.1**)۔

باکس 6.1: کووڈ19 اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جبری واپسی: حکومتی لائحہ عمل اور درپیش چیلنجز

اس باکس میں پاکستانیوں کے لیے بیرون ملک ملازمتوں کے موقعوں کے حوالے سے کووڈ19 کے اثرات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے، بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی وطن واپسی پر انہیں ملکی لیبر مارکیٹ میں شامل کرنے کی حکمت عملی کی وضاحت اور بین الاقوامی تنظیم برائے مہاجرین (آئی او ایم) کے فریم ورک سے اخذ کردہ سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

عالمی ملازمت منڈی

عالمی ادارۂ محنت (آئی ایل او) کے ماڈل پر مبنی تخمینوں کے مطابق کورونا وبا کے بحران سے پہلے کے دور (19ء کی چوتھی سہ ماہی) کی بہ نسبت م س20ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران عالمی اوقات کار میں 5.4 فیصد (تقریباً 155 ملین کل وقتی ملازمتوں کے مساوی) کمی آئی ہے۔[12] 2020ء کی دوسری سہ ماہی کے دوران عالمی اوقات کار میں مزید 14.0 فیصد سال بسال کمی کا تخمینہ لگایا گیا ہے، جو 400 ملین کل وقتی ملازمتوں کے برابر ہے۔ اس سے سب سے زیادہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، جرمنی اور فرانس جیسے ممالک متاثر ہوئے۔

تارکین وطن کے حامل ممالک جیسے خلیجی ممالک میں تقابلی معلومات کی دستیابی ایک چیلنج ہے، تاہم آئی ایل او کے تخمینوں کے مطابق 2020ء کی دوسری سہ ماہی میں یہ خطہ لاک ڈاؤن اور کاروباری اداروں کی بندش سے شدید متاثر ہوا۔ لیبر مارکیٹ میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والا طبقہ 1.6 ارب غیر رسمی معیشت کے کارکنوں پر مشتمل ہے۔ کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے خوف کی وجہ سے تقریباً تمام ملکوں نے اپنی سرحدیں بند اور سفری پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ پروازوں کی اچانک معطلی نے تارکین وطن اور سفر کرنے والوں کے لیے اپنے آبائی ممالک میں واپسی تقریباً ناممکن بنا دی، اور ہزاروں افراد ایئر پورٹس اور سرحدوں پر پھنس گئے۔ یہ حالات ان کارکنوں کے لیے زیادہ دشوار ہو گئے، جنہیں میزبان ممالک میں اچانک برطرفی کا سامنا کرنا پڑا اور جو ملازمتوں سے مشروط ویزوں، رہائش اور طبی سہولتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

جدول 6.1.1: کام/ہجرت کی غرض سے بیرونِ ملک منتقل جانے والے پاکستانیوں کی تعداد

	دسمبر 2017ء تک بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی تعداد*	کام/ہجرت کی غرض سے بیرون ملک جانے والے افراد (2018ء تا 2020ء کے دوران)**
سعودی عرب	2600000	681844
متحدہ عرب امارات	1500000	745202
عمان	271143	104899
قطر	140000	57900
بحرین	117000	25729
کویت	107575	1407
ملائیشیا	75235	30650
برطانیہ	1470000	دستیاب نہیں
امریکہ	1000000	دستیاب نہیں
کینیڈا	350000	23000
آسٹریلیا	100000	دستیاب نہیں
دیگر ممالک	1109779	10613
کل	8840732	1681244

* اقامت، کام اور تعلیمی مقاصد کے لیے بیرون ملک جانے والے پاکستانیوں کی تعداد، ** برطانیہ، امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے اعداد و شمار بنیادی طور پر مستقل رہائش کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

اعداد و شمار کا ماخذ: بیورو آف امیگریشن اینڈ اوورسیز ائمپلائمنٹ

[11] آئی ایم ایف کا تخمینہ تھا کہ خلیج تعاون کونسل کے ملکوں کی حقیقی جی ڈی پی نمو 2020ء کے دوران 7.1 فیصد سکڑ جائے گی (ماخذ: آئی ایم ایف علاقائی اقتصادی منظر نامہ، مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیا، جولائی 2020ء)۔ یہ ممالک تیل کی پست قیمتوں کے ساتھ ساتھ سیاحت اور اُن کاروباروں میں شدید مسائل کا سامنا کر رہے تھے جہاں بیشتر غیر ملکی ملازمین کام کرتے ہیں۔ چنانچہ تارکین کی بڑی تعداد کو فارغ کر دیا گیا جو پاکستان واپس آ گئے۔

[12] ماخذ: عالمی ادارۂ محنت مانیٹر: "کووڈ-19 اور دنیا میں کام کاج کی صورتِ حال"۔ پانچواں ایڈیشن تازہ ترین تخمینے اور تجزیے، 30 جون 2020ء۔ اس تخمینے کے تحت ہفتہ 48 گھنٹے کے اوقات کار پر مشتمل ہے۔

پاکستانی تارکین وطن کے موجودہ افراد پر کووڈ کے اثرات

بیورو آف امیگریشن اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ (بی ای اینڈ او ای) کے باقاعدہ تخمینوں کے مطابق دسمبر 2017ء تک 8.8 ملین پاکستانی بیرون ملک مقیم تھے۔ ان میں سے 54 فیصد افراد خلیجی ممالک میں سکونت پذیر تھے جبکہ بقیہ دیگر ممالک جیسے یورپ، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں مقیم تھے۔ مزید برآں، گذشتہ تین برسوں کے دوران تقریباً 1.7 ملین افراد نے مختلف علاقوں کا رخ کیا، جن میں سے 98 فیصد روزگار کے لیے خلیجی ممالک گئے اور صرف تھوڑے سے افراد بلند آمدنی والے ممالک میں مستقل رہائش کے لیے گئے (**جدول 6.1.1**)۔

کووڈ19 بحران کے دوران بی ای اینڈ او ای کے ریکارڈز نے کئی ذرائع سے پاکستانی تارکین وطن کی ملازمتوں کے ممکنہ خاتمے کا انکشاف کیا (**جدول 6.1.1**):

شکل 6.1.1: ملازمت سے برطرف اور برطرفی کے خطرے سے دوچار پاکستانیوں کی تعداد

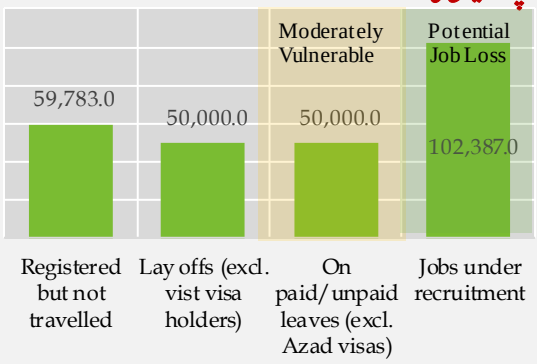

Source: Bureau of Emigration and Overseas Employment

(i) بیرون ملک ایک لاکھ زائد ملازمتیں، جن کی بھرتی کا عمل پاکستان میں جاری تھا، کووڈ کی وجہ متاثر ہوئیں، جب تک ان ملازمتوں کے منصوبے بحال نہیں ہوتے، ان کی بحالی نہیں ہوگی۔ بی ای اینڈ او ای نے اس زمرے کی ملازمتوں کے خاتمے کا امکان ظاہر کیا ہے۔

(ii) مختلف ممالک میں تقریباً پچاس ہزار تارکین وطن کو چھانٹی کا سامنا کرنا پڑا۔ قلیل مدت میں ان کی بحالی کا امکان موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ صورتِ حال نہایت سنگین ہے۔

(iii) تقریباً 60 ہزار پاکستانی جنہیں بیرون ملک ملازمتیں مل چکی تھیں لیکن وہ سفری پابندیوں اور پروازوں کے آپریشن کی معطلی کے سبب بیرون ملک نہ جاسکے۔ بی ای اینڈ او ای ان ملازمتوں کی صورتِ حال کو بھی خاصا دگرگوں قرار دیتا ہے۔

(iv) اس کے ساتھ ساتھ 50 ہزار تارکین وطن (علاوہ از آزاد ویزہ) 20 جون 2020ء کو مع معاوضہ / بلا معاوضہ چھٹیوں پر وطن واپس لوٹے۔ ان کارکنوں کو نوکریوں سے فارغ تو نہیں کیا گیا لیکن ان کی ملازمتوں پر خطرے کی تلوار لٹک رہی ہے۔

واپس آنے والے بیشتر کارکنوں کو لاک ڈاؤن کے نتیجے میں ملازمت سے منسلک آمدنی کی مستقل بندش مع قانونی حیثیت، رہائش اور طبی سہولتوں کے خاتمے کا سامنا ہے۔ جبری برطرفیوں کی صورت میں کارکنوں کو زرِ تلافی اور دیگر واجبات بھی نہیں ملے، چنانچہ اپنے خرچے پر سفری اخراجات برداشت کرنے میں انہیں مشکل پیش آئی۔ مختلف مقامات پر پھنسے ہوئے پاکستانیوں کے حالیہ اعداد و شمار کا جھکاؤ خلیجی خطے کی طرف ہے کیونکہ 91 فیصد افراد صرف دو ممالک سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں ہیں (**شکل 6.1.2**)۔

مختلف ملکوں میں پھنسے پاکستانیوں کی فوری واپسی کی حکمت عملی

ابتدائی طور پر مختلف ملکوں میں پھنسے پاکستانیوں کو فوری واپس لانے کی حکومتی استعداد محدود تھی، اور جامع اعداد و شمار کی عدم موجودگی میں متعلقہ حکام کو ایسے شہریوں کی تلاش میں متعدد چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں کورونا وائرس کی ٹیسٹنگ کی استعداد بھی نہیں تھی، جس سے واپس آنے والے تمام تارکین وطن کی طلب پوری ہوسکتی۔

شکل 6.1.2: پاکستانی تارکین کی واپسی بلحاظ ملک

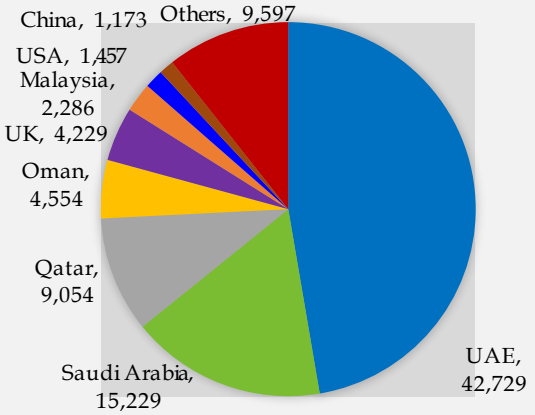

Source: NCOC/MOFA

مارچ 2020ء میں حکومت نے نیشنل کمانڈ اینڈ کنٹرول سینٹر (این سی او سی) قائم کیا، جس کا کام تمام فریقوں اکٹھا کرنا اور کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے خلاف قومی لائحہ تشکیل دینے کی غرض سے قومی سطح پر کی جانے والی کوششوں میں اتحاد اور تعاون کی فضا پیدا کرنا ہے۔ این سی او سی نے بیرون ملک پھنسے ہوئے شہریوں کو واپس لانے کے فریم ورک کی تشکیل اور نفاذ میں اہم کردار ادا کیا۔ فضائی سفر بند ہونے کی وجہ سے کلیدی اقدامات شروع کرنے کے لیے کچھ وقت میسر آگیا، جیسے بیرون ملک پھنسے تارکین کا اندراج، مختلف ہوائی اڈوں اور شہروں میں قرنطینہ کی تنصیبات کا قیام، کورونا ٹیسٹنگ کی استعداد میں اضافے اور نشاندہی اور تلاش کا طریقہ کار تشکیل دینا۔ یہ تمام عمل سفارتخانوں، بیرون ملک مشنز، وزارت خارجہ، وزارت بیرون ملک مقیم پاکستانی، وزارت صحت، وزارت ہوابازی، ضلعی انتظامیہ، ایف آئی اے اور مسلح افواج کی مشترکہ کاوشوں اور تعاون کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا۔ تمام ضروری اقدامات کرنے کے بعد حکومت

نے بیرون ملک پھنسے پاکستانیوں کی وطن واپسی کے لیے خصوصی پروازوں کا اہتمام کیا؛ اس آپریشن میں قومی ایئرلائن کی 490 خصوصی پروازوں کے ذریعے 90 ہزار 308 شہریوں (اپریل تا جون 2020ء کے دوران) کو وطن واپس لایا گیا (**شکل 6.1.2**)۔

کووڈ 19 کے دوران وطن واپس آنے والے کارکنوں کو دوبارہ جذب کرنے کا عمل تیز ہو جانا چاہیے

میزبان معیشتوں میں متوقع لاک ڈاؤن کے پیش نظر تارکین وطن کی کئی ممالک میں کچھ عرصہ بیروزگاری کی شرح بلند رہنے کی توقع ہے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ کووڈ 19 سے پہلے بھی تارکین وطن کی اہم ممالک بشمول سعودی عرب، کویت و دیگر میں داخلی اصلاحات کے آغاز اور مقامی کارکنوں کی بھرتی کی حوصلہ افزائی کے لیے ہمہ گیر اقدامات کیے گئے تھے۔ خلیج تعاون تنظیم کے کئی ممالک نے مقامی ملازمین کو برقرار رکھنے کی غرض سے فراخ دلانہ مالی پیکیجوں کی پیشکش کی اور بالواسطہ طور پر غیر ملکی ملازمین کی حوصلہ شکنی کی۔ اب کووڈ 19 کے بحران کے ساتھ ساتھ خام تیل کی طلب اور منڈی کی دگرگوں صورتِ حال نے تیل برآمد کرنے والی معیشتوں کی اقتصادی حالت کو مزید کمزور کر دیا۔ ایسے حالات میں پاکستان کے بیرون ملک موجود ملازمین کی سطح مکمل طور پر بحال ہوتی نظر نہیں آرہی، کم از کم آئندہ دو سال تک۔

اس پس منظر میں افرادی قوت برآمد کرنے والے ممالک نے واپس آنے والے تارکین وطن کو ملکی لیبر مارکیٹ میں دوبارہ جذب کرنے پر توجہ دینی شروع کر دی ہے۔ متعدد ممالک بشمول انڈونیشیا، فلپائن، کمبوڈیا، میکسیکو اور سری لنکا قومی قانون سازی اور پالیسی فریم ورک برائے مہاجرین کے تحت واپس آنے والے تارکین وطن کو دوبارہ جذب کرنے کے لیے قومی فریم ورکس پر عمل پیرا ہیں۔ یہ موجودہ فریم ورکس واپس آنے والے تارکین وطن کے لیے پائیدار خدمات کی فراہمی کو فروغ دیتے اور یقینی بناتے ہیں۔ آئندہ مہینوں میں واپس آنے والے ہزاروں تارکین وطن کو مالی اعانت، کاروباری سہولتوں، ہنر (اسکلز) کی تازہ کاری اور ملازمت کے دوبارہ آغاز کی صورت میں اسی قسم کی معاونت کی ضرورت پیش آئے گی۔ چنانچہ تارکین وطن کی بڑی تعداد میں واپسی کے سماجی اور معاشی اثرات کا تدارک اور ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر اچھی منصوبہ بندی اور تعاون پر مبنی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

وزارت بیرون ملک مقیم پاکستانی اور انسانی وسائل (او پی ایچ آر ڈی) نے متعلقہ فریقوں بشمول وزارت خارجہ اور بی ای او ای کی مشاورت سے ان کے انجذاب کی حکمت عملی تشکیل دینی شروع بھی کر دی ہے۔ منصوبے کے تحت مختلف ایجنسیاں جیسے چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی ترقی کے لیے قائم ادارہ (اسمیڈا)، این اے وی ٹی ٹی سی، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، بیرون ملک پاکستانیوں کی فاؤنڈیشن اور نیشنل یوتھ ڈویلپمنٹ فریم ورک بھی واپس آنے والے تارکین وطن کو مدد فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں:

(i) **واپسی:** یہ عمل اثرات کا جائزہ لینے کے لیے اعداد و شمار جمع اور مرتب کرنے اور لیبر کی ہجرت کی دشواریاں دور کرنے اور تمام متعلقہ فریقوں سے اس کے تبادلے پر مشتمل ہے۔ واپس آنے والے تارکین وطن کے ذاتی کوائف جمع کرنے کے عمل میں، جسے بعد ازاں ملکی اور غیر ملکی ایئر لائنیں استعمال کرتی ہیں، وزارت خارجہ کا مرکزی کردار ہے۔ حکومت ایئر پورٹس، مراکز اور گھروں پر واپس آنے والے تارکین وطن کے لیے قرنطینہ کے مناسب انتظامات یقینی بناتی ہے۔

(ii) **انجذاب:** اس عمل میں واپس آنے والے تارکین وطن کو ہنر اور اسناد سے نواز کر ملکی اور غیر ملکی مارکیٹ میں ملازمت دلوانے میں سہولت دینا شامل ہے۔ واپس آنے والے تارکین وطن کو او ای سی کی ویب سائٹ کے ایک مخصوص لنک پر اندراج کرانا ہوتا ہے، جس میں مختلف نوعیت کے ذاتی کوائف جیسے ہنر کی سطح، تعلیم، واپسی کی وجہ وغیرہ۔ اندراج کے اعداد و شمار احساس پروگرام، این اے وی ٹی ٹی سی، این وائی ڈی ایف، اسمیڈا اور ای او پی آئی کو فراہم کیے جائیں گے۔

(iii) **شکایتی دعوے:** شکایتوں کے ازالے کا طریقہ کار واپس آنے والے تارکین وطن کو زرِ تلافی، ریٹائرمنٹ اور دیگر واجبات کی وصولی یقینی بناتا ہے۔ واپس آنے والے تارک وطن کی جانب سے واجبات کی عدم ادائیگی کی شکایت درج ہوتے ہی وزارت بیرون ملک مقیم پاکستانی اور دیگر متعلقہ حکام شکایتوں کے جلد ازالے کے لیے قانونی کارروائی کر سکتے ہیں۔

(iv) **سماجی شمولیت:** اس کے تحت واپس آنے والے تارکین وطن کو این وائی ڈی ایف کے توسط سے کاروبار کا آغاز کرنے کے لیے قرضے اور احساس کیش ٹرانسفرز کے ذریعے ہنگامی طور پر رقم فراہم کر کے سماجی تحفظ کے دائرے میں لایا جاتا ہے۔ جس کے تحت ایسے افراد کے بچوں کی اسکول فیسوں کی ادائیگی میں بھی مدد کی جائے گی۔

انجذاب کی منصوبہ بندی، عملدرآمد اور نگرانی: آئی او ایم (اقوام متحدہ) فریم ورک کے چند رہنما خطوط

یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ متعلقہ حکام واپس آنے والے تارکین وطن کو جذب کرنے کی حکمت عملی کے عمومی خدوخال کا تعین کر چکے ہیں، اب یہ لازمی ہے کہ اس حکمت عملی پر مؤثر عملدرآمد کے لیے ایک ایک کر کے اقدامات کا تعین اور کارکردگی کے اظہاریے تشکیل دیں۔ مزید برآں، ہم سمجھتے ہیں کہ واپس آنے والے تارکین وطن کے اعداد و شمار کے انتظام اور جغرافیائی میپنگ کا اہم کردار ہوگا۔ ہنرمند بنانے والے اداروں کے ساتھ ساتھ اور وہ جو صرف بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے لیے ہیں، ہم واپس آنے والے تارکین وطن کی ملکی معیشت میں شمولیت کے لیے بینکاری نظام اور ایس ای سی پی کا اہم کردار بھی دیکھتے ہیں۔ اس عمل میں، انجذاب میں معاونت کے حوالے سے بین الاقوامی ادارہ برائے مہاجرین (آئی او ایم) کے رہنما خطوط مجوزہ حکمت عملی کے لیے ٹھوس بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

- حکومت نے واپس آنے والے تارکین وطن کے کوائف کا ڈیٹا بیس بنانا شروع کر دیا ہے اور موجودہ ہنر اور تعلیمی سطح، پیشے کی نوعیت، ملازمت کی نوعیت وغیرہ کا ریکارڈ جمع کر رہی ہے۔ اس ڈیٹا بیس میں واپس آنے والے تارکین وطن کے دیگر کوائف بشمول ان کی موجودہ سماجی و معاشی صورت حال، غیر ملکی آجروں کے خلاف واجبات / شکایات، مالی ضروریات، رجحانات اور دلچسپیاں بھی شامل کی

جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں موجودہ ملازمت اور کاروباری مواقع، ترقی کے ممکنہ شعبے اور مقامی ایکو سسٹم شامل کیے جاسکتے ہیں۔ معلومات کا انضمام تارکین وطن کے شواہد پر مبنی انجذاب کا پروگرام تشکیل دینے اور ان کی ضروریات کو موجودہ وسائل اور مواقع سے ہم آہنگ بنا سکتا ہے۔

- انفرادی سطح پر کیس مینجمنٹ کا طریقہ واپس آنے والے تارکین وطن کی مالی اور صحت کی صورت حال وغیرہ جیسی انفرادی کمزوریوں کے تدارک کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے انفرادی حالات جیسے ہجرت کے تجربات، واپسی کی وجہ، ہنر کی موجودہ سطح، تارکین وطن کی استعداد، نقد کی صورت میں مالی اعانت، اخلاقی مدد یا دیگر سہولتی اقدامات کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسکل ڈویلپمنٹ اور ووکیشنل ٹریننگ، ملازمتوں کے حصول، کاروبار بڑھانے کے لیے مدد، بینکاری، خدمات اور قرضوں وغیرہ تک رسائی میں بھی سہولت فراہم کی جاسکتی ہے۔
- ایسی صورت میں جب واپس آنے والے تارکین وطن کی بڑی تعداد کسی مخصوص علاقے یا برادری سے تعلق رکھتی ہو، وہاں مقامی آبادی بشمول تارکین وطن کے اہل خانہ کے خدشات دور کرنے کے لیے برادری کی سطح کے اقدامات بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔ برادری کی سطح پر معاشی انجذاب کو تقویت دینے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاسکتے ہیں، جیسے زرعی کوآپریٹو فارموں کی صورت میں مشترکہ آمدنی اکٹھی کرنے کی سرگرمیاں، کاریگروں کے گروپس، نوجوانوں کے روزگار کے پروگرام وغیرہ اور مالی مدد کی سرگرمیاں جیسے اجتماعی سرمایہ کاری اسکیمیں، اجتماعی طور پر چھوٹے قرضوں کی فراہمی، اجتماعی بچت اسکیمیں وغیرہ۔
- تخمینہ کاری کے بعد کردار اور ذمہ داریاں تفویض ہوتے ہی وزارتوں اور اداروں کو مختلف مگر ایک دوسرے سے منسلک ترتیب وار سرگرمیوں کا لائحہ عمل تشکیل دینا چاہیے، جو واپس آنے والے تارکین وطن کے اندراج اور ریکارڈ مرتب کرنے سے شروع ہوں اور سماجی تحفظ کا احاطہ، شکایات کے ازالے کا طریقہ کار آسان بنانے اور موجودہ ہنر کے لیے سرٹیفکیٹ اور اعترافی سند کی فراہمی یقینی بنانے پر مشتمل ہوں۔
- اہداف کے جائزے اور نگرانی کی غرض سے ہر سطح پر اقدامات کے لیے ایک نظری فریم ورک تشکیل دیا جانا چاہیے۔ نگرانی اور جائزے کے ضابطے مختلف مراحل پر منصوبہ بند سرگرمیوں کی حالیہ پیش رفت اور مخصوص پروگراموں کے نفاذ میں حائل رکاوٹوں کی شناخت کرنے میں پالیسی سازوں کی معاونت کرسکتے ہیں۔
- کمرشل بینک اور خردمالکاری (مائیکروفنانس) ادارے معیشت کو سہارا دے کر پہلے ہی کووڈ 19 کے اثرات کم کرنے میں کلیدی کردار ادا کررہے ہیں۔ یہ خدمات واپس آنے والے تارکین وطن اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے اہل خانہ کو فراہم کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح واپس آنے والے تارکین وطن کو نئے کاروبار کے قیام میں سہولت اور ٹیکس ایمنسٹی کی پیشکش کرنے کے ایس ای سی پی اور ٹیکس اتھارٹیز کے کردار پر بھی غور وخوض کیا جاسکتا ہے۔
- کووڈ بحران کے اچانک سر اٹھانے کے پیش نظر، اگرچہ قلیل تا وسط مدتی منصوبہ بندی معقول دکھائی دیتی ہے، تاہم ہجرت کی ہمہ گیر قومی پالیسی اپنانے کے لیے طویل مدتی حکومتی لائحہ عمل تشکیل دیا جانا چاہیے۔ جبری واپسی کی صورت میں بیرون ملک مقیم پاکستانی کارکنوں کے مسائل حل کرنے کے لیے موجودہ لائحہ عمل کوئی جامع حکمت عملی فراہم نہیں کرتا۔
- پالیسی کو مزید مؤثر بنانے کی غرض سے حکومت کو ہجرت سے متعلق امور میں گورننس فریم ورک میں لازمی طور پر بہتری لانی چاہیے۔ آئی ایل او کے تخمینے کے مطابق پاکستان میں ایسے آپریشنوں کو فی الوقت کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہے، جیسے باقاعدہ نظام کی عدم موجودگی، کمزور معیار بند ضابطہ کار (ایس او پیز)، نامناسب تربیت یافتہ عملہ اور مختلف محکموں کے درمیان تعاون کا فقدان۔[13]

پالیسی کے تناظر میں حکومت نے گذشتہ برس متعدد اقدامات کیے، جو کووڈ 19 کے دوران مزید پختہ ہوئے، ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بھی باضابطہ ذرائع سے ترسیلات زر بھجوانے کا عمل بڑھانے میں کچھ معاونت کی ہو۔[14] ان میں درج ذیل شامل ہیں: (i) کم مالیت کی ترسیلات زر بھیجنے والوں کو ٹی ٹی چارجز کی واپسی کی اسکیم میں شامل کرنے کے لیے ٹرانزیکشن کی حد 200 ڈالر سے کم کرکے 100 ڈالر کرنا، (ii) مالی اداروں کے لیے مراعاتی اسکیم کے دائرے کو وسیع کرنا، (iii) اسٹیٹ بینک اور پاکستان ریمی ٹینس انی شیٹو ٹو (پی آر آئی) کا ٹیکنالوجی پر مبنی زری ترسیل کی متعدد کمپنیوں کو شامل کرنا، اور (iv) ترسیلات بھیجنے اور وصول کرنے کے لیے، ڈجیٹل چینلز پر توجہ دیتے ہوئے، مؤثر تشہیری مہمات بروئے کار لانا۔

شکل 6.7: بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کی سہ ماہی وار خالص آمد

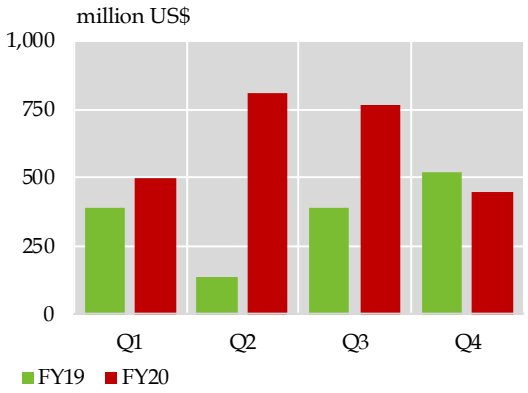

Source: State Bank of Pakistan

مالی کھاتہ

م س 20ء میں 7.7 ارب ڈالر کی رقوم کی آمد درج کی گئی جو م س 19ء کے 11.8 ارب ڈالر کی بہ نسبت 34.6 فیصد کم ہیں۔ اگرچہ کووڈ وبا کے پھیلنے سے بیرونی جزدانی سرمایہ میں اضافہ تھم گیا، بااین ہمہ بیرونی براہ راست سرمایہ

[13] عالمی ادارۂ محنت (2016ء)، "دادرسی کے لیے کہاں جائیں: بیرون ملک مقیم پاکستانی کارکنوں کی ملک اور خلیج تعاون تنظیم کے ممالک میں انصاف تک رسائی۔"

[14] تفصیلات کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے تیسری سہ ماہی م س 20ء دیکھیے۔

کاری اور دیگر واجبات کے زمرے میں رقوم کی آمد بڑی حد تک اس اثر سے عاری رہیں۔ درحقیقت، بیرونی واجبات میں رقوم کی خالص آمد پست رہی، کیونکہ م س20ء میں خام قرض گیری اور واپسی دونوں گذشتہ سال کی بہ نسبت بلند رہیں۔

جدول 6.4: پاکستان میں بلحاظِ شعبہ خالص بیرونی براہ راست سرمایہ کاری

ملین ڈالر

	م س18ء	م س19ء	م س20ء	سہ 4	
				م س19ء	م س20ء
بجلی	1179.5	-323.9	764.3	29.2	21.9
تعمیرات	40.4	70.2	20.7	14.6	9.0
مالی کاروباری	400.3	286.5	273.8	38.9	63.3
تیل و گیس کی تلاش	372.0	349.8	311.4	82.1	93.1
دواسازی	15.9	63.2	34.6	8.1	6.0
مواصلات	100.1	-77.6	622.5	79.8	157.7
برقی مشینری	22.2	153.4	164.3	37.8	10.1
ٹیکسٹائل	49.7	76.8	37.7	23.0	6.3
دیگر	600.3	764.0	332.1	143.8	60.6
مجموعی	**2780.3**	**1,362.4**	**2,561.2**	**457.3**	**428.0**
جس میں					
سی پیک	1064.7	-267.6	724.2	39.5	15.6
علاوہ از سی پیک	1715.6	1630.0	1837.0	417.8	412.4

اعداد و شمار کا ماخذ: اسٹیٹ بینک

بیرونی براہ راست سرمایہ کاری

م س20ء کے دوران پاکستان میں خالص بیرونی براہ راست سرمایہ کاری 88 فیصد اضافے سے 2.6 ارب ڈالر تک جاپہنچی، جبکہ م س19ء میں 1.4 ارب روپے موصول ہوئے تھے۔ دراصل، م س20ء کی پہلی تین سہ ماہیوں کے دوران بیرونی براہ راست سرمایہ کاری میں 136 فیصد کی نمو ہوئی جبکہ چوتھی سہ ماہی کے دوران اس میں تھوڑی سی کمی آئی (**جدول 6.4**)۔ م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں خالص براہ راست بیرونی سرمایہ کاری تھوڑی سی کم ہوئی، جو م س20ء کی دوسری سہ ماہی میں عالمی سطح پر بیرونی سرمایہ کاری میں ہونے والی نمایاں کمی کے رجحان کے برعکس تھا۔ دنیا بھر کی حکومتوں نے کووڈ 19 کے خطرے کے باعث لاک ڈاؤن، بالخصوص چوتھی سہ ماہی میں، نافذ کیے، جس سے عالمی سطح پر بیرونی براہ راست سرمایہ کاری سُست روی کا شکار ہوگئی۔ اقوام متحدہ کانفرنس برائے تجارت و ترقی (یو این سی ٹی اے ڈی) (2020ء) کے مطابق عالمی سطح پر گرین فیلڈ (نو آبادکاری) منصوبوں میں نئی سرمایہ کاری اور اداروں کے بین الاقوامی انضمام اور خریداری میں گذشتہ سال کی بہ نسبت 2020ء کے ابتدائی مہینوں میں 50 فیصد سے زائد کمی ہوئی۔[15] اس کے ساتھ ساتھ انفراسٹرکچر کی نئی سرمایہ کاری میں 40 فیصد سے زائد کمی ہوئی۔ مزید برآں، چونکہ مجموعی عالمی بیرونی براہ راست سرمایہ کاری میں باز سرمایہ کاری کا حصہ 50 فیصد سے زیادہ ہے، اس لیے آمدنی کی توقعات کے باعث دنیا بھر کے 5 ہزار بڑے کثیر ملکی اداروں (ایم این ای) کی اکثریت نے فروری اور مئی 2020ء کے درمیان اپنی باز سرمایہ کاری میں 35 فیصد سے زائد کمی کردی۔[16]

بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کے عالمی رجحانات کے باوجود پاکستان میں رقوم کی آمد م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں تھوڑی سی کم ہوکر 428 ملین ڈالر رہ گئی، جو گذشتہ سال کے اسی عرصے میں 457 ملین ڈالر تھی (**شکل 6.7**)۔ م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں ٹیلی مواصلات اور تیل و گیس کی تلاش کے شعبوں نے مجموعی بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کو یکدم زمین بوس ہونے سے بچایا۔

سال کے دوران ٹیلی مواصلات اور توانائی کے شعبوں میں بڑی رقوم کی آمد ہوئی۔ اگرچہ کثیر ملکی کمپنیوں کی طرف سے پاکستان میں آپریٹنگ لائسنسوں کی تجدید ٹیلی مواصلات کے شعبے میں رقوم کا بہاؤ بڑھانے پر منتج ہوئی، تاہم سی پیک سے متعلق منصوبوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہونے سے بجلی اور برقی مشینری کے شعبوں میں رقوم کی آمد بڑھ گئی۔ مزید برآں، تیل و گیس کے شعبے کے چند کلیدی اداروں کو بھی اپنی آپریشنل ضروریات کے لیے رقوم موصول ہوتی رہیں۔

چین اور ہانگ کانگ کا اس بیرونی براہ راست خالص سرمایہ کاری میں 40 فیصد سے زائد حصہ ہے، اور ان رقوم کی آمد کا ایک بڑا حصہ سی پیک سے متعلقہ بجلی کے منصوبوں پر مشتمل ہے۔ مزید برآں، پاکستان میں کام کرنے والی ایک چینی کمپنی نے سرمایہ جاتی ضروریات کے لیے اپنی سرپرست کمپنی سے 190 ملین ڈالر قرضہ لیا۔

[15] عالمی سرمایہ کاری رپورٹ 2020ء، اقوام متحدہ کانفرنس برائے تجارت و ترقی (UNCTAD)۔

[16] 2019ء کے 1.54 ٹریلین ڈالر کی بہ نسبت 2020ء میں عالمی سطح پر بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کی رقوم میں 40 فیصد کمی کا امکان ہے (ماخذ: عالمی سرمایہ کاری رپورٹ 2020ء، UNCTAD)۔

شکل 6.8 الف: پاکستان میں جزدانی رقوم کی آمد

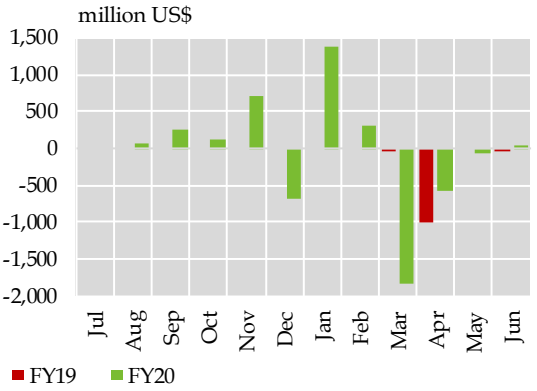

Source: State Bank of Pakistan

شکل 6.8 ب: روپوں میں قرضہ تمسکات میں جزدانی رقوم کی آمد

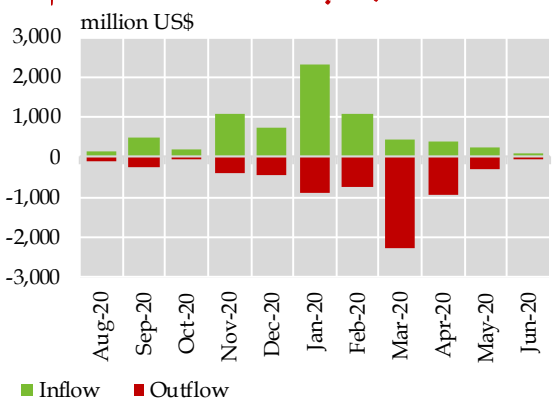

مزید برآں، تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ م س 20ء میں روپے میں قرضوں کے تمسکات سے ریکارڈ رقوم موصول ہوئیں (**شکل 6.8ب**)۔ پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ ملکی قرضے کی منڈی کے تمسکات میں عالمی فنڈ مینجرز نے دلچسپی لی، باوجود اس کے کہ ماضی میں ان تمسکات پر بلند نفع کی پیشکشیں کی گئی تھیں۔ ملکی کرنسی پر مبنی تمسکات پر پُرکشش شرح منافع کی پیشکش کی گئی؛ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے مختلف اصلاحات کا آغاز، اس کے ساتھ ساتھ حال ہی میں منڈی پر مبنی شرح مبادلہ کا طریق کار اپنائے جانے سے ان تمسکات میں رقوم کی آمد بڑھ گئی۔[18] م س20ء میں مجموعی طور پر رقوم کی خالص آمد 521 ملین ڈالر ہوگئی، جو م س 19ء کے 1418 ملین ڈالر کی بہ نسبت خاصی کم ہے۔ م س20ء کے دوران پاکستان نے صکوک کی عرصیت کی تکمیل پر دسمبر 2019ء میں 1.0 ارب ڈالر واپس کیے، جبکہ م س19ء کے دوران یورو بانڈ کے ضمن میں اپریل 2019ء میں 1.0 ارب ڈالر واپس کیے تھے۔ قرضہ جاتی تمسکات کی طرح ایکوٹیز کا انخلا بھی م س19ء کے 415 ملین ڈالر سے کم ہوکر امسال 280 ملین ڈالر رہ گیا۔

شکل 6.9: خالص واجبات کا سہ ماہی وار بہاؤ

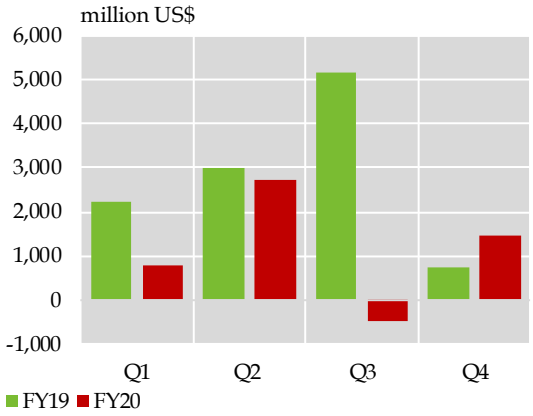

Source: State Bank of Pakistan

بیرونی جزدانی سرمایہ کاری

م س20ء میں ملکی کرنسی میں قرضہ پر مبنی تمسکات نے بڑی حد تک جزدانی سرمایہ کو ہوا دی، جس سے جولائی تا فروری کے دوران خالص جزدانی رقوم 2.1 ارب ڈالر تک جا پہنچیں، اور پھر مارچ تا جون میں ان رقوم کے خالص انخلا کا حجم 2.7 ارب ڈالر رہا (**شکل 6.8 الف**)۔ یہاں یہ نشاندہی کرنا اہم ہے کہ اس عرصے کے دوران پاکستان میں سرمائے کے بہاؤ میں یہ معکوسیت کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ کووڈ 19 کی وبا پھوٹنے سے، بالخصوص ترقی یافتہ معیشتوں میں، ابھرتی ہوئی اور ترقی پذیر معیشتوں سے عالمی سطح پر سرمائے کا انخلا ہوا۔[17]

خالص واجبات

چوتھی سہ ماہی میں بیرونی واجبات کی خالص آمد بڑھ کر 1.7 ارب ڈالر تک پہنچ گئی، جس کی بڑی وجہ کووڈ کے دھچکے کے معاشی اثرات کم کرنے کے لیے آئی ایم ایف کے ریپڈ فنانسنگ انسٹرومنٹ (آر ایف آئی) کے موصولہ 1.4 ارب

[17] مزید بحث کے لیے، پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے تیسری سہ ماہی مالی سال 20ء دیکھیے۔

[18] سرمایہ کاروں کو ٹیکسوں پر مراعتوں کی پیشکش کی تفصیلات کے لیے، پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے پہلی سہ ماہی مالی سال 20ء دیکھیے۔

ڈالر کا قرضہ ہے (**شکل 6.9**)۔ م س19ء کی چوتھی سہ ماہی میں بیرونی واجبات کے زمرے میں 0.8 ارب ڈالر موصول ہوئے۔

چوتھی سہ ماہی میں رقوم کی آمد بڑھنے کے باوجود پورے سال رقوم کی خالص آمد کی سطح خاصی پست یعنی م س19ء کے 11.5 ارب ڈالر کی بہ نسبت 5.3 ارب ڈالر رہی۔ یہ تنزلی بنیادی طور پر اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں فرق کی عکاس ہے۔ علی الخصوص، م س19ء میں مرکزی بینک کو توازنِ ادائیگی کی صورت حال بہتر بنانے کی غرض سے دوست ملکوں سے 5.5 ارب ڈالر موصول ہوئے تھے؛ تاہم م س20ء میں ایسی کوئی رقم نہیں ملی۔ اس کی بجائے م س20ء میں ان رقوم سے 500 ملین ڈالر نکال لیے گئے۔ مزید برآں، م س20ء میں بینکوں نے 163 ملین ڈالر واپس کیے تھے، جبکہ انہوں نے گذشتہ برس 500 ملین ڈالر کا قرضہ لیا تھا۔

جہاں تک حکومت کا تعلق ہے، اس نے گذشتہ سال کی بہ نسبت 58.6 فیصد (خام تناسبات میں) زائد قرضے لیے۔ یہ بیشتر رقوم طویل مدتی قرضوں پر مبنی تھیں، جن میں آئی ایم ایف سے 2.8 ارب ڈالر اور سعودی عرب کے ادھار تیل کی مد میں 767 ملین ڈالر شامل ہیں۔ اسی مدت کے دوران حکومت نے گذشتہ سال کے مقابلے میں 7.3 ارب ڈالر یعنی 22 فیصد زائد قرضے واپس کیے (**شکل 6.10**)۔ خالص بنیادوں پر، م س19ء کی بہ نسبت حکومت نے 1.5 ارب ڈالر زیادہ واجبات اکٹھے کیے۔

6.3 زرمبادلہ کے ذخائر اور شرح مبادلہ

اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے سیال ذخائر تین برس تک لگاتار کمی اور م س19ء میں 7.3 ارب ڈالر رہ جانے کے بعد م س20ء میں بحال ہو کر 12.1 ارب ڈالر تک جا پہنچے۔ ملک کے جاری کھاتے میں بڑی کمی کے ہمراہ کثیر ملکی مدد کی صورت میں زرمبادلہ کی آمد نے اس بحالی میں مدد دی (**شکل 6.11**)۔ اس کے ساتھ ساتھ زرمبادلہ کے معیار میں بھی بہتری دیکھی گئی، جس کی عکاسی تبدّل کے کھاتے کھلنے اور زرمبادلہ کے موافق کفایتی رجحان سے بھی ہوتی ہے۔

یہ امر اہم ہے کہ جولائی تا فروری م س20ء کے دوران اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر 5.6 ارب ڈالر کے اضافے سے 12.8 ارب ڈالر تک

شکل 6.10: زرمبادلہ کے خالص واجبات (جولائی تا مارچ)

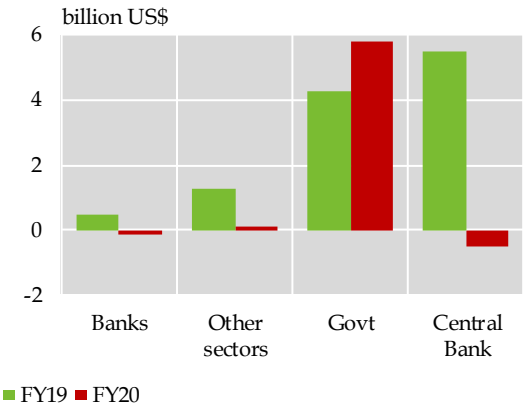

Source: State Bank of Pakistan

جا پہنچے۔ اس کے توسط سے جولائی تا فروری م س20ء کے دوران اسٹیٹ بینک کو 5.2 ارب ڈالر مالیت کے اپنے قلیل مدتی پیشگی اور تبدل معاہدات کھولنے اور جزدانی رقوم کے انخلا سے جنم لینے والے اضافی دباؤ سے نبرد آزما ہونے کے لیے مارکیٹ کو سہارا دینے کا موقع ملا۔ اگرچہ اپریل میں آئی ایم ایف کی طرف سے آر ایف آئی کے تحت 1.4 ارب ڈالر ملنے سے کچھ دباؤ کم ہوا، تاہم مئی میں قرضوں کی بلند ادائیگی کے سبب اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر پر بوجھ پڑا۔

جولائی تا فروری کے دوران اس بہتری کے باوجود پورے سال میں روپے کی قدر میں 6.3 فیصد تخفیف ہوئی۔ مئی 2019ء میں منڈی پر مبنی شرح مبادلہ کا نظام متعارف کرائے جانے کے بعد سے زرمبادلہ کی بین البینک منڈی میں شرح مبادلہ میں ردّوبدل بڑی حد تک منڈی کی مبادیات کے مطابق ہوا۔ مثلاً، جولائی تا فروری کے دوران جزدانی سرمایہ کاری اور کثیر ملکی معاونت کے ذریعے زرمبادلہ کی آمد کے سبب روپے پر عمودی دباؤ پڑا، جس نے ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر کو 2.5 فیصد بڑھا دیا۔ تاہم کووڈ19 کی وبا پھیلنے کے بعد سے جزدانی سرمایہ کاری کا انخلا ہونے کے سبب روپے کی قدر میں مارچ تا جون م س20ء کے دوران 9.0 فیصد کمی آئی، یہ امر قابل غور ہے کہ دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں کو بھی کرنسیوں کی قدر میں کمی کا ایسا ہی تجربہ ہوا (**سیکشن 6.1**)۔ سال کے دوران نامیہ شرح مبادلہ کی پیروی مختلف کرنسیوں کے مقابلے میں روپے کی نامیہ مؤثر شرح مبادلہ میں 5 فیصد کمی آئی۔ تاہم یہ

شکل 6.11: اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ ذخائر اور روپے کی پیرٹی

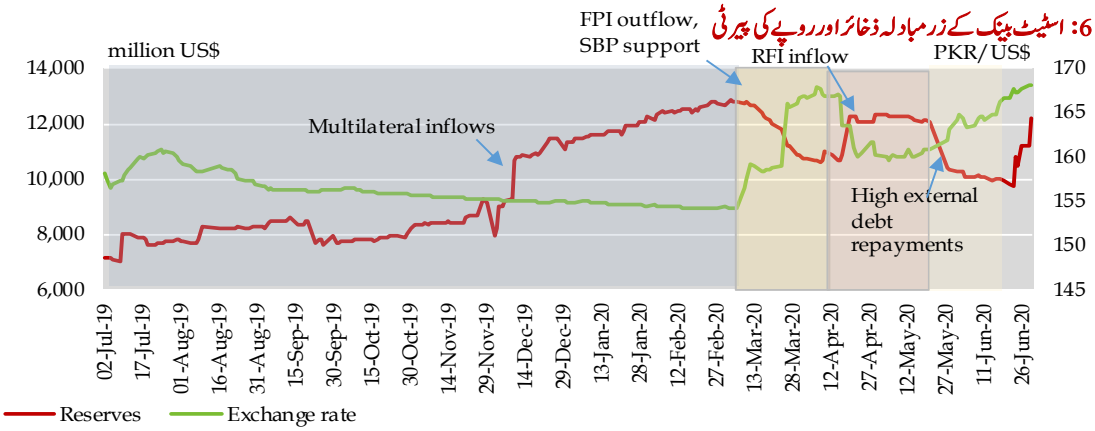

Source: State Bank of Pakistan

تخفیف متعلقہ قیمتوں میں اضافے کو زائل کرنے کے لیے ناکافی تھی، جس کے سبب سال کے دوران حقیقی مؤثر شرح مبادلہ میں 2.3 فیصد اضافہ ہوا (**شکل 6.12**)۔

شکل 6.12: نامیہ مؤثر شرح مبادلہ اور حقیقی مؤثر شرح مبادلہ کا رجحان

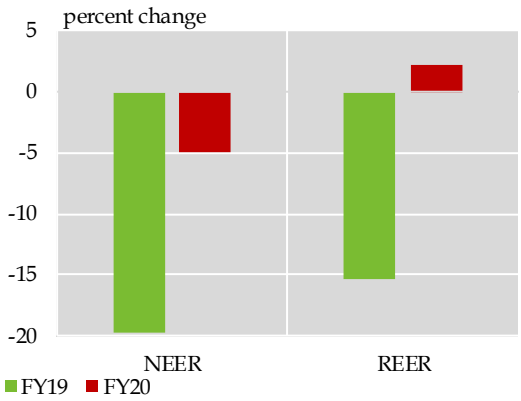

Source: State Bank of Pakistan

6.4 تجارتی کھاتہ (کسٹم ریکارڈ)[19]

م س20ء میں تجارتی خسارہ 27.2 فیصد سکڑ کر پانچ سال کی پست ترین سطح 23.2 ارب ڈالر پر آگیا۔ مارچ 2020ء تک برآمدات میں اضافہ ہوا، بعدازاں، چوتھی سہ ماہی میں کووڈ وبا کے سبب اس میں تنزلی آگئی (**شکل 6.13**)۔ تجارتی خسارے میں یہ تمام کمی درآمدات کی وجہ سے آئی، جو نو برس کی پست ترین سطح پر آگئی تھیں۔

شکل 6.13: تجارتی کھاتے میں بہتری*

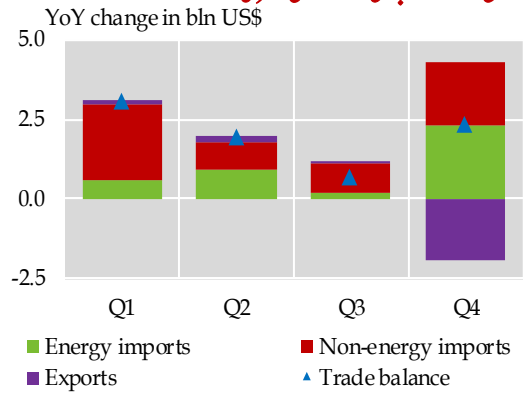

*Positive/negative values indicate respective contributions to trade balance

Source: PBS

معاشی استحکام کی پالیسیوں اور درآمدی توانائی کی طلب میں کمی (ایندھن کا ذریعہ مقامی کوئلے اور پن بجلی پر منتقل کرنے سے) توانائی اور غیر توانائی دونوں درآمدات میں پورا سال کمی آئی۔ تاہم چوتھی سہ ماہی میں درآمدات میں خاصی کمی آئی جب توانائی درآمدات 14 سال کی پست ترین سطح پر آگئی تھیں، جس میں تیل کی عالمی قیمتوں میں 50 فیصد سے زائد کمی کا بھی کردار ہے۔

غیر توانائی مصنوعات کے حوالے سے جولائی تا مارچ م س20ء میں ضوابطی اقدامات، کمزور صارفی طلب، گذشتہ سال کے ذخائر اور بلند ملکی پیداوار جیسے عوامل کئی صنعتوں، بشمول ٹرانسپورٹ، تعمیرات سے منسلک اور خوردنی تیل، کی درآمدی طلب میں نمایاں کمی کا باعث بنے۔ چوتھی سہ ماہی میں کووڈ سے

[19] یہ سیکشن پاکستان دفتر شماریات کے درج کردہ کسٹم ڈیٹا کی بنیاد پر ہے۔ اس میں موجود معلومات ادائیگیوں کے ریکارڈ ڈیٹا سے میل نہیں کھاتی، جسے **سیکشن 6.1** میں درج کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار کے ان دونوں سلسلوں (ڈیٹا سیریز) کے مابین فرق سمجھنے کے لیے ضمیمہ برائے اعداد و شمار کی توضیح دیکھیے۔

متعلق لاک ڈاؤن میں یہ رجحان مزید زور پکڑ گیا، ٹرانسپورٹ کی درآمدات کو تو خاص ضرب لگی۔

کورونا وائرس کی وبا سے قبل برآمدات کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی دیگر کئی ابھرتی ہوئی منڈیوں سے بہتر رہی (**شکل 6.14**)، جس کی وجہ بڑی برآمدی مصنوعات جیسے ملبوسات، چاول، گوشت، اور چمڑے کی اشیا کے برآمدی حجم میں اضافہ ہے۔ اس ضمن میں شرح مبادلہ کے ردّوبدل کو منڈی کی مبادیات کے ساتھ منسلک کرنا، سیلز ٹیکس کے بلند ریفنڈ، اسٹیٹ بینک کی رعایتی برآمدی مالکاری اسکیم کے حجم اور دائرہ کار میں توسیع اور خطے کے اعتبار سے مسابقتی نرخوں پر بجلی کی فراہمی جیسے تمام عوامل اہم ہیں۔ تاہم کووڈ کی وبا پھیلنے کے بعد خاص طور پر مغربی ممالک میں پاکستانی کپڑے کی مصنوعات کی طلب کو شدید دھچکا لگا، نتیجتاً، چوتھی سہ ماہی میں پاکستان کے ساتھ ساتھ دیگر ایشیائی رسد کاروں کی ٹیکسٹائل برآمدات کو نقصان پہنچا۔ اگرچہ وبا پھوٹنے کے

شکل 6.14: م س20ء میں ابھرتی ہوئی منڈیوں کی برآمدی نمو

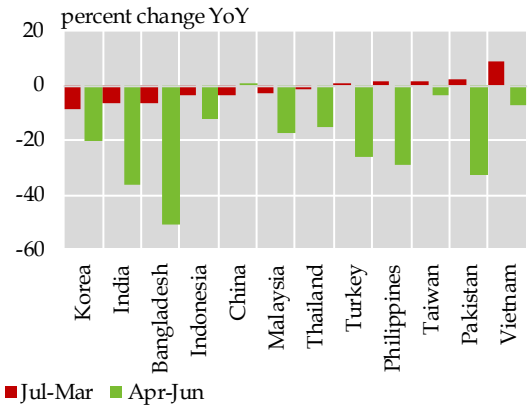

Data sources: Haver Analytics & PBS

بعد غذائی اشیا (خصوصاً گندم اور چاول) کی عالمی طلب بڑھی کیونکہ بڑے درآمد کنندگان نے اپنی ملکی رسد بڑھانے کی غرض سے خریداری بڑھادی، تاہم ملک میں رسدی مسائل کی وجہ سے پاکستان اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے سے قاصر رہا (**باکس 6.2**)۔

باکس 6.2: کووڈ19 کی وبا پھیلنے کے بعد ابھرتی ہوئی منڈیوں اور پاکستان کی برآمدی کارکردگی

کووڈ 19 کی وبا نے سنگین معاشی اثرات مرتب کیے۔ بہت سی ابھرتی ہوئی منڈیوں کی برآمدی کارکردگی متاثر ہوئی، لیکن دیگر کی نسبت چند ایک کی برآمدی تنزلی زیادہ تھی۔ اس غیر مساوی برآمدی کارکردگی کے پیچھے کارفرما عوامل کی نشاندہی اس باکس میں کی گئی ہے، اور ان مصنوعات کو مرکز نگاہ بنایا گیا ہے جن کی درآمدی طلب وبا شروع ہونے کے بعد بڑھ گئی اور جن کی درآمدی طلب بڑی حد تک کم ہوگئی تھی۔

شکل 6.2.1: سہ4، م س20ء میں طبی سامان کے درآمدی حجم میں نمو*

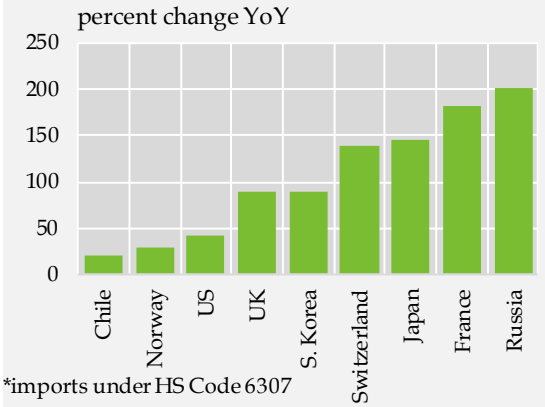

*imports under HS Code 6307

Source: ITC

اس میں تین رجحانات سرفہرست ہیں۔ پہلا، ٹیکسٹائل مصنوعات کی عالمی طلب ملبوسات سے ہٹ کر طبی اور سرجیکل ماسک کی جانب منتقل ہوگئی۔[20] دوم، برقی اشیا کی طلب میں اچھا خاصا اضافہ ہوا، جس سے کچھ ابھرتی ہوئی منڈیوں کی ٹیکنالوجی سے متعلق برآمدات کو سہارا ملا، اور سوم غذائی اشیا کی طلب بڑھ گئی کیونکہ بڑے برآمد کنندگان نے رسدی تعطل کے خدشات کی بنا پر ملکی رسد میں اضافہ کردیا تھا، اس طرح چند ابھرتی ہوئی منڈیوں کو اپنی زرعی برآمدات بڑھانے میں مدد ملی۔

ٹیکسٹائل: مارچ کے بعد سے بڑی اور جدید معیشتوں کی خردہ فروشی میں خاصی کمی آئی، جس میں خاص طور پر کپڑوں اور ملبوسات کے شعبے کو شدید دھچکا لگا۔[21] دیگر گھریلو اور برقی مصنوعات کے برعکس، کپڑوں کی مجموعی فروخت میں بیشتر حصہ ای کامرس پلیٹ فارم کے بجائے خردہ فروشی کا ہے، اور اسی لیے اسٹورز بند ہونے سے ان پر زیادہ اثر پڑا۔[22] اس کی وجہ سے جدید معیشتوں میں ملبوسات کی درآمدی طلب خاصی کم

[20] بڑی معیشتوں (چین، امریکہ اور یورپی یونین کے ارکان) کے ایچ ایس-4 سطح کے تجارتی اعداد و شمار کی بنیاد پر، ماسک کو ایچ ایس کوڈ 6307 کے تحت درجہ بند کیا جاتا ہے، زیادہ تر 'دیگر ٹیکسٹائل ایٹا' یا 'دیگر ٹیکسٹائل مواد' کے زمرے میں۔ باکس میں اس ایچ ایس کوڈ کے اعداد و شمار کو ماسک اور اسی جیسی طبی اشیا کی تجارت کا جائزہ لینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ زیادہ تفصیلی (ایچ ایس-8) سطح پر یہ بھی ممکن ہے کہ چند غیر طبی اشیا بھی اس میں شامل کرلی جائیں گی۔

[21] امریکہ میں مجموعی خردہ فروشی (گاڑیوں اور پُرزوں کی فروخت کے سوا) میں 7.5 فیصد کمی کی بہ نسبت چوتھی سہ ماہی کے دوران کپڑوں اور منسلکہ مصنوعات کی خردہ فروشی میں 57.6 فیصد سال بسال کمی آئی۔ 27 رکنی یورپی یونین میں کپڑوں اور منسلکہ اشیا کی فروخت 46.3 فیصد کم ہوئی، جبکہ مجموعی خردہ فروشی، علاوہ از گاڑیوں کی فروخت، میں 6.6 فیصد تخفیف ہوئی (ماخذ: امریکی محکمۂ مردم شماری اور یوروسٹیٹ)۔

[22] مثال کے طور پر امریکہ میں م س20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران 'کپڑوں اور دیگر اشیا' کی مجموعی فروخت میں ای کامرس پلیٹ فارمز کا حصہ 8.5 فیصد رہا۔ اس کے مقابلے میں مصنوعات کی مجموعی خردہ فروخت (ماسوائے گاڑیاں اور پرزہ جات) میں، ای کامرس سے فروخت کا تناسب 18.3 فیصد رہا (ماخذ: امریکی محکمۂ مردم شماری)۔

ہوگئی، جس نے ابھرتی ہوئی منڈیوں کی ملبوسات کی برآمدات کو شدید متاثر کیا (آگے **برآمدات** کا سیکشن ملاحظہ کیجیے)۔ تاہم اس عرصے میں طبّی اور سرجیکل ماسک کی طلب میں ہوشربا اضافہ ہوا۔ جدید معیشتوں میں متعلقہ ایچ ایس کوڈ کے تحت درآمدات میں اضافہ ہوا (**شکل 6.2.1**)، جس میں بیشتر چین نے کیں۔ نتیجتاً، م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں چین کی مجموعی ٹیکسٹائل برآمدات 18.7 فیصد سال بسال بڑھیں، جس میں ماسک اور ٹیکسٹائل سے متعلق دیگر طبی اشیا کی کھیپوں نے ملبوسات اور پست قدر اضافی مصنوعات کی پست برآمدات کے نقصان کی مکمل طور پر تلافی کر دی۔

تاہم ٹیکسٹائل کے دیگر بڑے برآمد کنندگان جیسے پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت پیداواری تنوّع کے مطابق خود کو ڈھال نہ سکے، چنانچہ ایسی مصنوعات کی بڑھتی ہوئی طلب سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس کے نتیجے میں چوتھی سہ ماہی میں جنوبی ایشیا کے ان تینوں برآمد کنندگان کی ٹیکسٹائل برآمدات میں کمی آئی (**شکل 6.2.2**)۔ ایک وجہ چین کا جلد لاک ڈاؤن (جنوری میں) کرنا تھی، جس سے اس وبا پر قابو پانے میں بڑی مدد ملی اور پھر ذاتی حفاظت کے آلات کی بڑھتی ہوئی عالمی طلب کو پورا کرنے کے لیے چین میں بروقت اشیا سازی کی سرگرمیاں شروع ہو سکیں۔ اس کے برعکس جنوبی ایشیائی معیشتوں نے لاک ڈاؤن کا نفاذ قدرے بعد میں (مارچ کے آخر تک) کیا تھا اور اس لیے وہ چوتھی سہ ماہی میں ذاتی تحفظ کے آلات کی عالمی طلب سے مؤثر انداز میں استفادہ نہ کر سکیں، اور دوم، چین پہلے ہی طبّی آلات کی عالمی رسدی زنجیر کا حصہ تھا، اور تحفظ کے معیارات (جیسے کے این-95) اس کے اپنے تھے، اسی کے سبب اسے اپنی پیداوار فی الفور بڑھانے میں مدد ملی جبکہ پاکستان اور دیگر ابھرتی ہوئی معیشتیں ایسا نہ کر سکیں۔

برقی آلات: جیسے جیسے کروڑوں کارکنوں اور طلبا نے گھروں سے کام اور برقی ذرائع سے تعلیم (ای لرننگ) کے حصول کی راہ اپنائی، ویسے ویسے برقی اشیا جیسے کمپیوٹرز اور ٹیبلٹس کی طلب بڑھ گئی۔[23] مزید برآں، کاروباریشنوں کو اپنے نیٹ ورک انفراسٹرکچرز کی تازہ کاری کرنا پڑی تاکہ کارکن رہائش گاہوں سے دفتری نیٹ ورک کے ساتھ منسلک ہو سکیں۔ ان پیش رفتوں کے سبب پوری برقی رسدی زنجیر میں تیار برقی اشیا (کمپیوٹرز اور ٹیبلٹس) اور اس کے ساتھ ساتھ پُرزے اور مختلف حصے (سرکٹ بورڈز، سیمی کنڈکٹرز وغیرہ) اور کمپیوٹر نیٹ ورکس کے پُرزہ جات کی ٹھوس طلب پیدا ہوگئی (**شکل 6.2.3**)۔ یہ طلب چین اور تائیوان جیسے ممالک نے پوری کی، جو برقی مصنوعات کی عالمی قدری اور رسدی زنجیروں سے کماحقہ منسلک ہیں۔[24] نتیجتاً، برقی شعبے نے ان ممالک کی برآمدگی کارکردگی کو مزید سہارا دیا۔

غذا: عالمی ذرائع نقل و حمل میں تعطل آنے سے، بالخصوص چین اور امریکہ میں غذائی تحفظ ایک ترجیح بن گیا۔ غذائی اشیا جن کی طلب بڑھی ان میں اناج جیسے گندم، چاول اور سویابین شامل ہیں۔ مارچ اور اپریل میں اس وبا نے جیسے ہی زور پکڑا، تو اجناس کے متعدد برآمد کنندگان ممالک نے – بشمول مشرقی یورپ والے (گندم)، اس کے ساتھ ساتھ بھارت (چاول) اور ویت نام (یہاں بھی چاول) – خاطر خواہ ملکی رسد یقینی بنانے کے لیے اجناس برآمد کرنے سے احتراز کیا یا پھر برآمدات پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ تاہم آخر اپریل اور مئی کے بعد سے یہ پابندی ختم ہوئی اور اناج کی تجارت میں روانی آگئی۔

شکل 6.2.2: ابھرتی ہوئی منڈیوں کی ٹیکسٹائل برآمدات میں نمو

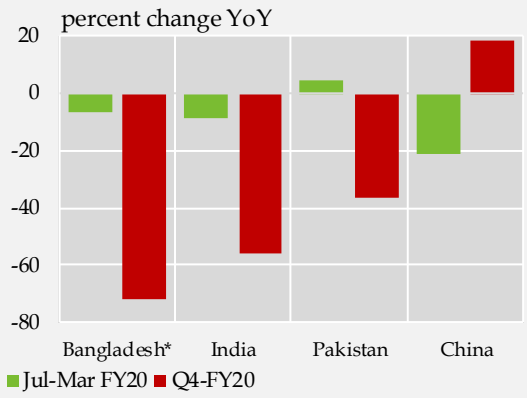

*during Apr-May

Source: Haver Analytics, PBS and Bangladesh Bank

شکل 6.2.3: سہ4 میں کمپیوٹر اور ٹیبلٹ کی درآمد میں نمو*

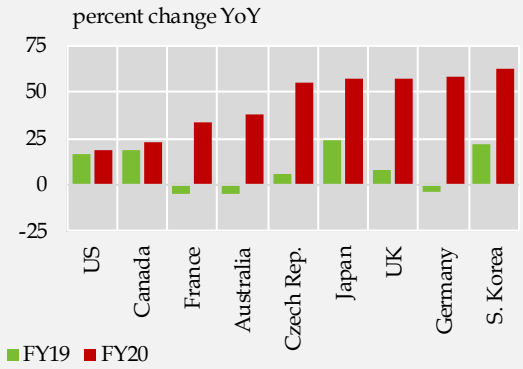

*Imports under HS Code 8471.30

Source: ITC

شکل 6.2.4: سہ4، م س20ء میں چاول کی طلب و رسد

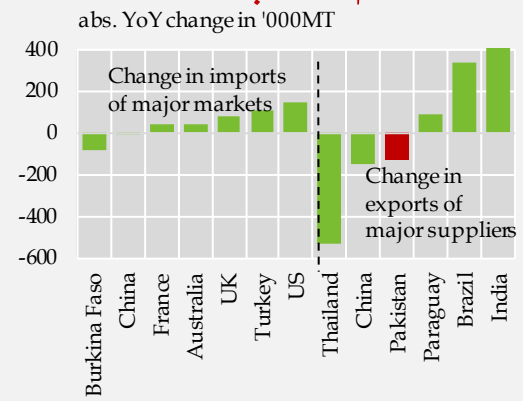

Sources: PBS, DGCIS (India) & ITC

[23] بین الاقوامی ڈیٹا کارپوریشن، اطلاعی مواصلاتی ٹیکنالوجی کی معلومات جمع کرنے والی فرم، کی 9 جولائی کی رپورٹ کے مطابق م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں کمپیوٹروں کی عالمی فروخت – نوٹ بکس، ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر اور ورک اسٹیشنوں پر مشتمل – میں 11.2 فیصد سال بسال اضافہ ہوا۔ اسٹریٹیجی اینالٹکس، اعداد و شمار کا تجزیہ کرنے والی ایک اور فرم، کے مطابق اسی طرح ٹیبلٹ کی عالمی فروخت اس عرصے میں 17 فیصد بڑھ گئی۔

[24] م س20 کی چوتھی سہ ماہی میں تائیوان کی برقی اجزا اور اطلاعی و مواصلاتی آلات کی برآمدات میں 18.1 فیصد اضافہ ہوا۔ اس اضافے نے دیگر تمام برآمدات میں 23.1 فیصد کمی کے نقصان کی تلافی کر دی، اور سہ ماہی کے دوران مجموعی برآمدات میں کمی قدرے کم 3.3 فیصد رہ گئی (ماخذ: ہاور اینالٹکس)۔

مغرب کی روایتی منڈیوں کے ساتھ ساتھ افریقہ اور مشرق بعید کے ممالک میں بھی چاول کی طلب میں اضافہ ہوا (اپریل تک–اس کے بعد کے اعداد و شمار تاحال دستیاب نہیں ہیں)۔ یہاں بھارت اور برازیل واضح طور پر استفادہ کنندگان نظر آتے ہیں کیونکہ دونوں ممالک کے، بالخصوص اپریل کے بعد سے، چاول کی برآمدی مقدار میں بڑا اضافہ درج کیا گیا (**شکل 6.2.4**)۔ تاہم پاکستان ایسا نہ کرسکا اور اسے سہ ماہی کے دوران چاول کی برآمدی مقدار میں کمی کا سامنا رہا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مشرق وسطیٰ کی معیشتوں میں بھی چاول کی طلب ممکنہ طور پر بڑھی تھی، لیکن متعلقہ عرصے میں برآمدات کے حوالے سے ان ممالک کے سرکاری اعداد و شمار تاحال دستیاب نہیں ہیں۔

شکل 6.2.5: سہ4، م س20ء میں گندم کی طلب و رسد

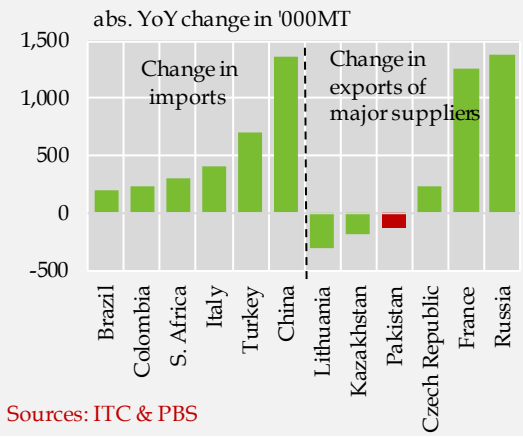

دریں اثنا، گندم کی عالمی طلب میں اضافہ ہوا، بالخصوص چین اور چند دیگر ممالک میں اس کے ذخیرے بڑھانے کی سعی میں (**شکل 6.2.5**)۔ مشرقی یورپ میں گندم کے روایتی برآمد کنندگان (روس اور چند دیگر بالٹک ریاستوں نے) اور یورپ میں (فرانس) نے یہ طلب پوری کی۔ کچھ افریقی ممالک میں چاول کی طرح گندم کی طلب بھی ٹھوس بتائی جاتی ہے لیکن ان ممالک کے اپریل تا جون کے عرصے کے اعداد و شمار تاحال دستیاب نہیں ہیں۔ اس سے قطع نظر پاکستان اس طلب، بالخصوص پڑوسی ملک چین کی، میں اضافے سے فائدہ نہ اٹھاسکا، کیونکہ پست ملکی پیداوار، رسدی رکاوٹوں اور بڑھتی ہوئی قیمتوں نے برآمدات کے امکانات ختم کردیے۔

اگرچہ متعدد ساختی عوامل نے عالمی قدری زنجیر میں پاکستانی فرموں کی برقی اور دیگر ہائی ٹیک مصنوعات کی شمولیت میں رکاوٹیں پیدا کیں–اور اس لیے وبا پھیلنے کے بعد ان مصنوعات کی طلب میں اضافے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا–تاہم مارچ 2020ء کے بعد سے غذائی اشیا کی طلب میں اچانک اضافے سے بھی مکمل طور پر استفادہ نہیں کیا جاسکا۔ اس امر کے پیش نظر کہ زراعت کا جی ڈی پی میں بیس فیصد حصہ ہے، اس پیداوار کو استعداد کی بہ نسبت کم گردانا جاسکتا ہے، لہٰذا، پیداوار بڑھانے اور ذخیروں کے تازہ ترین اعداد و شمار تک رسائی کے لیے عظیم تر کوششیں درکار ہیں، جس کے وسیلے سے بہتر منصوبہ بندی کی راہ ہموار ہوسکے۔

برآمدات

م س20ء کی پہلی تین سہ ماہیوں میں ملکی برآمدات نے ابھرتی ہوئی منڈیوں کو پیچھے چھوڑ دیا، جس کا سبب مختلف مصنوعات کے برآمدی حجم میں اضافہ تھا (**شکل 6.15**)۔ تاہم چوتھی سہ ماہی میں کووڈ وبا کے بعد برآمدات میں سرعت سے کمی آئی، اور اس کے پورے سال کا حجم 6.8 فیصد کم ہوکر 21.4 ارب ڈالر رہ گیا (**جدول 6.5**)۔ اس کے سبب پاک چین ایف ٹی اے فیز II میں بھی تاخیر ہوئی، جو جنوری 2020ء سے مؤثر العمل ہوا، اس کی مدد سے پاکستانی برآمدات کو جِلا ملنے کی توقع تھی۔

ٹیکسٹائل برآمدات

م س20ء میں ٹیکسٹائل برآمدات 6.0 فیصد کم ہوکر 12.5 ارب ڈالر رہ گئی، جبکہ چوتھی سہ ماہی کی برآمدات م س07ء کی پہلی سہ ماہی کے بعد سے پست ترین سطح پر آگئیں۔ م س19ء کے برعکس جب قیمتوں میں کمی بہتر برآمدی حجم پر غالب رہی تھی، اس سال خصوصاً مارچ اور اس کے بعد برآمدی حجم میں کمی نے ملبوسات کی اکائی قیمتوں کی تھوڑی بہتری کو گہنا دیا (**شکل 6.16**)۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ کووڈ19 سے قبل جولائی تا مارچ م س20ء میں ٹیکسٹائل برآمدات 10.4 ارب ڈالر تک جا پہنچی تھیں–جو م س06ء کے بعد سے 9 ماہ کے عرصے میں ریکارڈ بلند سطح ہے۔

حکومت کے دو کلیدی اقدامات اور چند بیرونی عوامل نے اس تیزی میں مدد دی۔ ان میں سے ایک یہ کہ حکومت نے برآمدی یونٹس کو سستی بجلی فراہم کرنے کے لیے 7.5 سینٹ /کلوواٹ آور کے یکساں نرخ کا اعلان کیا تھا۔[25] دوسرا، حکومت نے اشیاسازوں اور برآمد کنندگان کو سیلز ٹیکس ریفنڈ کا اجرا تیز کردیا تھا۔[26] ان اقدامات نے صنعت کی سیالی رکاوٹیں دور کرکے

[25] بذریعہ ایس آر او 01(I)2019ء تا ایس آر او 12(I)2019ء بتاریخ یکم جنوری 2019ء (وزارت توانائی)۔

[26] م س20ء میں سیلز ٹیکس پر ریفنڈز کے دعووں اور کسٹم ڈیوٹی کی رقم 104.8 ارب روپے رہی، گذشتہ برس سے 178 فیصد زائد، اور فاسٹر نامی نئے آن لائن نظام کے ذریعے اس کی بروقت منتقلی ہوئی (ماخذ: ایف بی آر)۔

جدول 6.5: م س20ء میں پاکستان کی بڑی برآمدات

ملین ڈالر

اجزا	م س19ء	م س20ء	مطلق تبدیلی	مقداری اثر	قیمت کا اثر
غذائی گروپ	**4,607.4**	**4,361.2**	**-246.2**	-	-
چاول	2,069.6	2,175.5	105.9	19.5	86.4
مچھلی اور اس کی مصنوعات	438.7	406.7	-32.0	-41.1	9.1
پھل اور سبزیاں	649.4	730.3	80.9	-56.5	137.4
گوشت اور اس کی مصنوعات	242.7	304.2	61.5	66.1	-4.5
ٹیکسٹائل گروپ	**13,328.2**	**12,526.5**	**-801.1**	-	-
سوتی دھاگہ	1,125.4	984.9	-140.5	-55.5	-85.0
سوتی کپڑا	2,101.8	1,829.9	-271.9	-342.9	71.0
ملبوسات	5,553.6	5,347.1	-206.5	-599.9	393.4
بیڈ وئیر	2,261.8	2,150.8	-111.0	-52.7	-58.3
تولیہ	786.1	711.3	-74.8	-74.0	-0.9
پیٹرولیم گروپ	**477.2**	**273.2**	**-203.9**	**116.1**	**-320.0**
خام تیل	285.4	185.9	-99.6	-49.1	-50.5
پیٹرولیم مصنوعات	127.8	40.7	-87.1	236.2	-323.3
دیگر اشیاساز	**3,361.6**	**3,036.1**	**-325.5**	-	-
کھیلوں کا سامان	308.6	262.4	-46.2	-	-
چمڑا	252.3	184.2	-68.1	-52.2	-15.9
چمڑے کی مصنوعات	485.7	474.0	-11.7	-32.2	20.6
طبی اجزا	388.4	355.6	-32.8	-	-
کیمیائی اجزا	606.0	502.1	-103.9	-	-
فٹ وئیر	122.4	125.9	3.5	7.1	-3.6
سیمنٹ	271.7	259.5	-12.3	30.0	-42.3
برآمدات	**22,958.3**	**21,393.7**	**-1,564.6**	-	-

اعداد و شمار کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

برآمد کنندگان کی مزید آرڈرز پر کام کرنے کی استعداد بڑھادی تھی۔ چین بھی امریکہ اور یورپی یونین-27 کی ملبوساتی منڈی سے آہستہ آہستہ پسپائی اختیار کررہاہے۔ امریکہ اور چین کا تجارتی تنازع شروع ہونے اور پاکستان کی جی ایس پی پلس کے تحت یورپی یونین تک ڈیوٹی فری رسائی کے تسلسل نے دونوں منڈیوں میں اس کی پہنچ کو بڑھادیا، جو چینی پسپائی کا ثمر ہے۔

نتیجتاً، جولائی تا مارچ میں ان منڈیوں کو پاکستانی ملبوسات کی کھیپوں میں اضافہ ہوا، حالانکہ اس عرصے میں ان معیشتوں کی ملبوسات کی مجموعی طلب کمزور تھی (**جداول 6.6 اور 6.7**)۔

شکل 6.15: م س20ء میں پاکستان کی اہم برآمدات کی نمو

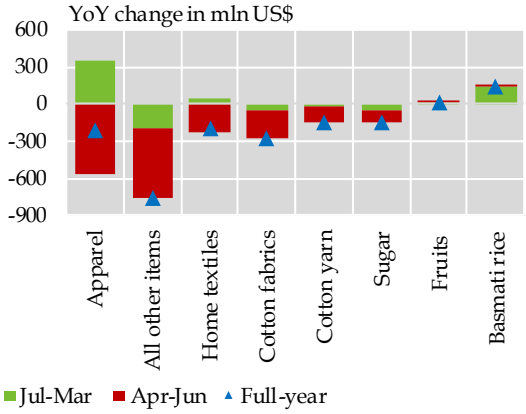

Source: Pakistan Bureau of Statistics

تاہم چوتھی سہ ماہی میں امریکہ اور یورپی یونین-27 کی بڑی منڈیوں میں قدر اضافی ملبوسات کی طلب میں بھاری کمی آئی ہے۔ خریداری کی سرگرمیوں میں سست روی کے باعث امریکہ میں بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا، جبکہ یورپی یونین میں بھی کپڑوں کی خردہ فروشی میں اچھی خاصی کمی آئی۔[27] بالخصوص چوتھی سہ ماہی میں کورونا کے تناظر میں ان ممالک نے پوری دنیا، بشمول پاکستان، سے ملبوسات کی درآمدات کم کر دیں۔[28]

جدول 6.6: بڑے ممالک سے یورپی یونین کی ملبوسات کے درآمدی حجم کی نمو

فیصد	جولائی تا مارچ		اپریل تا جون	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
پاکستان	5.6	8.9	10.8	-21.4
بنگلہ دیش	9.6	-2.8	2.8	-25.4
بھارت	-3.7	-3.8	-1.1	-42.9
چین	1.8	-7.9	-2.1	-39.3
کمبوڈیا	6.1	-12.6	5.7	-40.1
ترکی	6.0	1.9	3.7	-59.0
دنیا بھر سے	5.2	-3.0	3.5	-36.7

اعداد و شمار کا ماخذ: یوروسٹیٹ

جدول 6.7: بڑے شراکت داروں سے امریکہ کو ملبوسات کے درآمدی حجم کی نمو

فیصد	جولائی تا مارچ		اپریل تا جون	
	م س19ء	م س20ء	م س19ء	م س20ء
پاکستان	4.8	10.1	4.6	-27.6
بنگلہ دیش	7.7	1.8	12.8	-47.2
چین	4.3	-16.5	5.5	-44.2
ویت نام	7.2	3.1	4.8	-30.0
بھارت	5.7	-1.7	5.1	-63.4
انڈونیشیا	0.5	-9.6	-3.6	-39.4
کمبوڈیا	2.4	9.7	2.9	-20.0
دنیا بھر سے	4.6	-6.7	4.0	-44.5

ماخذ: آفس آف ٹیکسٹائلز اینڈ ایپرل، امریکی محکمہ تجارت

شکل 6.16: م س20ء میں ملبوسات کی برآمدات

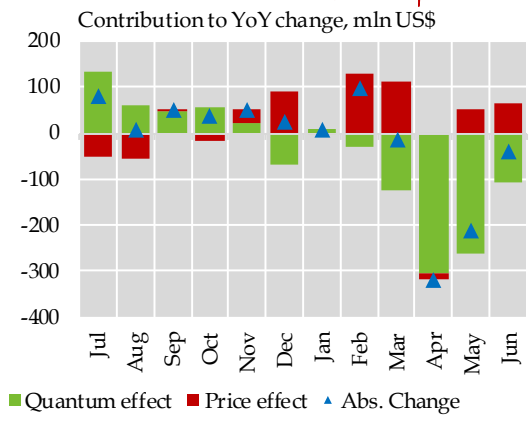

Source: Pakistan Bureau of Statistics

دریں اثنا، م س20ء میں پاکستان کی پست قدر اضافی ٹیکسٹائلز برآمدات (سوتی دھاگہ اور سوتی کپڑا) 12.8 فیصد کی مجموعی کمی کے بعد 2.8 ارب ڈالر رہ گئیں، اس کی بہ نسبت گذشتہ برس اس کی کا حجم 9.7 فیصد تھا۔ جولائی تا مارچ م س20ء میں چین کو سوتی دھاگے کے برآمدی حجم میں اضافہ ہوا، کیونکہ اپریل 2019ء میں پاک چین ایف ٹی اے فیز II پر دستخط ہونے کے بعد اس نے بھارت سے درآمدات ترک کر دیں۔[29] تاہم، عالمی منڈی میں سوتی دھاگے کی قیمتیں کم ہونے کی وجہ سے پاکستانی برآمدات کی مالیت گھٹ گئی۔ مزید برآں، چوتھی سہ ماہی میں ملکی اور عالمی طلب دونوں کم ہونے کی وجہ سے اس کی اکائی قیمتیں زیادہ تیزی سے کم ہوئیں، جس سے دھاگہ سازی کی ملوں کے ذخیرے بڑھ گئے۔ دوسری طرف جولائی تا مئی م س20ء میں اہم برآمدی مقامات، بنگلہ دیش اور چین کو سوتی کپڑے کے برآمدی حجم میں 20 فیصد کمی آئی، کیونکہ ان ممالک میں اس مصنوعہ کی مجموعی درآمدی طلب کم ہو گئی تھی۔

نان ٹیکسٹائل برآمدات

م س20ء میں نان ٹیکسٹائل کی بڑی اشیا میں، چاول کی برآمدات 5.1 فیصد بڑھ کر 2.2 ارب ڈالر ہو گئی، یہ نمو گذشتہ برس کی 1.7 فیصد نمو سے زیادہ تھی۔ باسمتی چاول کی برآمدات سارا سال بڑھیں، ابتدائی تین سہ ماہیوں کے بلند

[27] م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں امریکہ میں کپڑوں اور ان سے منسلکہ اشیا کا ذخیرہ تناسب اوسطاً 274 فیصد بڑھا۔ اس کے برعکس دسمبر 2019ء تا فروری 2020ء کے دوران اس تناسب اوسطاً 4.4 فیصد کمی آئی۔ م س20ء کی چوتھی سہ ماہی میں 27 رکنی یورپی یونین میں ٹیکسٹائلز، کپڑوں، فٹ ویئر اور چمڑے کی اشیا میں اوسطاً 42.8 فیصد سال بسال کمی آئی؛ م س20ء کے ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران فروخت میں تھوڑا سا اضافہ ہوا۔

[28] منقولی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوری تا فروری 2020ء میں کچھ آرڈر چین سے پاکستان کو منتقل ہو گئے۔ چین کے ملبوسات تیار کرنے والے دو بڑے مراکز (گوانگڈونگ اور ژجیانگ) نئے قمری سال کی تقریبات اور پھر کووڈ19 کی وجہ سے 24 جنوری تا فروری کے وسط تک بند رہے۔

[29] سوتی دھاگہ ان 313 ٹیرف لائنز (ایچ ایس 8 ہندسی سطح پر) میں سے ایک ہے، جو اپریل 2019ء میں پاکستان اور چین کے مابین آزادانہ تجارت کے معاہدے سی پی ایف ٹی اے-II پر دستخط ہونے کے فوری بعد ٹیرف سے آزاد ہو چکے تھے۔ جولائی تا مارچ م س20ء میں چین کو پاکستانی دھاگے کے برآمدی حجم میں 13.9 فیصد اضافہ جبکہ بھارتی حجم میں 48.1 فیصد کمی ہوئی (ماخذ: پاکستان دفتر شماریات اور بھارتی وزارت تجارت)۔

شکل 6.17: پھلوں اور سبزیوں کی برآمدات میں تبدیلی

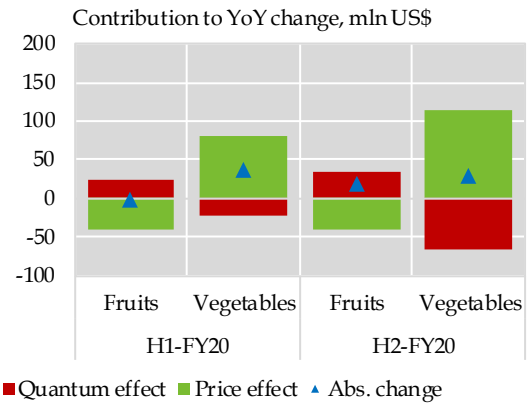

Source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 6.18: درآمدات میں سال بسال تبدیلی

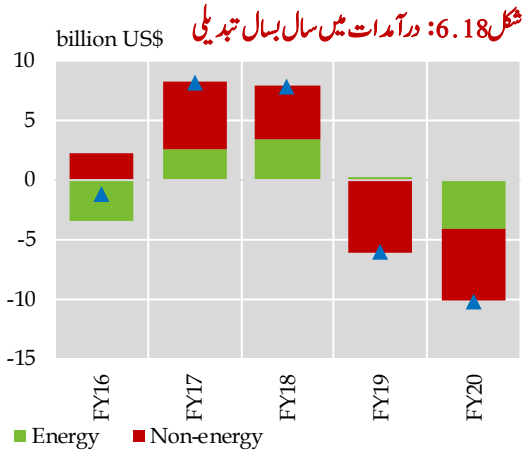

Source: Pakistan Bureau of Statistics

درآمدی حجم کے فائدے نے پست اکائی قیمتوں کے نقصان کی تلافی کر دی، اور پورے سال کی برآمدات 23.4 فیصد بڑھ کر 783.3 ملین ڈالر تک جا پہنچیں۔ وبا سے قبل، پاکستانی برآمد کنندگان مشرق وسطیٰ کی منڈیوں جیسے سعودی عرب میں اپنا حصہ بڑھانے میں کامیاب رہے، جس نے جراثیم کش ادویات کے بکثرت استعمال کے سبب بھارتی چاول پر ضوابطی پابندی عائد کر دی تھی۔[30] اسی طرح پاکستان نے متحدہ عرب امارات کو چاول خاصا زیادہ برآمد کیا، جس میں سے کچھ برآمدات خطے کے دیگر ممالک جیسے ایران، عراق، یمن، عمان اور صومالیہ بھیجی گئیں۔[31] کووڈ 19 وبا پھیلنے کے بعد باسمتی چاول کی برآمدی مالیتیں بڑھتی رہیں، اگرچہ جولائی تا مارچ کے عرصے میں رجحان اس کے برعکس تھا، تاہم عالمی رسدی تعطل کے سبب عالمی قیمتوں میں اضافے نے اس میں اہم کردار ادا کیا تھا اور پست برآمدی حجم کے نقصان کی تلافی کر دی تھی۔

دوسری جانب م س20ء میں غیر باسمتی چاول کی برآمدات 3.0 فیصد کم ہو کر 1.4 ارب ڈالر رہ گئیں۔ اس کمی میں بڑا حصہ چین کا ہے، حالانکہ پاکستانی برآمدات کووڈ 19 کی وبا سے قبل ہی کم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کا جزواً سبب چینی درآمدات میں بالعموم کمی (گذشتہ برسوں میں ذخائر اکٹھا ہونے سے) اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی برآمدات پر گذشتہ برس کا بلند اساسی اثر ہے۔[32] دیگر ممالک میں فلپائن اور افغانستان بھی شامل ہیں، جہاں بالترتیب بہتر ملکی پیداوار اور وافر ذخائر کے سبب پاکستان کے غیر باسمتی چاول کی برآمدات کم ہو گئی تھیں۔[33]

م س20ء میں سبزیوں اور پھلوں کی برآمدات 12.5 فیصد بڑھ کر 731 ملین ڈالر تک جا پہنچی۔ اس برآمدی اضافے میں بلند حجم نے بڑا کردار ادا کیا، جس سے برآمدی مالیت میں 3.8 فیصد سال بسال نمو ہوئی، یہ آم کے برآمد کنندگان کی طرف سے بہتر تشہیر اور پیکنگ اور متحدہ عرب امارات میں کھجوروں کی بلند طلب کا نتیجہ ہے۔ بالخصوص دوسری ششماہی میں سبزیوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے م س20ء میں اس کی مجموعی برآمدات بڑھ گئیں، حالانکہ کووڈ وبا اور مارچ 2020ء کے بعد سے پیاز کی برآمدات پر پابندی چوتھی سہ ماہی میں برآمدات کم کرنے کا باعث بنیں۔[34]

[30] سعودی عرب نے چاول کے درآمدی معیار کے حوالے سے ستمبر 2019ء میں سخت قواعد نافذ کیے تھے (ماخذ: https://apps.fas.usda.gov/newgainapi/api/Report/DownloadReportByFileName?fileName=Grain%20and%20Feed%20Annual_Riyadh_Saudi%20Arabia_03-15-2020)۔

[31] تفصیلات کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 19ء دیکھیے۔

[32] نومبر 2018ء میں وزیر اعظم کے دورے کے بعد م س19ء کی دوسری ششماہی میں چین نے پاکستان سے بڑی مقدار میں درآمدات کیں۔ تفصیلات کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے مالی سال 19ء دیکھیے۔

[33] افغان حکومت کے مطابق 2019ء میں ان کے ملک میں چاول کی پیداوار میں 9 فیصد اضافہ ہوا، جس کے سبب سال کی پہلی تین سہ ماہیوں میں اس کی چاول کی درآمدات میں 44 فیصد کمی آئی (ماخذ: وزارت زراعت و آبپاشی اور گلہ بانی (https://www.mail.gov.af/en/rice-production-increases-nine-percent)

[34] وزارت تجارت کے ایس آر او نمبر 238(1)/2020ء بتاریخ 24 مارچ 2020ء کے ذریعے پیاز کی برآمدات پر فی الفور پابندی عائد کر دی گئی، جو 31 مئی 2020ء کو ختم ہو گئی۔

م س20ء میں پیٹرولیم مصنوعات کی برآمدات 42.7 فیصد کم ہوکر 273 ملین ڈالر رہ گئیں، جس کا بڑا سبب نیٹو افواج کی پڑوسی ملک میں موجودگی کم ہوجانے کے باعث افغانستان کو جیٹ ایندھن کی پست برآمدات ہیں۔[35] خام تیل (کنڈنسیٹ) کی برآمدات بھی کم ہوئیں کیونکہ ملکی ریفائنریوں کو ملک سے نکلنے والے تیل بروئے کار لانے کی ہدایت کردی گئی تھی، جس سے اس کی برآمدات کے لیے دستیابی میں کمی آئی۔ دریں اثنا، دوسری ششماہی میں تیل کی عالمی قیمتوں میں خاطر خواہ کمی نے پیٹرولیم مصنوعات کی برآمدات گھٹانے میں بڑا کردار ادا کیا۔

آخراً، م س 20ء میں فٹ ویئر کی برآمدات سے 125.9 ملین ڈالر حاصل ہوئے، جو گذشتہ سال کی بہ نسبت 2.9 فیصد زائد ہے۔ بلحاظ حجم پہلی تین سہ ماہیوں میں بڑا اضافہ ہوا، کیونکہ برآمد کنندگان نے تغیر پذیر عالمی رجحانات کے ردعمل میں اپنی عالمی رسد میں ردوبدل کیا تھا، جس میں بغیر چمڑے کے فٹ ویئر کی بڑھتی ہوئی طلب شامل ہے۔[36] کووڈ وبا سے پہلے کی یہ کارکردگی چوتھی سہ ماہی میں برآمدات کم ہونے کے اثر کی تلافی کرنے کے لیے کافی تھی، کیونکہ کپڑے کی اشیا کی طرح اہم برآمدی مقامات کی فٹ ویئر کی طلب میں ڈرامائی کمی رونما ہوئی تھی۔

درآمدات

م س20ء میں ملکی درآمدات 18.6 فیصد کم ہوکر پانچ سال کی کم ترین سطح پر یعنی 44.6 ارب ڈالر رہ گئیں (**جدول 6.8**)۔ اگرچہ غیر توانائی درآمدات میں گذشتہ سال جیسا کمی کا رجحان جاری رہا، کیونکہ پہلی تین سہ ماہیوں میں معاشی استحکام کے اقدامات نے ملکی طلب کم کردی تھی، جبکہ چوتھی سہ ماہی میں درآمدات میں کمی نے م س20ء میں درآمدات مزید گھٹادیں (**شکل 6.18**)۔

توانائی کی درآمدات

سال کے دوران وبا پھیلنے سے پہلے بھی ملکی توانائی کی طلب میں ٹھہراؤ کی علامات ظاہر ہورہی تھیں، کیونکہ معاشی تبدیلیوں کی پالیسیوں کے باعث صنعتوں کی توانائی کی طلب سکڑ چکی تھی۔ مزید برآں بجلی کی پیداوار کے ایندھن کی تبدیلی نے–ایل این جی سے ہٹ کر پن بجلی (بھرپور بارشوں کے باعث) اور کوئلے کی طرف– بالعموم توانائی کی درآمدی مصنوعات کی ضرورت کم کردی۔

اس پس منظر میں م س20ء کے دوران توانائی کی درآمدات 27.9 فیصد کمی

شکل 6.19: توانائی کی درآمدات میں سال بسال تبدیلی

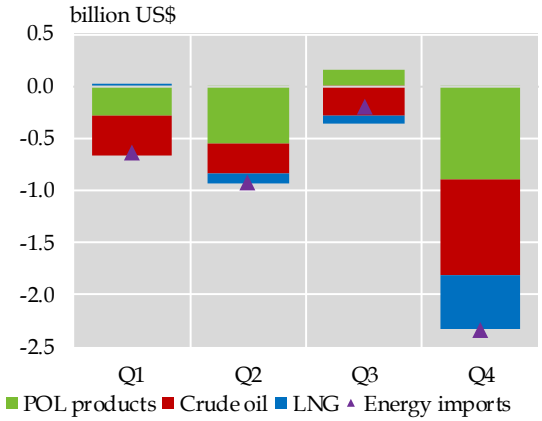

Source: Pakistan Bureau of Statistics

سے چار سال کی پست ترین سطح پر آکر 10.4 ارب ڈالر رہ گئیں۔ اگرچہ تمام سہ ماہیوں میں درآمدت کم ہوئیں تاہم چوتھی سہ ماہی میں خریداری 14 سال کی پست ترین سطح پر آنے سے یہ کمی خاص طور پر زیادہ رہی (**شکل 6.19**)۔ تیل کی عالمی قیمتوں میں غیر معمولی کمی–چوتھی سہ ماہی میں تقریباً 53 فیصد کمی –نے کلیدی کردار ادا کیا، جبکہ بالترتیب آئل ریفائنریوں اور بجلی کے شعبے کی پست طلب کی وجہ سے خام تیل اور ایل این جی کے درآمدی حجم میں بھی نمایاں کمی آئی۔

آئل ریفائنریوں کی پست طلب کے باعث خام تیل کا درآمدی حجم سارا سال کم ہوتا رہا، جنہوں نے فرنس آئل کے بکثرت ذخیرے سے احتراز کرنے کے

[35] م س20ء کی پہلی ششماہی میں افغانستان کو برآمد کیے جانے والے جیٹ ایندھن میں 70 فیصد کمی آئی۔

[36] م س19ء اور م س20ء میں پاکستان کی فٹ ویئر کی مجموعی برآمدات میں چمڑے کے جوتوں کا حصہ 53 فیصد سے کم ہوکر 47 فیصد رہ گیا، جبکہ چمڑے کے علاوہ جوتوں کا حجم 47 فیصد سے بڑھ کر 62 فیصد ہوگیا۔ م س16ء میں پاکستانی فٹ ویئر کی بڑی درآمدی منازل (امریکہ، اٹلی، جرمنی، اور ہالینڈ) پر 47.5 فیصد چمڑے اور 52.5 فیصد چمڑے کے علاوہ جوتوں کی ترسیل کی گئی تھی۔ م س20ء میں یہ حجم بالترتیب 43.5 فیصد اور 56.5 فیصد رہا (اعداد و شمار کے ماخذ: پاکستان دفتر شماریات اور آئی ٹی سی)۔

لیے اپنی پیداوار کم کر دی تھی۔[37] تاہم، چوتھی سہ ماہی میں کمی کا یہ رجحان مزید بڑھ گیا، اور درآمدی حجم 52.6 فیصد کی سال بسال کمی سے دس سال کی پست ترین سطح پر آ گیا۔ یہ کمی زیادہ تر اپریل اور مئی کے مہینوں میں درج کی گئی، جب آئل مارکیٹنگ کمپنیوں کی پیٹرولیم مصنوعات کی پست طلب کے پیش نظر کئی ایک ریفائنریوں نے اپنی پیداوار بہت دھیمی کر دی تھی۔[38] عالمی اور ملکی توانائی صنعت کے متعلقہ فریقوں کی رپورٹ کے مطابق لاک ڈاؤن کے نفاذ (مارچ کے آخر تک) کے باعث ٹرانسپورٹ ایندھن میں کی طلب میں اچانک کمی اور تیل کی عالمی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے چیلنجوں کے پیش نظر، تیل اور ایل این جی کی درآمدات کی منصوبہ بندی کو تھوڑا بہت دھیما یا مؤخر کر دیا گیا۔[39] چوتھی سہ ماہی کے دوران طلب میں بڑی حد تک کمی کے باعث م س20ء میں خام تیل کی درآمدات 40.4 فیصد کمی سے تین سال کی کم ترین سطح پر آ کر 2.7 ارب ڈالر رہ گئیں۔

دریں اثنا، م س 20ء کے پورے سال میں پیٹرولیم مصنوعات کی درآمدات 24.7 فیصد کم ہوئیں، جس کا سبب پست اکائی قیمتیں تھیں۔ وبا سے قبل تیل کی عالمی قیمتیں مخصوص حد میں تھیں، تاہم مارچ 2020ء سے طلب میں نمایاں کمی اور اوپیک اور روس کے درمیان تیل کی رسد کم کرنے پر اختلاف کے رد عمل میں تیل کی قیمتوں میں بہت کمی آئی۔[40] عالمی قیمتوں میں کمی پاکستان میں پیٹرولیم مصنوعات کی پست اکائی قیمتوں پر منتج ہوئی، جس سے درآمدی حجم میں اضافے کے اثرات زائل کرنے میں مدد ملی۔ م س 20ء میں پیٹرولیم مصنوعات کا مجموعی درآمدی حجم 4.9 فیصد بڑھا– جس کی بنیادی وجہ پیٹرول کی درآمدات میں 17.3 فیصد اضافہ ہے۔

وبا سے قبل پیٹرول کی طلب میں اضافہ ہوا، جس کے اسباب متبادل ایندھن (سی این جی) پر منتقلی اور سی این جی کی رسد میں عارضی تعطل (موسم سرما کے دوران) اور اس کے ساتھ ساتھ سی این جی اور پیٹرول کی قیمتوں میں بڑھتا ہوا فرق ہے۔[41] پست ملکی پیداوار کی صورت میں طلب کو درآمدات سے پورا کرنا پڑا۔[42] اس کے برعکس مجموعی تجارتی سرگرمیوں میں سست روی اور ہیوی وہیکل ٹرانسپورٹروں ایکسل لوڈ مینجمنٹ پالیسی سے اختلافات کے باعث ہائی اسپیڈ ڈیزل (ایچ ایس ڈی) کی طلب کم تھی (**باب 3**)؛ پست ملکی طلب سے ایچ ایس ڈی کی درآمدی طلب بھی کم ہو گئی۔ دیگر پیٹرولیم مصنوعات میں جولائی 2019ء کے بعد سے فرنس آئل کے ذریعے بجلی کی پیداوار پر پابندی عائد ہونے کے سبب اس ایندھن کو ملک میں درآمد نہیں کیا گیا۔

کووڈ19 کی وبا پھیلنے اور لاک ڈاؤن کے بعد ایندھن کی ملکی طلب میں بہت زیادہ کمی آئی، جبکہ تیل کی عالمی قیمتیں بھی کم ہو رہی ہیں۔ آئل مارکیٹنگ کمپنیوں اور ریفائنریوں نے اپنی خریداری کم کر دی، لیکن درآمدی معاہدوں اور بندرگاہوں پر ایندھن کی آمد میں 45-30 ایام کی تاخیر پیش نظر اس کا اثر مئی میں پست درآمدت سے منعکس ہوا۔ اُس وقت تک ٹرانسپورٹ ایندھن کی طلب میں کمی آخری حدود پر جا پہنچی اور لاک ڈاؤن کا اختتام ہو رہا تھا، جو جون میں درآمدی حجم کی بحالی پر منتج ہوا (**جدول 6.9**)۔ درحقیقت، آئل کمپنیز ایڈوائزری کمیٹی کے اعداد و شمار کے مطابق کم از کم جولائی 2013ء کے بعد سے امسال جون میں پیٹرول اور مئی 2018ء کے بعد سے ہائی اسپیڈ ڈیزل کی فروخت بلند ترین سطح پر رہی۔[43] مہینے کے دوران طلب میں بحالی سے نا صرف نقل و حرکت بلکہ سی این جی اور پیٹرول کی قیمتوں میں بڑھتے ہوئے اضافے کی بھی عکاسی ہوتی ہے: اگرچہ آخر مارچ تک سی این جی کی قیمت پیٹرول کے

[37] پاکستانی ریفائنریوں کی پیداوار میں فرنس آئل کا حصہ تقریباً 25 فیصد ہے (ماخذ: پاکستان انرجی ایئر بک 2018ء)۔

[38] درحقیقت اپریل 2020ء کے دوران اشیا سازی کے زمرے میں پیٹرولیم مصنوعات کی ماہانہ ملکی پیداوار جولائی 2005ء کے بعد سے پست ترین رہی، پست پیداواری سلسلہ میں اس کے بعد مئی 2020ء کا نمبر آتا ہے۔

[39] ایس اینڈ پی گلوبل پلیٹس کی 29 اپریل کی رپورٹ کے مطابق ایک آئل مارکیٹنگ کمپنی نے مارچ کے مہینے میں اپریل کے لیے پیٹرولیم مصنوعات کی اپنی حسب معمول ماہانہ 5 سے 6 کھیپوں کے آرڈر اپریل سے مؤخر کر کے مئی میں منتقل کر دیے اور اپریل کے سارے ٹینڈروں کو منسوخ کر دیا (source: https://www.spglobal.com/platts/en/market-insights/latest-news/oil/042920-pakistan-set-to-resume-oil-product-imports-in-may-as-lockdown-measures-ease-traders) امکان ہے کہ دیگر آئل مارکیٹنگ کمپنیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

[40] جولائی تا فروری مالی سال 20ء کے دوران عرب لائٹ آئل کی قیمتوں میں اوسطاً 8.6 فیصد سال بسال کمی آئی، قبل ازیں مارچ تا جون 2020ء کے دوران 24.1 فیصد کی بڑی تخفیف ہوئی تھی۔ طلبی (لاک ڈاؤن) اور رسدی (سعودی عرب کی طرف سے رسد میں عارضی اضافہ اور عرب لائٹ اور دبئی فتح اقسام کی قیمتوں میں کمی) دونوں طرح کے مسائل اس کمی کے ذمہ دار تھے۔

[41] جولائی تا مارچ مالی سال 20ء میں سی این جی کی قیمت پیٹرول سے اوسطاً 14.7 روپے زیادہ رہی۔ یہ حجم گذشتہ برس 5.1 روپے کے مقابلے میں تین گنا ہے۔

[42] م س20ء میں پیٹرول کی ملکی پیداوار میں 13.0 فیصد کمی آئی۔

[43] صنعتی نمائندگان نے جون میں پیٹرول کی طلب میں اضافے کو ہوائی جہازوں کی پروازیں، ریلوے اور مسافر بسیں بند ہونے کی وجہ سے مسافر گاڑیوں کے طویل فاصلے کی مسافتیں کرنے اور ملکی قیمتوں میں بڑے اتار چڑھاؤ کے پیش نظر صارفین کی جانب سے اپنے فیول ٹینکس لبالب بھر رکھنے سے بھی منسوب کیا۔

جدول 6.8: پاکستان کے بڑے درآمدی اجزا

(ملین ڈالر)

اجزا	م س19ء	م س20ء	مطلق تبدیلی	مقداری اثر	قیمت کا اثر
توانائی گروپ	**14,441.4**	**10,411.5**	**-4,029.9**	-	-
پیٹرولیم مصنوعات	6,283.9	4,732.8	-1,551.0	310.8	-1,861.9
خام تیل	4,570.6	2,722.0	-1,848.5	-1,190.6	-658.0
ایل این جی	3,336.5	2,662.2	-674.3	-32.5	-706.8
زراعت اور کیمیائی اجزا	**8,754.6**	**7,353.7**	**-1,400.9**	-	-
کھاد	798.7	568.9	-229.8	-104.0	-125.8
دیگر کیمیائی اجزا	4,452.0	3,694.4	-757.5	-	-
ٹرانسپورٹ گروپ	**3,085.9**	**1,545.9**	**-1,539.9**	-	-
کاریں	1,040.3	577.1	-463.2	-	-
طیارے اور بحری جہاز	694.0	251.0	-443.1	-	-
دھاتی گروپ	**4,973.9**	**4,057.6**	**-916.3**	-	-
فولادی اسکریپ	1,461.0	1,522.0	60.9	-204.4	265.4
لوہا اور فولاد	2,229.2	1,538.0	-691.2	-577.2	-114.0
غذائی گروپ	**5,668.0**	**5,424.0**	**-244.0**	-	-
چائے پتی	571.7	532.8	-38.9	-3.6	-35.3
پام آئل	1,844.6	1,841.5	-3.1	-103.6	100.5
دالیں	506.0	614.6	108.6	121.5	-12.9
ٹیکسٹائلز گروپ	**3,221.4**	**2,529.5**	**-691.9**	-	-
خام کپاس	767.5	880.1	112.6	225.0	-112.4
دیگر ٹیکسٹائل اجزا	997.8	549.6	-448.2	-	-
مشینری گروپ	**8,921.7**	**8,787.2**	**-134.6**	-	-
بجلی کے جنریٹر	1,262.6	1,372.9	110.3	-	-
برقی	1,777.6	2,251.3	473.7	-	-
موبائل فون	755.5	1,369.9	481.1	-	-
دیگر مشینری	3,185.0	2,201.9	-983.1	-	-
تمام دیگر اجزا	**5,696.1**	**4,443.6**	**-1,252.5**	-	-
جس میں کوئلہ	1,511.3	1,288.7	-222.6	70.9	-293.5
کُل درآمدات	**54,763.0**	**44,552.9**	**-10,210.1**	-	-

اعداد و شمار کا ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

مقابلے میں 21 روپے زائد تھی، تاہم آخر جون تک یہ فرق دگنے سے بھی زیادہ یعنی تقریباً 49 روپے تک جا پہنچا۔

دریں اثنا، سال کے دوران ملک میں بجلی کی پیداوار کے ایندھن میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی، جو اس کی درآمدی طلب کے اجزائے ترکیبی میں تبدیلی کا باعث بنی۔ بالخصوص کوئلے کی درآمدات میں اضافہ ہوا، جبکہ ایل این جی کی خریداری رک گئی، کیونکہ کوئلہ ایل این جی کے متبادل کے طور پر ملک میں بجلی کی پیداوار کا دوسرا بڑا ایندھن بن گیا (**جدول 6.10**)۔[44] یہ تبدیلی سال کی پہلی سہ ماہی میں سی پیک کے دو بڑے بجلی منصوبے – حب میں 1320 میگاواٹ اور تھر میں 660 میگاواٹ کے پلانٹ – مکمل ہونے کی وجہ آئی، جبکہ

[44] م س20ء میں کوئلے کا درآمدی 4.7 حجم فیصد بڑھا، جبکہ سال کے دوران ایل این جی کے درآمدی حجم کی نمو 1.0 فیصد پر جامد رہی، جو م س19ء میں 17.7 فیصد بڑھی تھی۔ چوتھی سہ ماہی میں ایل این جی کے درآمدی حجم میں 50.7 فیصد کی سال بسال نمایاں کمی آئی۔ دریں اثنا، ملک میں فرنس آئل سال کے صرف ایک مہینے (جولائی 2019ء) میں درآمد کیا گیا۔

جدول 6.9: م س 20ء میں پیٹرولیم مصنوعات کی درآمدات اور فروخت میں (سال بسال) نمو

فیصدی تبدیلی	جولائی تا فروری		مارچ تا مئی		جون		جولائی تا جون	
	فروخت	درآمدات	فروخت	درآمدات	فروخت	درآمدات	فروخت	درآمدات
پیٹرول	1.7	23.7	-17.0	3.3	19.5	12.5	-1.8	17.3
ہائی اسپیڈ ڈیزل	-13.9	-6.5	-16.8	-5.6	61.5	65.1	-9.8	-0.4
فرنس آئل	-22.4	-92.4	-54.0	-100.0	-38.5	-100.0	-32.1	-94.9
پیٹرولیم مصنوعات	**-9.4**	**4.6**	**-25.7**	**-1.4**	**16.4**	**21.7**	**-11.7**	**4.9**
مصنوعات علاوہ از فرنس آئل	-6.7	12.3	-19.7	1.9	31.8	42.2	-7.3	12.6

اعداد و شمار کے ماخذ: پاکستان دفتر شماریات اور او سی اے سی

سال شروع ہونے سے چند ہفتے قبل ساہیوال میں کوئلے سے بجلی بنانے کا ایک اور درآمدی پلانٹ بھی فعال ہو چکا تھا۔[45] نتیجتاً، نیپرا کے ضمنی اعداد و شمار کے مطابق م س 20ء میں کوئلے سے بجلی کی پیداوار میں 56.7 فیصد اضافہ ہوا۔ مزید برآں، پانی کی معقول دستیابی اور پن بجلی گھروں کے مؤثر انتظام کے سبب سال کے دوران پن بجلی کی پیداوار 19.6 فیصد بڑھ کر بلند ترین سطح تک جا پہنچی۔[46] سال کے دوران ایل این جی اور فرنس آئل کی پست درآمد میں ان دو عوامل نے کردار ادا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عالمی قیمتوں میں کمی نے ایل این جی اور کوئلے کی درآمدی مالیتوں کو مزید کم کر دیا۔[47]

غیر توانائی درآمدات

مالی سال 20ء میں ملک میں غیر توانائی درآمدات 15.3 فیصد کم ہو کر 34.1 ارب ڈالر رہ گئیں – پانچ سال کی پست ترین سطح۔ بیشتر غیر توانائی درآمدات سارا سال کم ہوتی رہیں (**شکل 6.20**)، اور توانائی درآمدات کے برعکس تین سہ ماہیوں کی بہ نسبت چوتھی سہ ماہی کے دوران اس میں بہت زیادہ کمی نہیں آئی۔ درآمدات سے متعلق شعبوں، جیسے گاڑیاں، تعمیرات (دھاتی)، اور عمومی استعمال کی صنعتی اشیا (پلاسٹک اور کیمیکلز) میں خاصی کمی درج کی گئی، جو کووڈ 19 سے قبل بالخصوص معاشی استحکام اور ضوابطی اقدامات کے باعث شدید متاثر ہوئے تھے۔ چند اشیا کے حوالے سے گذشتہ برس کے ذخیرے اور م س 20ء میں ملکی پیداوار بڑھنے سے درآمدات کی طلب پست ہو گئی۔

برقی اور بجلی کی پیداواری مشینری اس وسیع البنیاد درآمدی کمی سے مستثنیٰ ہیں، جن کی درآمدات میں سی پیک کے تحت قابل تجدید توانائی کے چند منصوبوں پر کام کے باعث اضافہ ہوا۔[48] م س 19ء کی بہ نسبت موبائل فون کی درآمدات تقریباً دگنی ہو کر بلند ترین سطح تک جا پہنچیں، گو کہ اس اضافے کا بیشتر حصہ موبائل فون کی مشکوک کی بجائے رسمی ذرائع سے درآمدات پر مشتمل ہونے کا عکاس ہے۔[49]

سال کے دوران گاڑیوں کی ملکی پیداوار میں 26.5 فیصد کمی سے ٹرانسپورٹ گروپ کی درآمدات 11 سال کی کم ترین سطح پر آ گئیں (**باب 2**)، کیونکہ پست فروخت نے اس صنعت کی خام مال کی، بشمول الگ الگ پرزوں کی شکل میں، طلب کم کر دی تھی۔ م س 19ء میں متعارف کرائی جانے والی گفٹ اور بیگیج اسکیموں کے ذریعے کار کے مکمل ساختہ یونٹس کی درآمدات پر پابندی کا تسلسل م س 20ء میں درآمدات میں کمی کا سبب بنا۔[50] گذشتہ برس بھی ٹرانسپورٹ کی درآمدات میں 429 ملین ڈالر مالیت کے زیر آب کھدائی کے پلیٹ فارم کی یکبارگی خریداری کی وجہ سے اضافہ ہوا، جو درآمدات کے لیے بلند اساسی اثر پر منتج ہوا۔

گاڑیوں کے زمرے کی گراوٹ فولادی مصنوعات اور جیسے اسٹیل اسٹرپس کی پست طلب کا باعث بنی۔ سال کے دوران ملکی فولادی پیداوار 17.4 فیصد کم ہونے کے باوجود بلند درآمدات کا باعث نہیں بنی۔ آخراً، ستمبر 2019ء میں چند

[45] ماخذ: http://cpec.gov.pk/energy

[46] ماخذ: واپڈا پریس ریلیز بتاریخ 30 جون، 2020ء

[47] م س 20ء میں پاکستان کی ایل این جی درآمدات کی اکائی قیمتوں میں 21.0 فیصد سال بسال کمی ہوئی، جبکہ کوئلے کی اکائی قیمتوں میں 18.5 فیصد کمی آئی۔

[48] سی پیک کے پن بجلی کے جو چند منصوبے فی الوقت زیر تعمیر ہیں، ان میں سوکی کناری (خیبر پختونخوا) اور کاروٹ (دریائے جہلم) اسٹیشن شامل ہیں۔ (ماخذ: http://cpec.gov.pk/energy)

[49] ایک اور مددگار عامل م س 19ء کے بجٹ میں فون کی کمرشل درآمدات پر عائد 3 فیصد قدر اضافی (ویلیو ایڈڈ) ٹیکس کا خاتمہ تھا، جس سے درآمدی ہینڈ سیٹ کی لاگت کم ہو گئی۔

[50] ان پابندیوں کی تفصیلات کے لیے پاکستانی معاشی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 19 دیکھیے۔

جدول 6.10: پاکستان میں بجلی کی پیداوار بلحاظِ ایندھن

	م س19ء	م س20ء
پن بجلی	26.3	31.8
کوئلہ	13.3	21.0
ایل این جی	23.0	19.6
گیس (پائپ میں)	17.9	12.4
فرنس آئل	7.4	3.4
دیگر	12.0	11.9
بجلی کی مجموعی پیداواری نمو (فیصد)	1.7	-0.8

اعداد و شمار کا ماخذ: نیپرا

روسی اور کینیڈین فولادی مصنوعات پر اینٹی ڈمپنگ ڈیوٹی عائد ہونے سے بھی تیار مصنوعات کی درآمدات قابو میں آئیں۔ فولادی مصنوعات کی پست درآمدات کے باعث م س20ء میں دھاتوں کی درآمدات پانچ سال کی کم ترین سطح پر آ گئیں۔ دریں اثنا، غذائی درآمدات 4.3 فیصد کم ہو کر چار سال کی کم ترین سطح پر آ گئیں، اس کی بنیادی وجہ گذشتہ برس قیمتیں پست ہونے باعث خوردنی تیل کی صنعت کی جانب سے خام مال اور تیار مصنوعات کے ذخیرے مجتمع کرنا معلوم ہوتی ہے۔ م س20ء کے دوران بالعموم تیل کے بیج کے ہمراہ سویابین اور پام آئل کے درآمدی حجم میں کمی آئی، جس کی ایک وجہ عالمی قیمتوں کی بحالی ہے[51]، اور دوسری خوردنی تیل کی ملکی پیداوار میں اضافہ ہے۔[52] سویابین بیج کے درآمدی حجم میں کمی پست غذائی درآمدات کا سب سے بڑا عامل ہے۔ اس کے برخلاف خوردنی تیل کا درآمدی حجم 24 فیصد بڑھ گیا، اس میں سب سے زیادہ اضافہ م س20ء کی دوسری ششماہی میں ہوا۔ کووڈ 19 کی وبا پھیلنے کے تناظر میں بلاتعطل ملکی رسد یقینی بنانے کی غرض سے پاکستانی درآمد

شکل 6.20: م س20ء کے دوران اہم غیر توانائی درآمدات میں سال بسال فرق

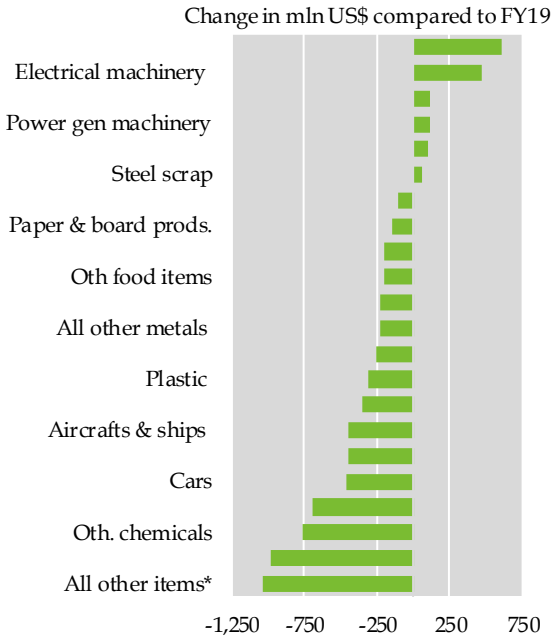

*excluding coal
Source: Pakistan Bureau of Statistics

کنندگان کی جانب سے خام مال کا ذخیرہ کیے جانے کا امکان تھا، تاہم دیگر بڑے درآمد کنندگان (جیسے بھارت، انڈونیشیا وغیرہ) بھی عالمی منڈی میں موجود تھے، جس کے باعث عالمی قیمتوں میں اضافہ ہوا اور بعدازاں، پاکستانی درآمدات کی اکائی قیمتیں بھی بڑھیں۔[53] نتیجتاً، م س20ء میں دالوں کی درآمدی مالیت 21.5 فیصد بڑھ کر تین سال کی بلند ترین سطح یعنی 614.6 ملین ڈالر تک جا پہنچی۔

[51] م س19ء پام آئل کی عالمی قیمتیں اوسطاً 18.6 فیصد سال بسال کم ہوئی تھیں، جبکہ سویابین آئل کی قیمتیں 11.6 فیصد سکڑ گئی تھیں۔ م س20ء میں یہ قیمتیں اوسطاً بالترتیب 11.5 فیصد اور 2.6 فیصد بڑھ گئیں۔

[52] م س20ء میں تیل کی ملکی پیداوار 9.0 فیصد بڑھ گئی۔ تیل کے چند بیجوں جیسے سرسوں اور کینولا کے بیج کی مقامی پیداوار بھی گذشتہ سال کے مقابلے میں بڑھ گئی (ماخذ: پاکستان کا اقتصادی سروے 20-2019ء)۔

[53] تیسری سہ ماہی میں پاکستان کی دالوں کی درآمدات 3.3 فیصد سال بسال بڑھ گئیں، اور چوتھی سہ ماہی میں 234.9 فیصد کا قوی اضافہ ہوا۔

باب 7: پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں

پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کا نفوذ اور مالیات تک رسائی کی کیفیت ابھرتی ہوئی منڈیوں میں بہت پست ہے جس میں طلب اور رسد کی مستقل دشواریاں ہیں۔ 1990ء کی دہائی میں کی جانے والی جامع اصلاحات ، جن کا مقصد مالی جبر سے نمٹنا اور قرضے کے استعمال کو منڈی کی طاقتوں پر چھوڑنا تھا ، مالی شعبے کی استعداد اور اس کی مجموعی صحت بڑھانے میں کامیاب ثابت ہوئیں ، تاہم ملکی قرضہ منڈی میں اس کے فوائد محدود رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کریڈٹ رجسٹریوں اور نجی کریڈٹ بیورو کی عدم موجودگی میں منڈی کی ناکامیوں (غیر متشکل معلومات) کے باعث کمرشل بینک معیشت کے نیم محروم طبقے کو قرض دینے سے گریز کرنے لگے۔ حکومت کی جانب سے قرضے کی بلند طلب نے خطرے سے اس گریز کو مزید تقویت دی ، جس نے پست بچت اور کمزور مالی شمولیت کی موجودگی میں بینکاری تفاوت میں اضافے کے لیے دباؤ ڈالا اور نجی شعبے کو باہر کردیا۔ خصوصی اداروں میں موزوں مصنوعات کی کمی اور بالآخر ان کے نظام سے باہر ہوجانے نے بھی اس ضمن میں کردار ادا کیا۔ تاہم ، مستقبل میں سستی مکاناتی مالکاری سے متعلق مسائل کے حل ؛ لین دین کی محفوظ رجسٹری کی تشکیل ؛ نجی کریڈٹ بیورو کے قیام ؛ اور ڈجیٹل مالی اور خردہ خدمات کے بڑھتے ہوئے استعمال کو تقویت دینے کے لیے حکومت اور اسٹیٹ بینک کی مربوط کوششیں ، پاکستان کی معیشت میں قرضے کے نفوذ اور پاکستان میں مالیات تک مجموعی رسائی میں خاطر خواہ اضافہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

7 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں [1]

7.1 تعارف

مالی شعبے کے نمو بڑھانے والے کردار کا نظری اور تجربی بنیادوں پر وسیع پیمانے پر جائزہ لیا اور تسلیم کیا گیا ہے۔ خالص نظری اعتبار سے، مؤثر مالی نظام اقتصادی نمو کو مندرجہ ذیل طریقوں سے متاثر کرتا ہے: (i) متنوع گھرانوں کی بچت کو سرمایہ کاری کی راہ دکھانا؛ (ii) ان منصوبوں کے لیے وسائل مختص کرنا جن میں سرمایہ کاری سے اضافی پیداوار ہوتی ہو؛ (iii) زیادہ نفع آور لیکن غیر سیال منصوبوں کے حامل انفرادی سرمایہ کاروں کو سیالیت کی فراہمی؛ (iv) سرمایہ کاروں کی بچت کو بہت سے متنوع سرمایہ کاری مواقع تک پھیلاتے ہوئے، تخفیفِ خطر؛ اور (v) تکنیکی جدت کا فروغ۔

چنانچہ، گھرانوں اور فرموں کو دستیاب سرمائے کی تشکیل کے مناسب مواقع کے پیش نظر، مالی شمولیت اور کھپت کے مابین منفی ربط (مختلف ممالک میں) حیران کُن امر نہیں ہے (**شکل 7.1**)۔[2]

مالی شمولیت اور معیشت کی غیر رسمیت کی سطح کے مابین ایسا ہی تعلق پایا جاتا ہے، کیونکہ بچت / مالکاری کے مقاصد کے لیے رسمی واسطوں (چینلز) کے استعمال میں اضافہ، کاروباری اداروں اور گھرانوں کو ممکنہ طور پر دستاویزیت کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ مزید یہ کہ، مالی شمولیت اور معیشت کی برآمدی سمت بندی کے مابین ایک مثبت ربط دیکھا گیا ہے، کیونکہ کاروباری ادارے اختراعات اور پیداواریت کے محاذوں پر نفع آوری کے لیے بیرونی فنڈنگ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ، اور اس کے ساتھ بڑے ترقی یافتہ کاروباری اداروں اور چھوٹی فرموں کے مابین پیمانے، دائرہ کار اور نمو کے فرق میں کمی، ملک کے مجموعی مسابقتی ماحول کو بہتر بنانے کا باعث بنے گی۔

شکل 7.1: مالی شمولیت اور دیگر کلی معاشی متغیرات کے درمیان بین الملکی تعلق

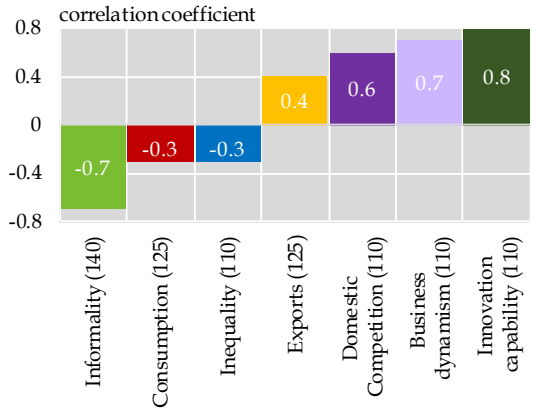

Note: Bracket values indicate number of countries for which comparable data was available; all data is average for 2011-14 to match the availability of financial inclusion index numbers, except for competitiveness indicators, for which 2018 data was used.
Source: see Footnote 2

ان تمام محاذوں پر بہتری ہی پھر پائیدار اقتصادی ترقی اور نمو کی طرف لے جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، لیوائن اور زیروووس (1998ء) بتاتے ہیں کہ ایک ترقی یافتہ بینکاری شعبہ، جس کا اظہار نجی شعبے کو بینک کے قرض کے بلند تناسب (جی ڈی پی کے فیصد کے طور پر) سے ہوتا ہے، معاصر اور مستقبل کی طویل مدتی اقتصادی نمو کی مضبوط علامت ہے؛[3] درحقیقت، مختلف ممالک کا ڈیٹا اس خیال کو تقویت دیتا ہے (**شکل 7.2**)۔

---

[1] مصنفین اس باب کی تیاری میں طلحہ ندیم کے زبردست تعاون کے لیے شکر گزار ہیں۔ تکنیکی معلومات اور قیمتی آراء فراہم کرنے پر مصنفین اسٹیٹ بینک کے ترقیاتی مالیات گروپ کی کاوشوں کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔

[2] گراف کے لیے اعداد و شمار کے مآخذات: پارک، سی، اور آروی مرکیڈو جونئیر کی جانب سے اشاریہ مالی شمولیت (2018ء)۔ مالی شمولیت: نئی پیمائش اور بین الملکی اثرات کا تجزیہ۔ ڈی پی اکنامکس ورکنگ پیپر سیریز، نمبر 539۔ منیلا: ایشیائی ترقیاتی بینک؛ ماند (shadow) معیشتوں کی تعداد، میڈینا، ایل، اور ایف شنیڈر (2019ء)۔ ماند معیشت پر روشنی ڈالنا: ایک عالمی ڈیٹا بیس اور ایک سرکاری ڈیٹا بیس سے انٹرایکشن۔ سی ای ایس آئی ایف اوورکنگ پیپرز، نمبر 7981۔ میونخ: مرکزِ اقتصادی مطالعہ اور آئی ایف او انسٹیٹیوٹ۔ ڈبلیو ای ایف عالمی مسابقت کی درجہ بندی (2018ء) کی جانب سے ملکی مسابقت، کاروباری حرکیات اور جدت طرازی کی صلاحیت کے اعداد و شمار؛ عالمی بینک کے اوپن ڈیٹا سے جی ڈی پی تناسب اور جی آئی این آئی انڈیکس نمبر کی کھپت۔

[3] لیوائن، آر، اور ایس، زیروووس (1998ء)۔ اسٹاک مارکیٹیں، بینک اور اقتصادی نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 537 تا 558۔

مزید برآں، ہمیں لٹریچر میں اس امر کا بھی کافی ثبوت ملتا ہے جو مالی ترقی اور مجموعی عاملی پیداواری صلاحیت (ٹی ایف پی) کی نمو میں اضافے کے مابین مضبوط ربط کو تقویت دیتا ہے؛ تاہم، اس رجحان کی مزید باریک بینی سے جانچ نے ثابت کیا کہ اس تعلق کا اطلاق صرف درمیانی آمدنی والے اور ترقی یافتہ ممالک پر ہوتا تھا۔ کم آمدنی والے ممالک میں، مالی ترقی بنیادی طور پر اس کی بجائے سرمایہ جمع کرنے کو فروغ دینے کا رجحان رکھتی ہے، اور یہی واسطہ ہے جس سے نمو کو تحریک ملتی ہے، نہ کہ ٹی ایف پی فوائد کے ذریعے۔[4]

شکل 7.2: نجی شعبے کے قرضے اور اقتصادی نمو کے درمیان تعلق (19-2010ء)

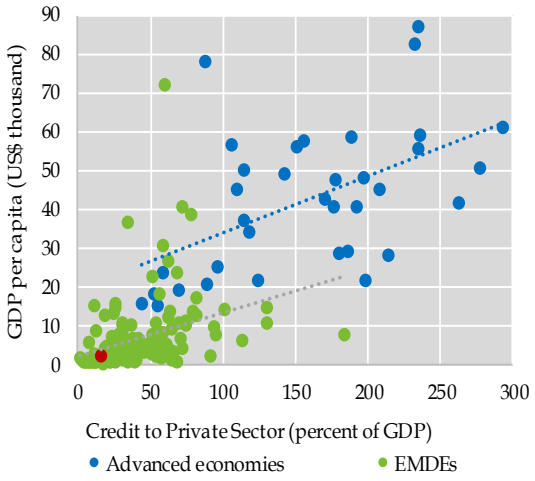

Based on 173 AEs and EMDEs.
Red dot denotes Pakistan
Source: World Bank

جب پاکستان کی بات کی جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وسائل مختص کرنے اور جمع کرنے کے لحاظ سے مالی شعبے کا ثالثی کردار، بالخصوص گذشتہ چند عشروں کے دوران، خاصا محدود رہا۔ اس کے برعکس، اس عرصے میں دیگر ابھرتی ہوئی منڈیاں اور ترقی پذیر معیشتیں اس ثالثی کردار سے خاصا استفادہ کرچکی ہیں۔ جیسا کہ **شکل 7.3** میں دکھایا گیا ہے، جی ڈی پی اور نجی شعبے کے قرضے اور جی ڈی پی کے تناسب کی پیمائش کے لحاظ سے پاکستان میں قرضے کا مجموعی نفوذ ان منڈیوں میں انتہائی پست ہے، اور گذشتہ 3 دہائیوں کے دوران مطلق لحاظ سے حقیقتاً سکڑ گیا ہے۔ یہ بالخصوص پریشان کن دکھائی دیتا ہے، کیونکہ دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں اسی مدت کے دوران گھرانوں اور فرموں نے استعمال اور سرمایہ کاری کے مقاصد کے لیے جی ڈی پی کے 10 تا 20 فیصد تک بینک کریڈٹ پر انحصار میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم پاکستان میں قرضے کے کمزور نفوذ کی وجہ مجموعی پست کُلی معاشی کارکردگی کو قرار دیں، جس نے مجموعی مالکاری ضروریات کو دبا دیا ہو تو، مالیات تک رسائی کی نمائندگی کرنے والے اظہاریے مزید گہری تشویش ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ **شکل 7.4** سے واضح ہوتا ہے، معیشت میں اب بھی بینکوں اور فرموں کے مابین کمزور اور فاصلاتی تعلق موجود ہے، کیونکہ بیشتر کاروبار، خاص طور پر خرد (مائکرو)، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے جاری سرمائے اور سرمایہ جاتی اخراجات کی ضروریات کے لیے داخلی مالیات پر انحصار کرتے ہیں (کیونکہ اکثر ان کاروباری اداروں کے پاس ضمانت کی کمی ہوتی ہے یا ان کے پاس مالی دستاویزات / کاروباری نفع کی دستاویزات نہیں ہوتیں) جبکہ بینک محض مٹھی بھر فرموں اور کاروباری افراد کی مالکاری ضروریات کو ہی پورا کرتے ہیں۔

سرمایہ جمع کرنے، پیداواریت اور مجموعی نمو پر زیادہ گہرے اثرات کے علاوہ، مالیات تک ناکافی رسائی کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ یہ بینکاری سہولتوں سے محروم شعبوں اور فرموں تک پالیسی رسائی کو ممکنہ طور پر کمزور کرسکتی ہے، بالخصوص مندی اور / یا بحران کے وقت۔ مثال کے طور پر، کووڈ19 اور منسلکہ تحدیدی اقدامات سے متاثرہ تقریباً تمام ممالک میں بینکاری نظام کاروباری اداروں کے لیے رسد پر مرکوز حکومتی معاونت کا ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے۔ ادائیگی کے التوا کے پروگرام، مارک اپ سبسڈیز اور نجی قرض گاری کے لیے سرمائے کی ضوابطی پابندیوں میں نرمی کا مقصد فرموں کے لیے قرضوں کی شرائط میں آسانی اور ان کی نقد رقوم سے متعلق رکاوٹوں کا حل ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ سیالیت کا ممکنہ مسئلہ ادائیگی قرض کے بحران میں نہ بدل جائے۔

[4] ایک بڑھتا ہوا تجربی لٹریچر موجود ہے جو معیشت میں مالی نمو کے تعلق کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، براہ مہربانی دیکھیے: لیوائن، آر، اور ایس، زیروووس (1998ء)۔ اسٹاک مارکیٹیں، بینک اور اقتصادی نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 537 تا 558؛ راجن، آر جی، اور ایل، زنگیلز (1998ء)۔ مالی انحصار اور نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 559 تا 586؛ ڈیمرگچ کنٹ، اے، اور وی، میکسموچ (1999ء) مالی رکاوٹیں، رقوم کا استعمال اور مستحکم نمو: ایک بین الاقوامی موازنہ۔ عالمی بینک؛ بیک، ٹی، لیوائن، آر، اور این، لوئیزا (2000ء)۔ مالیات اور نمو کے ذرائع۔ جرنل آف فنانشل اکنامکس، 58 (1 تا 2)، 261 تا 300؛ اور ریوجہ، ایف، اور این، والیو (2004ء)۔ اقتصادی ترقی اقتصادی تقاضے کے مختلف مراحل پر مالیات اور نمو کے ذرائع، 42 (1)، 127 تا 140۔ حالیہ لٹریچر یہ بھی واضح کرتا ہے کہ قرضے اور اقتصادی نمو کے مابین ایک غیر خطی اور معکوس u-shaped تعلق موجود ہے کیونکہ نجی قرضہ ایک خاص حد سے بڑھ جاتا ہے۔ لاء، ایس ایچ، اور این، سنگھ (2014ء)۔ کیا بہت زیادہ مالی اعانت اقتصادی نمو کو نقصان پہنچاتی ہے؟ جرنل آف بینکنگ اینڈ فنانس، 41، 36 تا 44۔

شکل 7.3: منتخب ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے مقابلے میں مختلف دہائیوں میں پاکستان کی قرضہ تا جی ڈی پی شرح

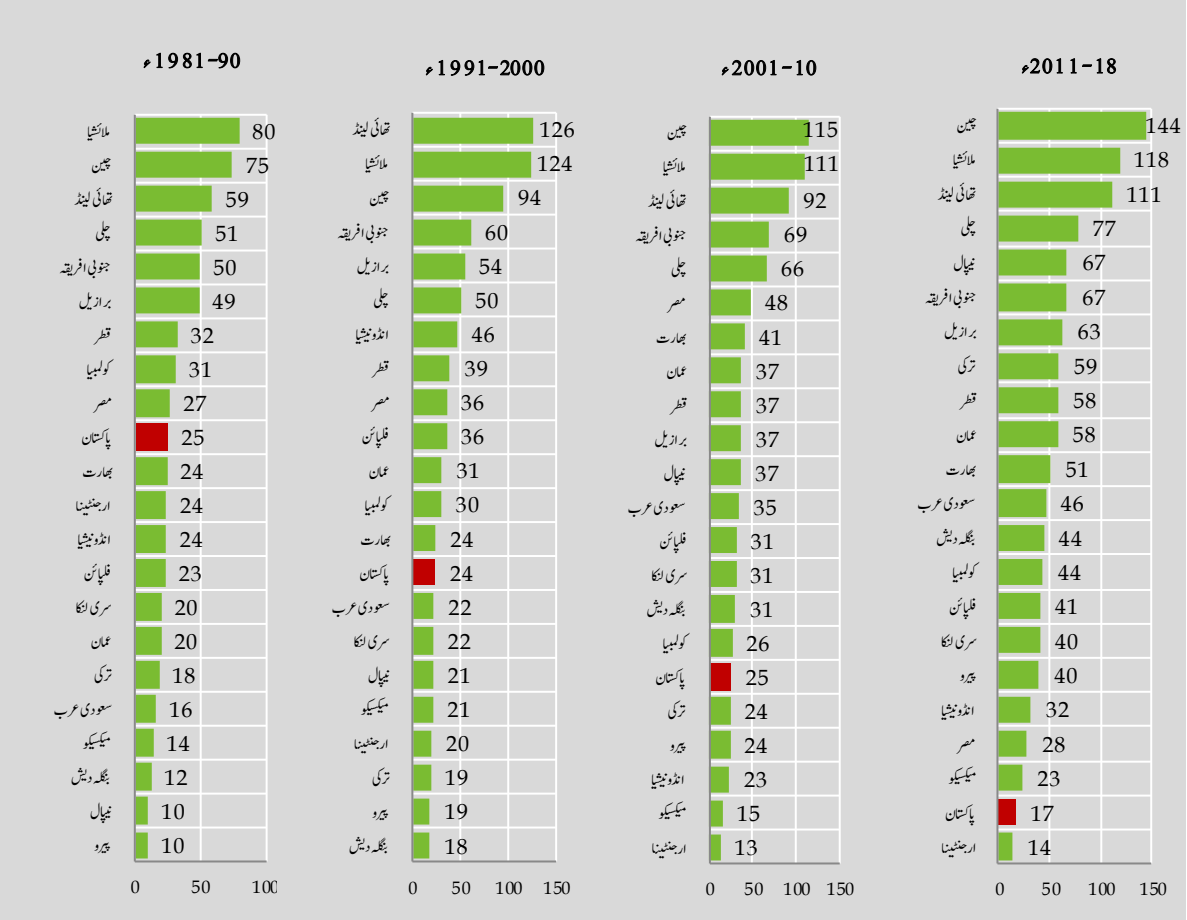

Source: World Development Indicators, World Bank

تاہم، اس ٹول کٹ تک مناسب رسائی اور تاثیر معیشت میں قرضے کے مضبوط نفوذ نیز بینک اور فرم کے مابین قریبی تعلق کی ضمانت دیتی ہے۔ اس محاذ پر پیچھے رہ جانے والے ممالک کو بحالی کی کوششوں کو وسیع کرنے میں مشکلات پیش آنے کا امکان ہوتا ہے، کیونکہ کسی بحران کے درمیان بینکوں سے تازہ تعلقات کی استواری کی توقع کرنا درست نہیں۔ اس تناظر میں، جبکہ پاکستان میں مالیات اور نمو کا ربط پہلے ہی کمزور تھا، کووڈ 19 نے اس چیلنج کو اور بڑھا دیا ہے کیونکہ اس نے بہت سارے کاروباری اداروں، خصوصاً غیر رسمی معیشت میں کام کرنے والوں کے لیے سیالیت کے حوالے سے شدید خدشات کو ہوا دی ہے۔

اس باب میں نجی قرضے اور سرمایہ کاری کی پست صورتِ حال اور پاکستان کی معیشت میں مالیات تک مجموعی طور پر کمزور رسائی کی وجوہات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص، ان عوامل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جنھوں نے ایک فعال قرضہ منڈی کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی حالانکہ اس نے صنعت کاری کے ابتدائی چند عشروں میں کافی معقول آغاز کیا تھا۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں مالی شعبے میں اصلاحات، جن کا مقصد ہر طرح کے مالی جبر کو ختم کر کے مارکیٹ کو ڈی ریگولیٹ اور آزاد کرنا اور بینکاری اثاثوں کی تقسیم کو منڈی کی قوتوں پر چھوڑنا تھا، کے بعد ہونے والی خلافِ قیاس کمزوری کے تناظر میں قرضے کے نفوذ کی حالت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ نتائج کو چار جہتوں کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے:

شکل 7.4: پاکستان میں مالیات تک رسائی کی صورتِ حال

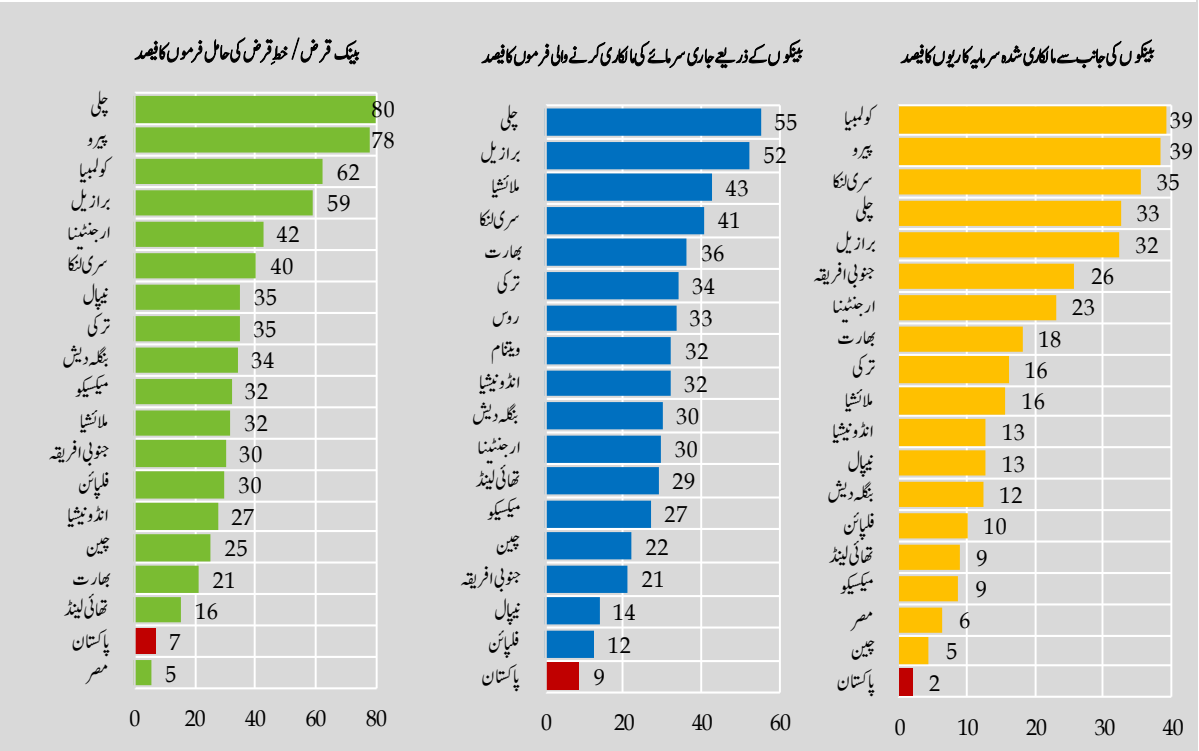

Source: World Enterprise Survey (latest available for each country). In case of Pakistan, business owners and top managers in 1,247 firms were interviewed from May, 2013 through May, 2015.

اوّل، پاکستان کی طرح کی غیر رسمی اور بچت سے محروم کسی معیشت میں، مالی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے دانستہ طور پر ایک مضبوط قدم اٹھانا ناگزیر تھا۔ تاہم، دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے رجحان کی مانند، اسے اصلاحات کے ڈیزائن میں کافی بعد تک زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ دوم، قرضہ منڈی کی ناکامیوں کو دور کرنے کی کوششیں ناکافی ثابت ہوئیں اور سرمائے کے شدید تقاضوں کے ساتھ، نیز خرد، چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کو قرضہ دینے کی ترغیب کے بے ربط طریقہ کار کے نتیجے میں معیشت کے بینکاری سہولتوں سے محروم اور نیم محروم طبقات پسماندہ رہ گئے۔ سوم، قرض کی معافی اور غیر عدالتی قرقیوں کے گرد مستقل غیر یقینی صورت حال کے باعث بینکوں میں خطرے سے گریز بڑھتا گیا۔ رہن، جو ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے قرضے کے جزدان کے تقریباً ایک تہائی حصے پر مشتمل ہوتا ہے، سے بالخصوص پہلو تہی کی گئی، کیونکہ یہ شعبہ اراضی کے رسد سے متعلق اضافی خدشات کے مسائل جیسے حقِ ملکیت / رجسٹری، اراضی کا انتظام، وغیرہ سے نبرد آزما تھا۔ چہارم، مالیاتی اور ملکی قرضے کی منڈی میں نامکمل اصلاحات کا بھی بڑا حصہ تھا: حکومتی تمسکات کی شکل میں صفر یہ وزن خطر والے اثاثوں کی خاصی رسد قرض گاری کے جزدان میں تنوع اور توسیع کے لیے بینکوں کی عدم آمادگی کی وضاحت کرتی ہے۔

اس باب کے آخر میں، ہم نے قرضہ منڈی میں حالیہ پیشرفتوں کی نشاندہی کی ہے جو ملک میں قرضے کے نفوذ میں نمایاں اضافے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بالخصوص، ہم نے محفوظ لین دین کی رجسٹری (سیکیورڈ ٹرانزیکشن رجسٹری) کے قیام پر روشنی ڈالی ہے، جس سے بینکوں کو خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کے منقولہ اثاثوں پر چارج عائد کرنے میں مدد ملے گی۔ اس سے خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت استعمال کرتے ہوئے کمرشل بینکوں سے قرضے حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ نجی شعبے میں دو کریڈٹ بیورو کو لائسنس دینے کے علاوہ، اس

سے ان کاروباری اداروں کی جانب سے قرضے کے حصول میں رسد کی بڑی رکاوٹوں کو دور کرنے میں نمایاں مدد مل سکتی ہے۔ مزید برآں، پست لاگت والے مکاناتی مالکاری پر از سرِ نو توجہ رہن (مورگیجز) کی رفتار بڑھا سکتی ہے، خاص طور پر اس لیے کہ ضوابط اور اراضی کے استحقاق سے لے کر بلڈروں اور ڈویلپروں کی حوصلہ افزائی کرنے تک، رسد کی مکمل کی بحالی کے لیے حکومتی کوششوں کے ذریعے اس کی تکمیل کی جارہی ہے۔ آخراً، ڈجیٹل کنکٹی وٹی اور ادائیگی کے انفراسٹرکچر میں کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ڈجیٹل مالی خدمات کا بڑھتا ہوا استعمال مالی شمولیت کو کافی طاقت فراہم کر سکتا ہے۔ خاص طور پر، معیشت کے نیم محروم طبقے، جن کے حوالے سے قرض کی اہلیت اور بینکنگ ہسٹری سے متعلق اعداد و شمار کی کمی ہے، کو ای کامرس، فن ٹیک اور موبائل والٹ کے بڑھتے ہوئے نفوذ سے بہت زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

7.2 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے استعمال کا مختصر جائزہ

صنعت کاری کے ابتدائی برسوں میں مالی شعبے نے اہم کردار ادا کیا، جس میں خصوصی ترقیاتی مالی اداروں (ڈی ایف آئیز) کا خاصا حصہ تھا۔ ترقیاتی مالی اداروں کے نمایاں ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے قرضے کی رقم مختص کرنے میں منڈی کی ناکامیوں کا حل فراہم کیا اور معیشت کے نیم محروم یا نئے مگر پالیسی کے نقطۂ نظر سے اہم شعبوں کو ضروری رقوم مہیا کیں۔ مثال کے طور پر، 1960ء کے عشرے سے پہلے، پاکستان میں نجی شعبے کے قرضوں میں شعبۂ تجارت کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ ملک میں نسبتاً غیر موجود صنعتی بنیاد اس کی وجہ تھی۔ تاہم، جب منصوبہ بندی کمیشن کے پانچ سالہ منصوبوں کے تحت، اشیا سازی کا شعبہ سرکاری حکام کی ترجیح بن گیا تو اس شعبے کی ترقیاتی مالیات کے لیے ترقیاتی مالی اداروں کو ہی ذریعہ سمجھا گیا، اور انھوں نے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔[5]

1960ء کے عشرے سے 1980ء کے عشرے کے وسط تک، یہ ترقیاتی مالی ادارے اشیاسازی کے نجی شعبے کو ترقیاتی فنڈز پہنچانے اور متعدد سماجی و معاشی مقاصد، جیسے صنعتی ملکیت میں وسعت، نئے تاجروں کو سہولت کی فراہمی اور ان کی حوصلہ افزائی، اور ملک کے کم ترقی یافتہ علاقوں میں روزگار کے مواقع کی فراہمی، کے حصول کے اہم ذرائع تھے۔ (**باکس 7.1**)۔ ترقیاتی مالی اداروں کا بنیادی کام صنعتی ترقی کے لیے قرضے نیز فارم مشینری اور کیمیکلز کے لیے کچھ زرعی قرضے فراہم کرنا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ، اس وقت کی درآمدی تبدل کی

شکل 7.5: پاکستان میں نجی شعبے کا قرضہ - تاریخی تناظر

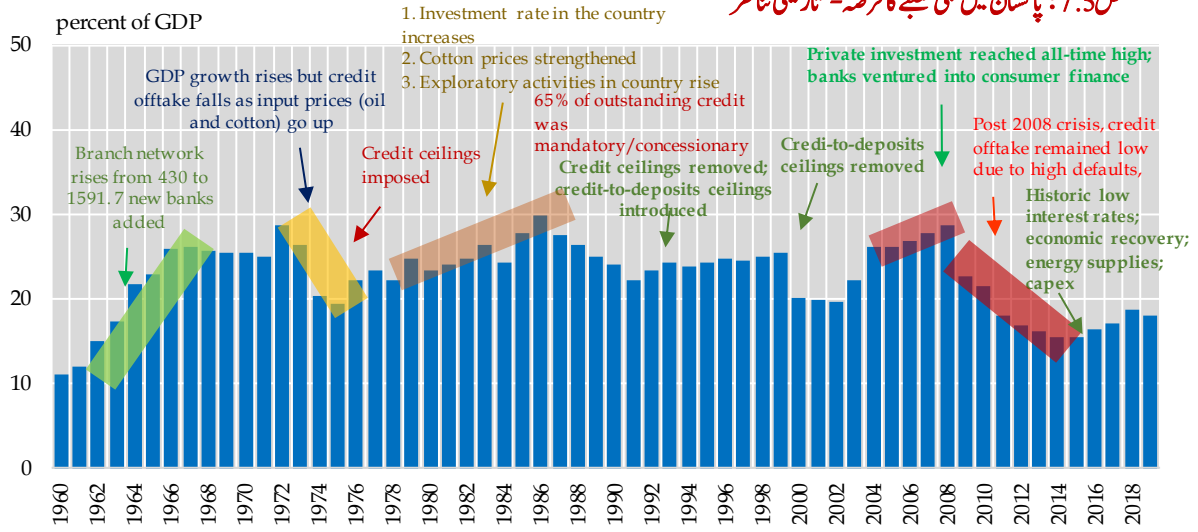

Source: World Bank

[5] مثال کے طور پر، فاروقی (2015ء) نے کہا کہ نئے بزنس ہاؤسز جیسے آدم جی، سہگل، اصفہانی اور داؤد کو اپنی "شفافیت، تسلیم شدہ ذمہ داری، ثابت شدہ اہلیت قرضہ، نفع آوری، ٹھوس انتظامیہ اور ہر اعتبار سے مستحکم کارکردگی کی بنا پر "ترقیاتی مالی اداروں کی جانب سے زبردست معاونت حاصل ہوئی۔ "[ایس۔ فاروقی (2015ء)۔ "صنعتی نمو اور تبدیلی میں ترقیاتی مالی اداروں کا کردار: مشرقی ایشیائی ممالک کیوں کامیاب ہوئے اور پاکستان کیوں کامیاب نہیں ہوا،" لاہور جرنل آف اکنامکس، 13:20 تا 30۔]

پالیسیوں کے مطابق، ترقیاتی مالی اداروں نے ٹیکسٹائل، سیمنٹ، شکر، کھاد، اور پیٹرو کیمیکلز کے شعبوں میں فرمیں قائم کرنے میں بھی مدد کی۔ 1960ء کے عشرے میں کمرشل بینکاری کی صنعت میں بھی تیزی سے ترقی ہوئی، جب نئے بینک قائم ہوئے اور برانچ نیٹ ورک پھیلنا شروع ہوا۔ چنانچہ 1960ء میں نجی قرضہ جی ڈی پی کے صرف 11.1 فیصد سے بڑھ کر 1970ء کے اختتام تک 25 فیصد ہو گیا (**شکل 7.5**)۔

باکس 7.1: پاکستان میں ترقیاتی مالی ادارے- قیام، عروج اور زوال

پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے (65-1960ء) میں، حکومت نے صنعتی شعبے پر توجہ بڑھائی۔ منصوبے کے مطابق، "جہاں اقتصادی طور پر ممکن ہو بنیادی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ اپنی خوبیوں اور معاش کے امکان دونوں کی وجہ سے چھوٹی صنعتوں کے قیام پر خصوصی زور دیا جاتا ہے۔ بالخصوص، ان بڑی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے جو زرعی ترقی کو تحریک دیتی ہیں یا جو چھوٹی صنعتوں کی معاونت کرتی ہیں۔ صنعت میں نجی سرمایہ کاری کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔" (وزارتِ خزانہ، 1960ء)

پہلے پانچ سالہ منصوبے کے مقابلے میں دوسرے منصوبے میں، صنعتی شعبے کے لیے مختص اخراجات 51 فیصد بڑھ گئے جو دوسرے منصوبے میں بلند ترین تھے۔ خیال یہ تھا کہ نیم سرکاری شعبے، جو اس منصوبے میں متعارف کرایا گیا نیا زمرہ تھا، سب سے اہم کردار ادا کریں گے۔ نیم سرکاری شعبہ، "حکومت کے زیر اہتمام کارپوریشنوں پر مشتمل تھا، جو سرکاری و نجی دونوں شعبوں سے مالی اعانتیں حاصل کرتا تھا"۔

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کو "مسلمہ ترقی" سمجھا جاتا تھا، کیونکہ تمام اہم نشانیے حاصل یا عبور کر لیے گئے (گرفن، 1965ء)۔ پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (پلک) پہلا ترقیاتی مالی ادارہ تھا جو 1957ء میں عالمی بینک کی مدد سے تشکیل دیا گیا تھا، جس کا مقصد درمیانی اور بڑی صنعتوں کو مالی اعانت فراہم کرنا اور صنعتی منصوبوں کے لیے کثیر فریقی ایجنسیوں کی جانب سے غیر ملکی کرنسی کی رقوم کی منتقلی کے لیے واسطے کے طور پر کام کرنا تھا۔ اس کے بعد، 1960ء اور 1970ء کے عشروں میں انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بینک آف پاکستان (آئی ڈی بی پی)، نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (این ڈی ایف سی)، ریاستی کاروباری اداروں کو سرمایہ کاری رقم فراہم کرنے کے لیے)، نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ (این آئی ٹی)، انویسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان (آئی سی پی)، پاک کویت انویسٹمنٹ کمپنی (پی کے آئی سی)، پاک لیبیا ہولڈنگ کمپنی (پی ایل ایچ سی)، سعودی پاک انویسٹمنٹ کمپنی (سی اے پی آئی سی او)، ریجنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (آر ڈی ایف سی)، اسمال بزنس فنانس کارپوریشن (ایس بی ایف سی)، اور بینکرز ایکویٹی لمیٹڈ (بی ای ایل) کی تشکیل کی گئی۔

1960ء اور 1970ء کے عشروں کے دوران، ترقیاتی مالی اداروں نے اچھی کارکردگی دکھائی اور ملک کے صنعتی شعبے کو فروغ دینے میں مدد فراہم کی۔ تاہم، بعد کے برسوں میں مسائل پیدا ہونا شروع ہو گئے اور سیاسی مداخلتوں، نظم و نسق کے مسائل، اور منافع کی پست شرحوں سے ان کی استعداد اور اثر انگیزی کو نقصان پہنچا۔ غیر ملکی امداد پر انحصار ایک اور عنصر تھا کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ ترقیاتی مالی ادارے مناسب ملکی وسائل تلاش نہ کر سکے، جن کے لیے راہیں تراشی جا سکتیں۔ نتیجتاً، جب بیرونی رقوم کی آمد میں بگاڑ آنا شروع ہوا تو اداروں کو نقد رقوم میں کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ 1980ء کی دہائی میں سرمایہ کاری بینکوں اور اجارہ کمپنیوں کے قیام نے معاملات کو مزید بگاڑ دیا، کیونکہ مقاصد اور دائرہ اختیار کے اعتبار سے ان دونوں اقسام کے اداروں میں خاصا تضاد موجود تھا۔

ان عوامل کے نتیجے میں، ترقیاتی مالی ادارے بتدریج پس منظر میں چلے گئے۔ ترقیاتی مالی اداروں میں، 1996ء کے دوران بینکرز ایکویٹی لمیٹڈ کی ابتدائی طور پر نجکاری کی گئی اور اس کے بعد 1999ء میں اسے ختم کر دیا گیا۔ دریں اثنا، نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (جس کی ایکویٹی 1990ء کی دہائی کے دوسرے نصف میں بھاری نقصانات کے بعد 1999ء میں منفی ہو گئی تھی) کو 2001ء میں نیشنل بینک آف پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ، آر ڈی ایف سی اور ایس بی ایف سی، جو ایس ایم ای سیکٹر میں خدمات انجام دے رہے تھے، دونوں کو 2002ء میں ضم کر کے ایس ایم ای بینک بنا دیا گیا۔ وسیع تنظیم نو کے اس دور میں باقی رہ جانے والے چند ڈی ایف آئیز میں پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (پلک) اور چند بیرونی معاونت سے چلنے والے ڈی ایف شامل تھے، جنھوں نے "اپنے مالی معاونین (اسپانسرز) کی مضبوط سپورٹ، مستحکم سرمایہ جاتی ساخت اور مستقل نفع آوری کی وجہ سے بالعموم بہتر کارکردگی دکھائی تھی" (اسٹیٹ بینک 2004ء)۔ تاہم، 2007ء میں پلک کی بھی نجکاری کر دی گئی۔

حوالہ جات:

وزارت خزانہ۔ (1960ء)۔ 65-1960ء کے پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی جھلکیاں۔ راولپنڈی: اکنامک ایڈوائزر، وزارتِ خزانہ

گریفن، کے بی۔ (1965ء)۔ پاکستان میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے مالی اعانت۔ پاکستان کا ترقیاتی جائزہ، 5(4)، 601 تا 603۔

اسٹیٹ بینک (2004ء)۔ مالی شعبے کا جائزہ 2004ء۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔

اس رفتار کو 1970ء کی دہائی کے اوائل میں کیے گئے دو اہم پالیسی فیصلوں نے متاثر کیا۔ اوّل، سالانہ ترقیاتی منصوبے اور زری اہداف میں معیشت کی حقیقی قرضوں کی ضروریات کا تعین کرنے کے مقصد سے قومی کریڈٹ مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ کمرشل بینکوں کے لیے قرضے کی لازمی بالائی حدود متعارف کرائی گئیں، یوں عملاً کمرشل بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک کی طے کردہ شرح سے زیادہ تیزی سے قرضے بڑھانے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ دوم، 1974ء کے اوائل میں بڑے بینک براہِ راست حکومتی کنٹرول میں آ گئے۔

قومیائے جانے کا بنیادی مقصد بینکاری سرگرمیوں کو ملک کے وسیع تر سماجی و معاشی مقاصد کی طرف گامزن کرنا اور امانت گزاروں کی رقوم کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ اس کے علاوہ، اسٹیٹ بینک نے مخصوص شعبوں کے حوالے سے کمرشل بینکوں کے قرضوں کے لیے سالانہ لازمی اہداف، نیز مقامی طور پر تیار کردہ مشینری اور زراعت پر مبنی سرگرمیوں کے لیے معین سرمایہ کاریاں اور قرضوں کی نومالکاری کے لیے بھی سالانہ لازمی اہداف مقرر کیے۔

ان اقدامات کے بعد، حکومتی مداخلت بینکاری کے شعبے کی ایک بڑی خصوصیت بن گئی۔ حکومت کے زیر ملکیت بڑے بینکوں میں نظم و نسق کے غیر معیاری ڈھانچے؛ بجٹ خسارے کی ضرورت سے زیادہ مالی اعانت؛ سیاسی روابط رکھنے والی فرموں کو دیے گئے قرضوں کی پست بازیابی؛[6] مالی شعبے پر بلند ٹیکسوں کے بوجھ؛ نیز قرض گاری کی بلند اور ڈپازٹس کی پست شرحوں کی وجہ سے بالآخر بینکاری صنعت اپنی استعداد کھونے لگی۔ ان نقائص سے قطع نظر، نجی قرضے تا جی ڈی پی کے تناسب کی سطح میں مستقل اضافہ ہوا، کیونکہ ملک میں سرمایہ کاری میں بلند نمو دیکھی گئی۔ تاہم، چونکہ بینکوں کو کسی منصوبے کی اہلیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ کچھ مخصوص شعبوں کو قرض دینے کی ہدایت کی گئی تھی، لہٰذا تمام قرضہ پیداواری سرمایہ کاریوں کے لیے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اس نقطہ نظر کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ 1980ء کی دہائی کے آخر میں 65 فیصد واجب الادا قرضہ لازمی اور / یا رعایتی تھا۔[7] زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس امر کو یقینی بنانا مشکل تھا کہ قرضہ مطلوبہ استفادہ کنندگان ہی استعمال کر رہے ہیں۔[8] ازاں بعد بینکوں کے اثاثوں کے معیار میں آنے والی ابتری اس رجحان کا ایک اشارہ ہو سکتی ہے۔[9] اثاثوں کے ناقص معیار نے نہ صرف بینکاری کی صنعت کے لیے ادائیگی قرض کا خطرہ بڑھایا، بلکہ اس سے بینکوں کی آمدنی کی استعداد بھی محدود ہو گئی۔

پھر 1990ء کی دہائی کے اوائل میں، حکومت اور اسٹیٹ بینک نے ملک کے مالی شعبے کی ڈی ریگولیشن اور آزادکاری کے مقصد سے جامع اصلاحات کا آغاز کیا۔ ان اصلاحات میں بنیادی طور پر ریاست کے زیر ملکیت کمرشل بینکوں کی نجکاری، کارپوریٹ نظم و نسق کے طریقوں کی بتدریج شمولیت، کفایتِ سرمایہ کو استحکام دینا، اثاثوں کے معیار میں بہتری، زرمبادلہ کے نظام سے پابندیاں ہٹانا، قانونی منظرنامے کی پڑتال، اور محتاطیہ ضوابط متعارف کرانا شامل ہے۔ نجی قرضے کی نمو کے تناظر میں بھی متعدد اقدامات کیے گئے۔ ان میں یہ شامل ہیں: لازمی شرحِ سیالیت (ایس ایل آر) کی شرائط میں کمی، جس کے تحت توقع کی جاتی تھی کہ بینکوں کے پاس خاصی مقدار میں سیالیت موجود ہو۔ قرضوں کی لازمی شرائط کو ختم کرنا؛ خرد اور دیہی قرضوں کے اداروں کے لیے لائسنس کے اجرا کے طریقہ کار میں نرمی؛ اور قومیائے گئے بینکوں کے ذریعے صارفی مالکاری پر پابندیوں کو ختم کرنا۔ یہ اصلاحات واضح طور پر اس تصور پر مبنی تھیں کہ اگر منڈی کی قوتوں پر چھوڑ دیا جائے تو قرضے کی تقسیم کی مقدار اور معیار میں بہتری آئے گی۔

---

[6] 1996ء سے 2002ء کے درمیان پاکستان کے اعداد و شمار کی بنیاد پر، خواجہ اور میاں (2005ء) "بتاتے ہیں کہ سیاسی طور پر منسلک فرموں کو خاطر خواہ ترجیحی سلوک حاصل ہوتا ہے۔ ایسی کمپنیاں نہ صرف 45 فیصد بڑے قرض لیتی ہیں، بلکہ وہ ان قرضوں پر ان کی نادہندگی کی شرح بھی 50 فیصد زائد ہے۔ مزید برآں، یہ ترجیحی سلوک مکمل طور پر سرکاری بینکوں کے ضمن میں ہوتا ہے"۔ نیز، اسٹیٹ بینک کی مالی شعبے کے جائزے کی رپورٹ 1990ء تا 2000ء میں غور کیا گیا کہ: "مجموعی قرضوں میں غیر فعال قرضوں کا تناسب 1990ء میں 17 فیصد سے کم تھا جو 1999ء میں بڑھ کر 27.7 فیصد ہو گیا۔ اس کی وجہ این سی بیز (قومیائے گئے کمرشل بینکوں) کی جانب سے سیاسی بنیادوں پر فراہم کیے گئے بھاری قرضے تھے، بالخصوص 1990ء کی دہائی کے اوائل اور وسط میں۔" [خواجہ، اے آئی اور اے میاں (2005ء)۔ "کیا قرض دہندگان سیاسی تعلقات کی حامل فرموں کے حق میں ہیں؟ ابھرتی ہوئی مالی منڈی میں کرائے کی فراہمی،" سہ ماہی جرنل آف اکنامکس، 120(4): 1371 تا 1411۔]

[7] ماخذ: اسٹیٹ بینک آف پاکستان (2002ء)۔ مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔

[8] جیسا کہ اسٹیٹ بینک کے مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء (صفحہ 22) میں لکھا گیا ہے: "ہدفی قرضہ پروگراموں کا بلند حصہ منافع کی پست شرحوں کی حامل سرمایہ کاری پر منتج ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں بینکوں پر بڑے غیر فعال قرضوں کا بوجھ پڑتا ہے۔ اس طرح کے پروگراموں کی اثر انگیزی اس بنیاد پر بھی قابل اعتراض تھی کہ اس بات کو یقینی بنانا مشکل تھا کہ قرضہ حقیقی استفادہ کنندگان استعمال کر رہے ہیں"۔

[9] اگرچہ 1990ء میں قرضوں اور غیر فعال قرضوں کا مجموعی تناسب 17.6 فیصد تھا، لیکن 1999ء کے آخر تک یہ مزید بڑھ کر 22.0 فیصد ہو گیا۔

7.3 آزاد کاری کے باوجود، قرضے کا نفوذ کم رہا

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ بینکاری صنعت کی استعداد کے حصول اور مالی صحت کو مضبوط بنانے کے ضمن میں، اصلاحات کا عمل واقعتاً مفید تھا۔ ہارڈی اور پیٹی (2001ء) نے پاکستان کے بینکاری نظام کی نفع آوری اور کارکردگی کا جائزہ لیا اور بتایا کہ اصلاحاتی عمل نے پاکستانی بینکوں کو لاگت کی استعداد کو بہتر بنانے اور ان کی آمدنی کی اساس کو بڑھانے میں مدد دی۔[10] اسی طرح، نان پیرامیٹرک ڈیٹا اینویلپمنٹ اینالسز کا استعمال کرتے ہوئے، احمد (2011ء) نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اصلاحات کا دوسرا مرحلہ پاکستان میں بالخصوص کمرشل بینکوں کی استعداد، خاص طور پر خالص تکنیکی استعدادِ کار کو بہتر بنانے میں مددگار رہا۔[11]

قرض کو مختص کرنے کے حوالے سے بھی، بینکاری صنعت نے 2000ء کے اوائل سے ہی ترقی کی جست لگائی اور پیش کردہ خدمات میں نمایاں توسیع کی۔ مثال کے طور پر، بینکوں نے بھرپور انداز میں صارفی مالکاری کو اپنایا، اور تھوڑے ہی عرصے میں معقول صارفی اساس تیار کرلی۔ ایس ایم ای فنانس وہ دوسرا شعبہ تھا جس پر بینکوں نے خاصی توجہ دی۔ لیکن درپردہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ دورانِ مدت بجٹ فنڈنگ کے لیے پست رغبت کے باعث بینکوں کی جانب سے غیر روایتی شعبوں میں مالکاری کے مواقع کی سرگرمی سے تلاش نائن الیون کے بعد سسٹم میں سیالیت کی آمد کا محض بلاواسطہ نتیجہ تھی۔ اگرچہ بینک اپنی رقوم کی مالکاری کے مواقع ڈھونڈ رہے تھے، لیکن نرم زری پالیسی نے بینکوں کے قرضوں کی وافر طلب کو یقینی بنادیا۔

تاہم، مجموعی کلی معاشی اور سرمایہ کاری صورتِ حال میں، 2008ء کے بعد سے چیزیں تبدیل ہونا شروع ہوگئیں۔ نہ صرف عالمی مالی بحران نے غیر یقینی صورت حال کا احساس پیدا کیا، بلکہ ملک میں سلامتی کے بڑھتے ہوئے خدشات اور توانائی کی قلت نے ملکی کاروباری امکانات کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔[12] اہم بات یہ ہے کہ ان حالات کے باوجود بھی، دوطرفہ گردشی کلی معاشی پالیسیوں کا نفاذ نہیں کیا جاسکا کیونکہ بیرونی شعبے میں پائی جانے والی کمزوری توازنِ ادائیگی کے بحران (وسط 2008ء تک) کی صورت اختیار کرچکی تھی۔ اگلے 5 برسوں میں، سود کی شرح دوہندسی رہی جس نے قرضے کی پست نمو میں اپنا کردار ادا کیا۔ مزید برآں، ملک میں توانائی کی شدید قلت، سلامتی کے بڑھتے ہوئے خدشات، اور ملکی اور عالمی معیشت دونوں میں سست روی نے ایس ایم ایز کی مالی حالت پر سخت اور منفی اثر ڈالا، جس کی وجہ سے ان کی نادہندگی شرحوں میں اضافہ ہوگیا۔ اس موقع پر، معیشت کو تحریک دینے کے حوالے سے اخراجات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بینکاری شعبے سے قرض لینے کی حکومت کی بڑھتی ہوئی طلب کے نتیجے میں بینکوں کی جانب سے خطرے سے گریز کے رجحان کو تقویت ملی۔

یہاں، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ گردشی عوامل کے علاوہ، پست مالی خواندگی اور آگاہی، نقد رقم کو ترجیح دینا، اور ثقافتی اور مذہبی عوامل جیسی راسخ ساختی دشواریاں درپیش موجود ہیں، جو مالی خدمات کو بالعموم، اور قرضے کو بالخصوص پست رکھتی ہیں (**باکس 7.2**)۔

باکس 7.2: مالیات تک رسائی-طلب کی حرکیات

پاکستان میں، قرض کے محاذ پر پست سرگرمی کی وضاحت کے لیے طلب کے عوامل کا جائزہ لینا اہم ہے۔ اسٹیٹ بینک-گیلپ پاکستان مالیات تک رسائی کے سروے (اے 2 ایف) 2015ء کے مطابق، ملک کی 53 فیصد آبادی مالی نظام سے باہر تھی۔ اس کی ایک اہم وجہ معیشت میں نقد رقم کا بہت زیادہ اور مستقل استعمال تھا۔ اے 2 ایف سروے سے انکشاف ہوا کہ جواب دہندگان میں سے تقریباً 95 فیصد نقدی میں آمدنی وصول کرتے تھے اور 86 فیصد نے کہا کہ لین دین کے امور میں بڑھتی ہوئی عدم یقینی کی وجہ سے وہ اشیا اور خدمات کے لیے بالمشافہ ادائیگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر، تین چوتھائی کے قریب جواب دہندگان نے بتایا کہ انھیں بینک اکاؤنٹ کی ضرورت نہیں تھی، اور بینکاری سہولتوں سے محروم صرف 8 فیصد لوگوں کا خیال تھا کہ بینک اکاؤنٹ کھولنا مفید ہوگا۔ یہ شرح 2008ء کے اے 2 ایف سروے کے 38 فیصد سے کم تھی۔

[10] ہارڈی، ڈی، اور ای، بونا کورسی دی پٹی (2001ء) پاکستان میں بینکوں کی اصلاحات اور بینکوں کی استعداد۔ آئی ایم ایف ورکنگ پیپر نمبر 01/138۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

[11] احمد، یو (2011ء)۔ مالی اصلاحات اور بینکاری کی استعداد: پاکستان کا احوال۔ ایم پی آر اے پیپر نمبر 34220۔ میونخ: ایم پی آر اے۔

[12] سرمایہ کاری کی سالانہ شرح (جی ڈی پی کے فیصد کے طور پر) مالی سال 00ء تا مالی سال 08ء کے دوران اوسطاً 17.7 فیصد سے کم ہوکر مالی سال 09ء تا مالی سال 20ء کے دوران صرف 15.7 فیصد رہ گئی۔ مالی سال 06ء میں سرمایہ کاری کی سب سے بلند شرح 20.6 فیصد تک تھی۔

بینکاری خدمات کی پست طلب کی ایک اور وجہ مالی خواندگی کی پست سطح ہے۔ اے2ایف2015ء کے مطابق، بینکاری سہولتوں سے محروم جواب دہندگان کی اکثریت (53 فیصد) نے بینکوں اور بینک اکاؤنٹس کے بارے میں معلومات کی کمی کو اکاؤنٹ کھلوانے کے حوالے سے بنیادی رکاوٹ کے طور پر شناخت کیا۔ اسی طرح، 30 فیصد سے زیادہ جواب دہندگان نے بینکوں، موبائل منی، اور پوسٹ آفس کا استعمال کرتے ہوئے گھریلو پی2پی منتقلیاں نہ کرنے کے حوالے سے معلومات کی کمی کا حوالہ دیا۔

قرضے کے ضمن میں، جواب دہندگان میں سے صرف 14 فیصد افراد نے بینک قرضوں کو قرض گیری کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دیا، حالانکہ اس کے مقابلے میں 2008ء کے اے2ایف سروے میں یہ 3 فیصد سے زیادہ تھا۔ اس کے بجائے جواب دہندگان کی اکثریت (56 فیصد) ہمسایوں اور دوستوں سے قرض لینے کو ترجیح دیتی ہے۔

مذہب ایک اور عنصر ہے جو مالی خدمات کی طلب کے تعین میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ورلڈ بینک کے گلوبل فائنڈیکس ڈیٹا بیس، 2017ء کے مطابق، مذہبی وجوہات (11.5 فیصد) کی بنا پر بینک اکاؤنٹ نہ رکھنے والے جواب دہندگان (15 یا اس سے زائد) کے لحاظ سے پاکستان 123 ممالک میں سے ساتویں درجے پر تھا۔ عقیدے کی بنا پر محتاط مالی نظام سے باہر آبادی کو رسمی ذرائع کی جانب راغب کرنے کے حوالے سے اسلامی بینکاری مدد کر سکتی ہے۔ تاہم، خواندگی اور آگاہی کا مسئلہ یہاں بھی موجود ہے۔

ایس بی پی۔ڈی ایف آئی ڈی کے پاکستان میں اسلامی بینکاری کے علم، رویے اور طرز عمل (کے اے پی) 2013ء کے مطالعے کے مطابق، بینکاری خدمات استعمال نہ کرنے والی آبادی کا 95 فیصد اسلامی بینکاری ماڈل کو نہیں سمجھتا تھا، جبکہ بینکاری خدمات استعمال کرنے والی آبادی کا حصہ 89 فیصد تھا۔ تاہم، اسلامی بینکاری میں بہت زیادہ دلچسپی لی جاتی ہے، کیونکہ کے اے پی کے سروے سے پتہ چلا کہ اسلامی بینکوں سے متعلق 89 فیصد افراد اپنی بینکاری خدمات سے مطمئن تھے، جس کی سب سے زیادہ بتائی گئی وجوہات یہ تھیں: سود سے پاک مصنوعات، مذہبی اطمینان، سہولت، اور اسلامی بینکاری کے مددگار ملازمین۔ کارپوریٹ شعبے میں بھی یہی معاملات تھے، کیونکہ 86 فیصد کاروباری اداروں نے اسلامی بینکاری کے انتخاب کے لیے مذہبی محرک کا حوالہ دیا۔

تاہم، پست مالی نفوذ کے ضمن میں رسد کے لحاظ سے متعدد اہم رکاوٹیں موجود ہیں جن پر ان ذیلی عنوانات (الف تا ہ) کے تحت تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

الف ۔ شمولیت کی وسعت اور گہرائی کو نظرانداز کیا گیا

وسیع تر مالی شعبے کی اصلاحات کا ایجنڈا، جس پر 1980ء کے عشرے کے اواخر اور 1990ء کی دہائی میں تمام ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں پر عمل درآمد ہو رہا تھا، بین الاقوامی مالی اداروں کے زیر انتظام مالی شعبے کے جائزہ پروگراموں سے مستفید ہوا۔ ان پروگراموں میں بنیادی طور پر مالیاتی نظام کی زدپذیریوں کی نشاندہی، نگرانی کو مستحکم کرنے، انتظامِ خطر اور منڈی کی مسابقت کو یقینی بنانے پر توجہ دی گئی۔[13] 2000ء کی دہائی کے وسط تک مالی شمولیت کے تصور نے قبولیت حاصل کرنا شروع کی اور بالآخر وسیع تر مالی ترقی کا ایک کلیدی ستون بن گیا۔[14] فی الوقت، بین الاقوامی پالیسی سازوں کے ایجنڈے میں مالی شمولیت اور مالی استحکام دونوں ہی نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن نظریاتی طور پر، ان دونوں کے مابین تعلق اب تک ارتقاپذیر ہے۔ اوّل، بڑھتے ہوئے لٹریچر سے پتا چلتا ہے کہ مالی رسائی میں بہتری کے مالی استحکام پر اثر کا انحصار اس بات پر ہے کہ ان اصلاحات کا حصول اور انتظام کیسے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، مہروترا اور یت مان (2015ء) کے مطابق، اگر بہت زیادہ مالی شمولیت کا نتیجہ قرضوں کی تیز نمو کی صورت میں نکلتا ہے تو، اور اہم بات یہ کہ، "اگر مالی نظام کے نسبتاً غیر منظم حصوں میں تیزی سے نمو ہو" تو بڑے خطرات پھیل سکتے ہیں۔[15] اسی طرح، 2008ء کے عالمی مالی بحران کے دوران مالی جدت کے مالی استحکام پر تباہ کن اثرات کے تناظر میں، ہنیگ اور جنسن (2010ء) نے پالیسی سازوں کو تجویز دی کہ "سخت تر ضوابط وضع کرتے وقت مالی شمولیت کے لیے منفی ردعمل سے لازمی طور پر احتراز" کریں۔[16] یہ تحقیق بتاتی ہے کہ مالی شمولیت کے امکانی نقصانات کی تلافی اہم

[13] جیسا کہ عالمی بینک (2007ء) نے کہا ہے، "عالمی بینک گروپ طویل عرصے سے تسلیم کر چکا ہے کہ اقتصادی ترقی کے لیے فعال مالی نظام ضروری ہیں۔ ان برسوں میں اس کے مالی شعبے کے کام نے مالی استحکام اور کارکردگی کی اہمیت پر زور دیا۔ تاہم، مالی خدمات تک وسیع تر رسائی کو فروغ دینے کے باوجود، نظریہ کے مقابلے میں عملاً اس پر کم توجہ دی گئی ہے۔ مالی ترقی کی رسائی کی جہت کو اکثر نظرانداز کیا جاتا رہا ہے، جس کی بڑی وجہ اس خطے میں اعداد و شمار کا سنگین خلا ہے۔ "[اے، ڈیمرگنچ کنٹ، ٹی، بیک، اور پی، ہنوہان (2007)۔ مالیات سب کے لیے؟ رسائی میں توسیع کی پالیسیاں اور خطرات۔ عالمی بینک کی پالیسی ریسرچ رپورٹ نمبر 41792۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

[14] ماخذ: حاشیہ 13 میں درج کردہ

[15] مہروترا اے این اور جے، بیت مان (2015ء)۔ مالی شمولیت: مرکزی بینکوں کے مسائل۔ بی آئی ایس سہ ماہی جائزہ، مارچ 2015ء: صفحہ 83 تا 96۔ بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[16] ہینگ، اے، اور ایس جانسن (2010ء)۔ مالی شمولیت اور مالی استحکام: موجودہ پالیسی امور۔ اے ڈی بی آئی ورکنگ پیپر 259 ٹوکیو: ایشین ڈویلپمنٹ بینک انسٹی ٹیوٹ۔

حرکی فوائد سے ہو جاتی ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ ایک گہرے اور زیادہ متنوع مالی نظام کے ذریعے مالی استحکام میں اضافہ کرتے ہیں۔

ہان اور میلیکی (2013ء) نے بھی مؤخر الذکر نظریے کی حمایت کی، جنھوں نے تجربے سے ثابت کیا کہ مالی شمولیت بلاواسطہ طور پر استحکام میں اضافہ کر سکتی ہے: ڈپازٹس تک رسائی کے لیے نمائندے تعینات کر کے اور بینک ڈپازٹس کو استعمال کرتے ہوئے، تحقیق نے ثابت کیا کہ بینک ڈپازٹس تک زیادہ رسائی مالی دباؤ کے اوقات میں بینکوں کی رقوم کی اساس کو مزید مستحکم بناتی ہے۔[17] چنانچہ، اس نے ثابت کیا کہ "مالی استحکام میں اضافے کی پالیسی کوششوں کو صرف کلی محتاطیہ ضوابط پر ہی توجہ مرکوز نہیں کرنا چاہیے بلکہ بینک ڈپازٹس کی وسیع تر رسائی کے مالی استحکام پر مثبت اثر کو بھی تسلیم کرنا چاہیے"۔ پرساد (2010ء) نے ایسے ہی طریقہ کار کا مفروضہ قائم کیا، اور بتایا کہ بچت میں بلند مالی شمولیت بیرونی سرمایہ کاری پر انحصار میں کمی کرتے ہوئے ملکی سرمایہ کاریوں کی مالکاری میں اضافہ کرتی ہے، یوں استحکام میں اضافے پر منتج ہوتی ہے۔[18] ہاکنس (2016ء) تجویز کرتے ہیں کہ مالی استحکام اور مالی خدمات تک رسائی کے مرکزی بینک کے مقاصد ایک دوسرے کو تقویت دے سکتے ہیں، اور مالیات تک رسائی کو فروغ دینے سے قلیل اور طویل مدتی دونوں اعتبار سے مالی استحکام میں اضافہ ہوتا ہے۔[19] ایک اہم جہت جو قبول عام پا رہی ہے وہ یہ ہے کہ مالی استحکام پر بہت زیادہ زور دینے سے مالی اخراج نادانستہ طور پر بڑھ سکتا ہے (بی آئی ایس، 2015ء)۔[20] اہم بات یہ ہے کہ مالی شمولیت اور استحکام کے مابین پیچیدہ باہمی روابط (سمجھوتے اور ہم آہنگی) موجود ہیں، اور جب ان کو نظر انداز کیا جائے تو یہ ممکنہ طور پر بے جواز نتائج فراہم کر سکتے ہیں - جیسے گراں مالی بحران یا مسلسل مالی اخراج۔[21]

پاکستان کی بات کی جائے تو، ضوابطی فریم ورک کو مضبوط بنانا اور بینکاری صنعت کے استحکام کے مجموعی جزدان کو بہتر بنانا جامع اصلاحات کے اس عمل کا بنیادی جُز تھا، جس سے مالی شعبہ 1990ء کی دہائی اور 2000ء کی دہائی کے اوائل میں گذرا۔ تاہم، اس عمل میں افراد اور کاروباری اداروں کی مفید اور سستی مالی مصنوعات اور خدمات تک رسائی کو یقینی بنانے کے لیے دانستہ طور پر بنائے گئے پالیسی دباؤ پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ یہ مالی نظام کے واجبات اور اثاثوں دونوں پر صادق آتا تھا۔

واجبات کے ضمن میں، مالی شعبے کی تنظیمِ نو دراصل شمولیت کے لحاظ سے ابتداً نقصان دہ تھی۔ بالخصوص، نجکاری کا ایک متوقع نتیجہ یہ نکلا کہ بینک اپنے بنیادی وظائف کو بہتر بنانے کے لیے لاگت کم کرنے کے متعدد اقدامات کرنے لگے یعنی ملازمین کی چھانٹی اور بینکوں کی خسارے والی برانچوں کی بندش۔ جون 1997ء سے جون 2004ء کے دوران بینکوں کی 1656 برانچیں اور 4.7 ملین کھاتے بند ہوگئے، جن میں سے 4.1 ملین مختصر حجم کے کھاتے تھے (یعنی 5000 سے کم بیلنس کے حامل)۔ بعد کے برسوں میں، جب بینکوں نے اپنی رسائی کو بڑھایا اور نئی برانچیں کھولیں تو بینکاری سہولتوں سے محروم علاقوں میں ان کا نفوذ پست رہا۔ نتیجتاً، 2004ء اور 2019ء کے درمیان مختصر حجم کے کھاتوں کی تعداد میں مزید 2.7 ملین کمی واقع ہوئی۔

اگرچہ اضافی ضوابطی اقدامات کے مقابلے میں مالی شمولیت پر تاخیر سے توجہ دینے کے معاملے میں پاکستان تنہا نہیں تھا، تاہم جس چیز نے صورتِ حال کو مزید دشوار بنا دیا وہ ابھرتی ہوئی اور علاقائی معیشتوں کے مقابلے میں مالی گہرائی اور رسائی کی کیفیت تھی۔ خاص طور پر، ملک میں لین دین کے کھاتوں تک رسائی رکھنے والی بالغ آبادی کا پست ترین تناسب اور کرنسی تا ڈپازٹس کا بلند ترین تناسب موجود تھا (اور اب بھی موجود ہے) (**باب 3**)- یہ رسائی کی درجہ بندی کے مقابلے میں مالی اداروں کی کارکردگی کے لحاظ سے ملک کی درجہ بندی بہت زیادہ ہونے کی اہم وجوہات ہیں (**شکل 7.6**)۔[22] اس کے دو اہم مضمرات تھے۔

---

[17] ہان، آر، اور ایم، میلیکی (2013ء)۔ مالی شمولیت برائے استحکام: عالمی مالی بحران کے دوران بینک ڈپازٹس تک رسائی اور ڈپازٹس میں نمو۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر، 6577۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[18] پرساد، ای ایس (2010ء) ابھرتی ہوئی منڈیوں میں مالی شعبے کا ضابطہ اور اصلاحات: ایک جائزہ۔ آئی زیڈ اے ڈسکشن پیپر، 5233۔ بون: انسٹیٹیوٹ فار دی اسٹڈی آف لیبر۔

[19] ہاکنس، پی (2006ء) مرکزی بینکوں میں مالی رسائی اور مالی استحکام نیز ترقی کا چیلنج۔ بازل: بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[20] بینکاری نگرانی پر بازل کمیٹی (2015ء)۔ مالی شمولیت سے متعلق اداروں کے ضابطے اور نگرانی میں عمل کی حد۔ بازل: بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[21] مارٹن، سی، ڈیوڈ ایس، ایم، اور ایم، مارٹن (2016ء)۔ "مالی شمولیت اور مالی استحکام کا تعلق: تجارتی تعلقات اور ہم آہنگی کا مطالعہ"۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 7722۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[22] آر سے، ایم چیچاک، پی، این، دیائے، اور اے بارا جس کا 2018ء میں ترمیم شدہ ڈیٹا بیس (2015ء)۔ مالی اعداد و شمار کی بحالی: ابھرتی ہوئی منڈیوں میں استحکام اور نمو، "ریویسٹا ڈی اکنامک انسٹی ٹیوشنل، 17(33): 73تا107۔

شکل 7.6: مالی اداروں کی استعداد اور رسائی میں پاکستان کی درجہ بندی (2008ء تا 2018ء)

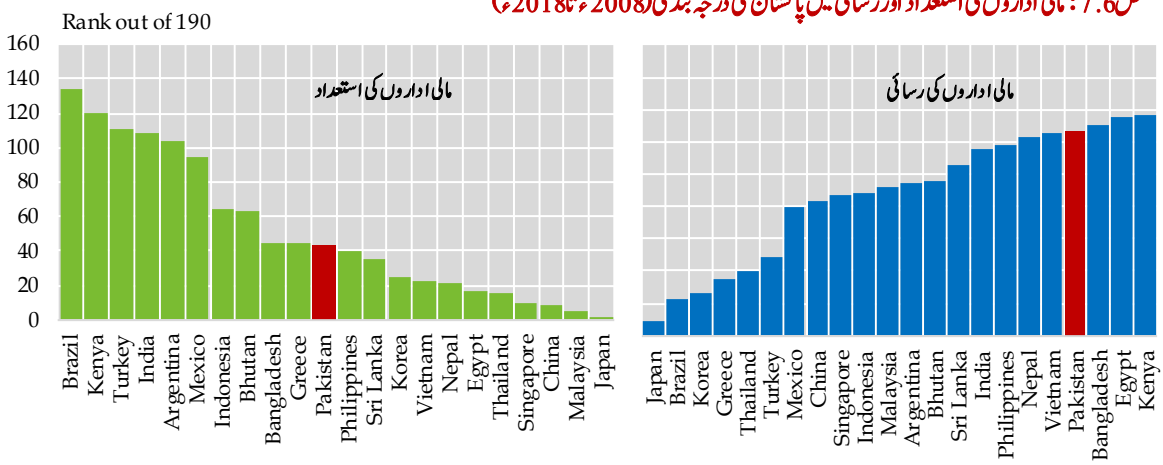

Source: Revised 2018 database of R. Sahay, M. Čihák, P. N'Diaye, and A. Barajas (2015). "Rethinking Financial Deepening: Stability and Growth in Emerging Markets," Revista de Economía Institucional, 17(33): 73-107

اوّل، ڈپازٹس کی اساس دوسری ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کی طرح نہیں بڑھ سکی، جس نے بینکوں کو دستیاب قابل قرض رقوم کا پُول محدود کر دیا۔ دوم، آبادی کے ایک بڑے حصے کی مناسب بینکنگ ہسٹری موجود نہیں ہے۔ مؤخر الذکر نکتہ اہم ہے، کیونکہ کمرشل بینکوں میں بنیادی لین دین کا کھاتہ (ٹرانزیکشن کھاتہ) ہونا وسیع تر شمولیت کی طرف پہلا قدم سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹے کاروباری ادارے اور افراد جن کی کریڈٹ ہسٹری اور کریڈٹ رجسٹریوں میں کوریج نہیں ہے وہ کم از کم بنیادی کھاتے کھول کر اور استعمال کر کے اپنی بینکنگ ہسٹری تشکیل دینا شروع کر سکتے ہیں۔ بتدریج، اس بینکنگ ہسٹری کو مع دیگر جدید تکنیکوں کے، بینک ان کے قرضے کی اہلیت جانچنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس تناظر میں، لوگوں کی مالی خدمات تک رسائی اور ملک بھر میں قرضے کے نفوذ کے درمیان مضبوط مثبت ربط کوئی حیرت کی بات نہیں ہے (**شکل 7.7**)۔

چونکہ آبادی کا بڑا حصہ مالی اداروں کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھتا اس لیے معلومات کے عدم تناسب (ممکنہ قرض گیروں کی قرض کی اہلیت کی جانچ کے حوالے سے) نے ملکی قرضہ منڈی میں اپنی جڑیں برقرار رکھیں۔ سخت ضوابطی شرائط اور معاہدے کے نفاذ کے مسائل کی موجودگی میں، اس صورتِ حال سے معیشت کے بڑے حصے کو مالکاری حل کی فراہمی میں شمولیت متاثر ہوئی۔ تفصیلات اگلے سیکشن میں پیش کی گئی ہیں۔

ب۔ سخت ضوابط کی موجودگی میں قرضہ منڈی کی غیر تصفیہ شدہ ناکامیوں نے دشواریوں کو بڑھا دیا

مالی شعبے کی وسیع تر صارفی اساس کے حصول کے لیے معلومات کی مجموعی صورتِ حال اور معاہداتی انفراسٹرکچر ناگزیر ہے۔ ان شعبوں میں خامیاں بالخصوص ان افراد اور کاروباری اداروں پر بار ہوتی ہیں جو ضمانت، کریڈٹ / بینکنگ ہسٹری اور روابط کے معاملے میں پیچھے ہوتے ہیں، کیونکہ کسی مستند ضمانت اور قرقیوں میں قانونی نرمی کی عدم موجودگی سے نادہندگی کی صورت میں بینکوں کے لیے نقصان کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ، ادارہ جاتی اصلاحات، جو املاک کے حقوق کو محفوظ بناتی ہیں، قرض دہندگان کے حقوق کو یقینی بناتی ہیں، اور قرضے کی رجسٹریاں بناتی ہیں، انھیں ایک فعال مالی نظام کے لیے طویل مدتی شرط سمجھا جاتا ہے۔

بالخصوص، کریڈٹ بیوروز کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ معیشت میں ان کی موجودگی اور کوریج کے حجم کا نجی شعبے کے قرضے کے حجم کے ساتھ مثبت ربط ہوتا ہے (**شکل 7.8**)۔ جب بینکنگ ہسٹری دستیاب نہ ہو تو پہلی بار قرض لینے والوں، بالخصوص مالی خدمات کے حامل محروم اور نیم محروم گھرانوں اور کاروباری اداروں، کے نان بینک تھرڈ پارٹی کوائف، جیسے صارف کی یوٹیلٹی ادائیگیوں، ٹیلی کام سے متعلق لین دین وغیرہ، خطرے کے جائزے اور قرضے کے تخمینے کے ضمن میں اہم عناصر کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ ایسی

معلومات اور / یا مناسب ضمانت تک رسائی کے بغیر، بینک گھرانوں اور فرموں کو قرضے دینے میں ہچکچاتے ہیں۔ یہاں، انفرادی سطح کی معلومات کے ساتھ ساتھ، شعبے یا گروپ سطح کے کوائف کی دستیابی بھی کمرشل بینکوں کے لیے قرض دینے کے فیصلوں میں بھی اتنی ہی اہم ہو سکتی ہے۔ چودھری اور جین (2020ء) نے معلوم کیا کہ پاکستان کے سرکاری شعبے کے واحد کریڈٹ بیورو، ای سی آئی بی، کی جانب سے 2006ء میں فرموں کی گروپ سطح کی معلومات کی فراہمی بند کیے جانے کے بعد،[23] وہ بینک ("باخبر بینک") جو کسی قرض گیر گروپ میں دیگر فرموں کے بارے میں زیادہ نجی معلومات رکھتے تھے، انھوں نے کم باخبر بینکوں کے مقابلے میں اس فرم کو زیادہ قرض دیا۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ ان بینکوں پر بھی صادق آتا تھا جن کے اس فرم کے ساتھ پہلے سے تعلقات تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ماضی کے تعلقات معلومات کی کمی کی تلافی نہیں کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، کم باخبر قرض گاروں سے قرض لینے والوں کے مقابلے میں باخبر قرض گاروں سے قرض لینے والے کاروباری اداروں نے 12.3 فیصد زائد قرض لیا۔ اس مقالے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ معلومات کے اس عدم تشاکل سے چھوٹی کمپنیاں سب سے زیادہ متاثر ہوئیں۔[24]

خُرد، چھوٹے اور درمیانے درجے کاروباری اداروں کے لیے بالخصوص صورتِ حال ناموافق ہے، کیونکہ ان کے سرمائے کا بیشتر ذخیرہ منقولہ اثاثوں، جیسے واجبات، دانشورانہ املاک، انونٹری، زرعی پیداوار، پٹرولیم یا معدنیات، موٹر گاڑیوں وغیرہ، پر مشتمل ہے۔ بیشتر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں ان اثاثوں کو قرض گیری کے لیے بطور ضمانت استعمال نہیں کیا جا سکتا، جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یا تو قانون انھیں ضامن آلات کے طور پر تسلیم نہیں کرتا، یا یہ اثاثے قرض گاروں کو مناسب تحفظ فراہم نہیں کر سکتے۔ ایسی صورتوں میں، کریڈٹ رجسٹریوں کا کردار اور اہم ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ کسی بینک کے لیے اس خطرے میں کمی کر دیتی ہیں کہ قرض گیر اسی منقولہ جائیداد کو حقیقی قرض گار کے علم میں لائے بغیر دوسرے بینکوں سے لیے گئے قرضوں کو محفوظ بنانے کے لیے بطور ضمانت استعمال کرے گا۔

شکل 7.7: مالی رسائی اور قرضے کے نفوذ کے درمیان تعلق

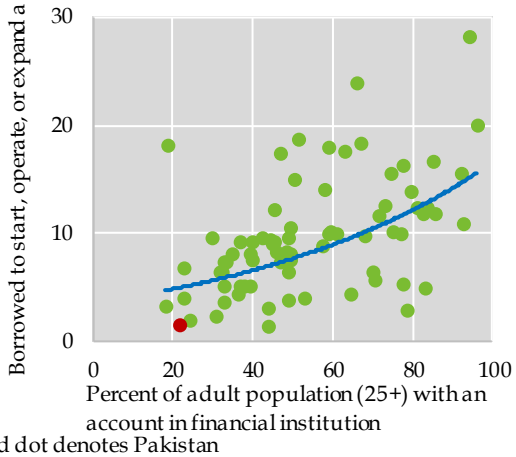

Red dot denotes Pakistan

Source: World Bank Findex Database for Middle Income

شکل 7.8: کریڈٹ رجسٹری کی کوریج اور نجی قرضے کا ربط (2010-19ء)

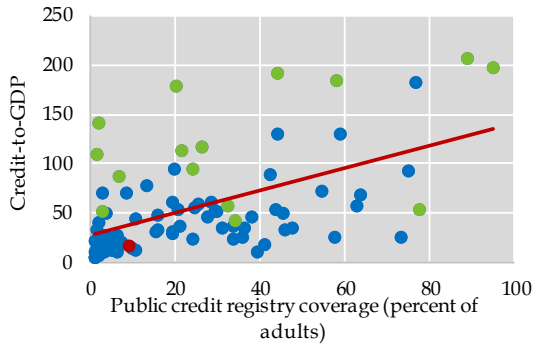

Note: Based on 88 AEs (green) and EMDEs (blue) public registry coverage of at least 1 percent of adults. Red dot denotes Pakistan.

Source: WDI; World Bank Doing Business Database

تجربی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ کریڈٹ رجسٹریوں کا قرضے کی نمو سے مثبت تعلق ہے (ملر، 2003ء)۔[25] رسد کے لحاظ سے، کریڈٹ بیورو کی موجودگی سے 50 فیصد سے زیادہ فرموں میں پروسیسنگ کے وقت، لاگتوں اور نادہندگی میں کمی پائی گئی (ورلڈ بینک، 2004ء)۔[26] اسی دوران، طلب کے ضمن میں،

[23] ای سی آئی بی کے مطابق گروپ کی تعریف میں وہ تمام فرمیں شامل ہیں جن کے کم از کم ایک ڈائریکٹر کا ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک کیا گیا۔

[24] چودھری، ایم اے، اور اے، کے، جین، (2020ء)۔ غیر متناسب طور پر آگاہ قرض گاروں کو معلوماتِ عامہ کس طرح متاثر کرتی ہے: کریڈٹ رجسٹری میں اصلاحات سے شواہد۔ جرنل آف ڈویلپمنٹ اکنامکس، 143: 102407۔

[25] کے، چوان، اور جے، ڈی گریگاریو (2003ء)۔ قرض کی معلومات اور منڈی کی کارکردگی: چلی کا کیس"۔ ایم، جے، ملر (ایڈ)۔ قرضے کی رپورٹنگ کا نظام اور بین الاقوامی معیشت۔ میساچوسیٹس: ایم آئی ٹی پریس

[26] عالمی بینک (2004ء) 2005ء میں کاروبار کرنا: ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا۔ عالمی بینک۔

کریڈٹ بیورو کی حامل معیشتوں میں 40 فیصد فرمیں قرضہ لینے کی اہل تھیں، جبکہ وہ ممالک جن میں کریڈٹ بیورو نہیں ان کی شرح محض 28 فیصد تھی (لو اینڈ مائلینکو، 2003ء)۔[27] اسی طرح، جب کریڈٹ رپورٹس دستیاب اور قابل رسائی تھیں، کاروباری اداروں نے داخلی مالکاری پر کم انحصار کیا، جس کی وجہ سے کریڈٹ کی رکاوٹیں کم ہو گئیں (گیلنڈو اور ملر، 2001ء)۔[28]

ملک کے لگ بھگ 70 فیصد خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے خردہ فروشی اور دیگر خدمات کے زمروں میں کام کرتے ہیں اس لیے پاکستان میں منقولہ اثاثوں کا مسئلہ بہت شدید ہے۔ ان کاروباری اداروں کے لیے، غیر منقولہ اثاثوں، جیسے ریئل اسٹیٹ، کا حصول دشوار ہے۔ مزید برآں، ملکی خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں میں غیر رسمیت کی بلند سطح اور ان کی بینکاری کی محدود ہسٹری کی وجہ سے ان زمروں میں قرضوں کا تخمینہ لگانا ایک بوجھل عمل رہا ہے، جس میں غیر بینکاری اور متبادل معلومات کے حصول اور پڑتال کی ضرورت ہوتی ہے۔[29] ضوابطی سطح پر، قرض کی درخواست کرنے والے کسی بھی ادارے کی جانچ پڑتال کے لیے بینکوں کو دستیاب معلومات کا واحد ادارہ سرکاری الیکٹرانک کریڈٹ انفارمیشن بیورو (ای سی آئی بی) ہے، جو 1998ء میں شروع کیا گیا تھا اور اسٹیٹ بینک کے تحت کام کر رہا ہے – اور دو نجی ملکیتی بیوروز ہیں، جو افراد اور کاروباری اداروں کے قرضے کا ڈیٹا بیس رکھتے ہیں۔ تاہم ان دونوں کی کارکردگی میں وقتاً فوقتاً بہتری کے باوجود، ان کی کوریج بہت کم رہی ہے؛ بیوروز صرف 10 تا 20 فیصد قرض گیروں اور چند ایس ایم ایز (جو 6 ملین روپے سے کم قرضے لیتے ہیں) کا ڈیٹا رکھتے ہیں۔[30]

اس کم کوریج کی بنیادی وجہ مالی شمولیت کی بالعموم پست صورتِ حال ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ ان بیوروز نے ٹیلی کام اور یوٹیلیٹی کمپنیوں سے معلومات اکٹھی نہیں کیں، جو خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی کریڈٹ ہسٹری مرتب کرنے میں کافی حد تک حصہ لے سکتی تھیں۔ مزید یہ کہ، پاکستان میں صرف سرکاری شعبے (اسٹیٹ بینک کی ای سی آئی بی) میں ایک ضخیم کریڈٹ رجسٹری موجود ہے۔ جس کا بنیادی مقصد مجموعی بینکاری نظام کی ضابطہ کاری اور نظم و نسق کی معاونت ہے۔ چنانچہ ان کی تشکیل ضابطہ کار، جیسے مرکزی بینک کے استعمال کے مطابق ہوئی ہے، اور وہ کمرشل بینکوں کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، 90 فیصد نجی بیورو کے مقابلے میں سرکاری کریڈٹ رجسٹریوں میں سے صرف 14 فیصد نے، کریڈٹ اسکورنگ جیسی خدمات پیش کیں۔[31] کاروبار کرنے کے اظہاریے 2020ء کے مطابق، متعدد معیشتوں میں تھرڈ پارٹی کے اعداد و شمار (جیسے خردہ فروشوں اور یوٹیلٹی خدمات کے فراہم کنندگان سے حاصل کردہ معلومات) کو جمع کرنے والی رجسٹریاں اور بیورو کوریج کی 67 فیصد کی اوسط شرح (بالغان کا فیصد) حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

لہٰذا، نجی کریڈٹ رجسٹریوں کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے اور لائسنس دینے پر تاخیر سے توجہ دینا ملک کے لیے گراں ثابت ہوا۔ اس اثنا میں، بیشتر دیگر علاقائی معیشتوں نے ایشیائی مالی بحران (ہانگ کانگ، ملائیشیا، ویتنام)،[32] اور / یا 2000ء کی دہائی کے آغاز پر قرضے میں تیزی سے توسیع (سنگاپور، بھارت، تھائی لینڈ، جنوبی کوریا) کے بعد اس محاذ پر توجہ مرکوز کرنا یا اس میں وسعت دینا شروع کر دی۔[33] تاہم، قرضے کی معلومات جمع کرنے کے عمل میں پیش

---

[27] لو، آئی، اور این، مائلنکو (2003ء) قرضے کی رپورٹنگ اور مالکاری کی رکاوٹیں۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 3142۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

[28] گیلینڈو، اے، اور ایم، ملر (2001ء) کیا کریڈٹ رجسٹریاں قرضے کی رکاوٹوں کو کم کر سکتی ہیں؟ فرم کے سرمایہ کاری کے فیصلوں میں قرضے کی رجسٹریوں کے کردار پر تجربی ثبوت۔ انٹر امریکن ڈویلپمنٹ بینک سیمینار، "مسابقت کی جانب: ادارہ جاتی راہ"۔ سینٹیاگو: انٹر امریکن ڈویلپمنٹ بینک

[29] مثال کے طور پر، اسٹیٹ بینک کی جانب سے منعقد کی گئی 2014ء کی تاجر اور ایجنٹ کی ثالثی قرض گاری کے (آزمائشی) مطالعہ احوال سے پتہ چلا کہ کسی قرض کو حتمی شکل دینے میں بینک کو اوسطاً لگ بھگ 17 ایام کار لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ٹریژری اور محصول کے محکموں کے ساتھ بات چیت نے اس عمل میں مزید 7 ایام کار کا اضافہ کیا۔ بالآخر، اختتام ہفتہ، امن و امان کی صورت حال، اور کاشت کاروں کے لیے ذرائع نقل و حمل کی ناکافی فراہمی جیسے عوامل کی وجہ سے تاخیر کے نتیجے میں ایک ہی لین دین کو مکمل ہونے کے لیے مجموعی طور پر 52 کاروباری دن درکار تھے۔ حوالہ: بلوچ کے اے، اور ایم، اے، چودھری (2014ء)، ایجنٹ انٹرمیڈیٹڈ لینڈنگ: ٹیاری کیس شعبہ تحقیق، عارضی (Occasional) ریسرچ پیپرز۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان

[30] نینوا، ایل، سی، تھیورونیانگ، اور اے، احمد (2009ء)، "پاکستان کے غریبوں تک مالکاری لانا: نیم محروم اور چھوٹے کاروباری اداروں کے لیے مالیات تک رسائی پر مطالعہ"۔ رپورٹ نمبر 48672۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[31] عالمی بینک (2004ء)۔ 2005ء میں کاروبار کرنا: نمو کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[32] چکرورتی، آر، جی، بی ایچ، سٹی بینک، این اے، اور بینک، اے پی سی (2005ء)۔ ایشیا پیسیفک میں کریڈٹ بیورو کا ارتقا۔ نیویارک: سٹی بینک، این، اے۔

[33] سان فرانسسکو کے فیڈرل ریزرو بینک (2011ء)۔ ایشیا میں کریڈٹ بیورو۔ ایشیا فوکس نیوز لیٹر اکتوبر 2011ء میں جاری کیا گیا۔ سان فرانسسکو: فیڈرل ریزرو بینک آف سان فرانسسکو۔

رفت کے باوجود کریڈٹ کوریج اور قانونی حقوق کی مضبوطی کے لحاظ سے پاکستان دوسرے ممالک سے پیچھے ہے (**جدول 7.1**)۔

مزید برآں، ان شعبوں میں بھی جہاں ضمانت کی فراہمی سے بینکوں کے خدشات کم کرنے میں مدد ملنا چاہیے تھی، وہاں قرقی کے قوانین کے کمزور نفاذ کی وجہ سے قرض گاری کم رہی۔ اس نے بالخصوص رہن کو متاثر کیا، جو ترقی یافتہ ممالک اور ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں دونوں میں گھرانوں کو دیے جانے والے بیشتر قرض پر مشتمل ہوتے ہیں (اس بارے میں مزید بات آگے کی جائے گی)۔ مزید یہ کہ، ملک میں خراب قرضوں کی بازیافت ہمیشہ سے ہی ایک مشکل، وقت طلب، اور مہنگا کام رہا ہے۔ جہاں تک قرض کی معافی کی بات ہے، ضوابطی بنیادوں پر جائز ہونے کے باوجود، نفاذ کے امور کی وجہ سے کمرشل بینک اپنے کھاتوں میں جمع ہو جانے والے خراب قرضوں کی صفائی نہیں کر سکے ہیں۔

جدول 7.1: قرضے کے حصول میں نرمی–ایک موازنہ*

قانونی حقوق کی طاقت (0-12)

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	3	3	3	3	2	2	2	2	2	5	5
بھارت	8	8	8	8	6	6	6	6	8	9	9
انڈونیشیا	5	5	5	5	4	4	5	6	6	6	6
ملائشیا	10	10	10	10	7	7	7	7	7	7	7
پاکستان	**5**	**5**	**5**	**5**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**
فلپائن	4	4	4	4	1	1	1	1	1	1	1
سری لنکا	4	4	4	5	2	2	2	2	2	2	2
تھائی لینڈ	5	5	5	5	3	3	3	3	7	7	7
ویتنام	7	7	7	7	7	7	7	7	8	8	8

قرض کی معلومات کے اشاریے کی گہرائی (0-8)

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	6	6	6	6	8	8	8	8	8	8	8
بھارت	5	5	5	5	7	7	7	7	7	7	7
انڈونیشیا	5	5	5	5	6	6	6	6	7	8	8
ملائشیا	6	6	6	6	7	7	7	8	8	8	8
پاکستان	**2**	**2**	**2**	**2**	**3**	**3**	**3**	**7**	**7**	**7**	**7**
فلپائن	0	0	0	4	6	6	6	7	7	7	7
سری لنکا	5	5	5	5	6	6	6	6	6	6	6
تھائی لینڈ	5	5	5	5	6	6	6	7	7	7	7
ویتنام	4	4	4	4	6	6	7	7	7	7	8

کریڈٹ بیورو/رجسٹری کی کوریج (بالغوں کا فیصد)**

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	8	10	14	16	20	22	21	22	25	27	31
بھارت	10	10	15	15	20	22	22	21	44	56	63
انڈونیشیا	22	25	32	36	41	46	49	52	55	58	40
ملائشیا	82	100	83	82	77	79	77	76	83	87	89
پاکستان	**6**	**6**	**7**	**7**	**8**	**7**	**7**	**9**	**10**	**11**	**12**
فلپائن	1	1	1	7	7	7	8	10	11	12	14
سری لنکا	14	19	29	34	39	45	50	57	35	47	49
تھائی لینڈ	33	36	42	44	49	53	60	53	57	60	57
ویتنام	19	26	30	38	39	42	42	42	51	55	59

* 2015ء سے طریقہ کار میں تبدیلی آئی؛ 2010ء سے 2013ء کی اشکال پرانے طریقہ کار پر مبنی ہیں۔ ہلکے رنگ پست اسکور اور گہرے رنگ بلند اسکور کی نمائندگی کرتے ہیں (بلند تر بہتر ہے)۔

** پیور وپار جسٹری کوریج کا بلند تر لیا گیا ہے

اعداد و شمار کا ماخذ: کاروبار کرنے کے اظہاریے، عالمی بینک

ج۔ دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں میں ریاست کی مداخلت اب بھی ایک عام بات ہے اور کچھ ممالک میں قرضے کے نفوذ میں موجود اختلافات کی وجہ ہوسکتی ہے

اہم بات یہ ہے کہ یہ رسدی مسائل- معلومات کی بہت ساری بے ترتیبی اور قرضوں کی معافی و قرقی کے ضمن میں بینکوں کو درپیش رکاوٹیں، نجی قرضے کی نمو میں موافق گردشی (pro-cyclical) عناصر کو بڑھاوا دینے کا مضبوط رجحان رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ بدحالی یا بحران کے زمانے میں نمو کو فروغ دینے کے لیے بینک قرض کے استعمال کے امکانات کافی محدود ہیں۔ اس تناظر میں، یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ بہت سی ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں، ریاست اب بھی منتخب اداروں کے ذریعے مخالف گردشی (counter-cyclical) پالیسیاں مرتب کرنے میں مصروف ہے اور ترقیاتی مالیات کے ایجنڈے پر بھی سرگرمی سے عمل پیرا ہے۔

شکل 7.9: مجموعی بینکاری اثاثوں میں سرکاری بینکوں کا حصہ

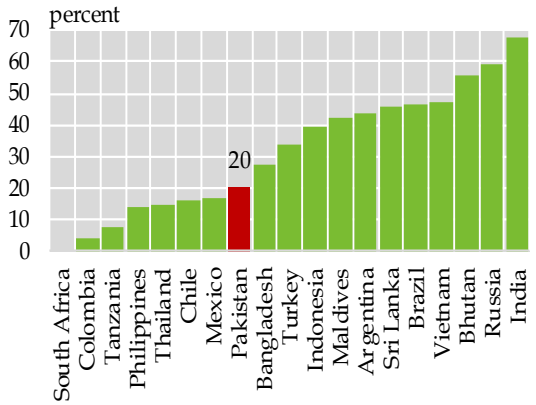

Source: Bank Regulation and Supervision Survey 2019 Database, World Bank; Figure are for 2016

1980ء کی دہائی کے اواخر میں آزادکاری اور ڈی ریگولیشن کے بعد، 2016ء کے دوران دنیا میں ریاستی بینکوں کا بینکاری نظام کے کل اثاثوں میں حصہ صرف 14 فیصد رہ گیا جبکہ 1970ء میں یہ اوسطاً 67 فیصد تھا۔[34] تاہم، کچھ ممالک، جیسے چین، بھارت، روس، ویتنام اور برازیل، نے بینکاری نظام کے تقریباً نصف اثاثوں پر ریاستی اختیار برقرار رکھا (**شکل 7.9**)۔ ارجنٹینا، انڈونیشیا، سری لنکا، اور ترکی میں بھی 30 تا 50 فیصد اثاثوں کے ساتھ سرکاری بینکوں کی موجودگی نمایاں ہے۔ اس کے برخلاف، پاکستان نے بیشتر مشرقی ایشیائی، یورپی اور وسط ایشیائی ممالک کی طرح، بینکاری نظام میں ریاست کے کردار کو نمایاں طور پر کم کرنے کا فیصلہ کیا۔[35] 2020ء تک سرکاری بینکوں کا حصہ کم ہو کر صرف 20 فیصد رہ گیا ہے جبکہ 1990ء میں یہ 90 فیصد تھا۔

کچھ ابھرتی ہوئی معیشتوں کے سرکاری بینکوں کے بڑے حصے کو جاری رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ادارے منڈی کے نقائص کی تلافی کرکے بالخصوص طویل مدتی قرضے، انفراسٹرکچر کی مالکاری، اور نیم محروم شعبوں، جیسے ایس ایم ایز اور زراعت، کے لیے مالیات تک رسائی فراہم کرکے ترقیاتی کردار ادا کرتے ہیں۔ مزید برآں، تجربی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سرکاری ملکیت والے کمرشل بینکوں کے قرض گاری آپریشنز اقتصادی اتار چڑھاؤ سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے (ڈوپرے، 2015ء)۔[36] سرکاری بینکوں کے ذریعے قرضہ دینا نجی بینکوں کے مقابلے میں کم موافق گردشی (pro-cyclical) ہوتا ہے—خاص طور پر، اگر بینک کسی ایسے ملک میں کام کرتا ہے جس کی درجہ بندی نظم و نسق کے پیمانے پر بلند ہو (برٹے وغیرہم، 2015ء)۔[37] تاہم، سرکاری اداروں میں نظم و نسق کے مسائل اور سیاسی مداخلت اکثر وسائل کی غلط تقسیم اور ناقص کارکردگی کا باعث بنی، اور اس نے بہت سے ممالک (بشمول پاکستان) کو نجی ملکیت کی طرف دھکیل دیا۔[38] بہت سی ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے ماضی کے تجربات یہ بھی بتاتے ہیں کہ "قرضے دینے میں دوست پروری بڑے مالیاتی واجبات کو جنم دے سکتی ہے اور سرکاری شعبے میں ادائیگی قرض کی صلاحیت اور مالی استحکام کو خطرے میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ

[34] چیچاک، ایم اور اے دیمرگچ کنٹ (2013ء)۔ مالیات میں ریاست کے کردار پر نظر ثانی۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 6400۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[35] 1994ء میں مشرقی ایشیا اور یورپ اور وسطی ایشیا میں سرکاری بینکوں کا حصہ بالترتیب 23 اور 48 فیصد سے کم ہو کر 2010ء میں 13 اور 14 فیصد ہو گیا۔ [کل، آر، ایم، ایس، ایم، پیریا اور جے، ویریئر (2018ء)۔ بینک کی ملکیت: رجحانات اور مضمرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[36] ڈوپرے، ٹی (2015ء)۔ "کیا سرکاری بینک عام رجحان کے برعکس قرض دیتے ہیں؟" بین الاقوامی جرنل آف مرکزی بینکاری۔ 11:65 تا 112۔

[37] برٹے، اے، سی، اے، ڈیمرگچ کنٹ، اور ایچ، ہوئیزنگا (2015ء)۔ کاروباری دور پر بینک کی ملکیت اور قرض: کیا مرکزی بینک کی قرض گاری موافق گردشی ہے؟۔ جرنل برائے بینکاری و مالیات۔ 50 "326 تا 339۔

[38] کل، آر، ایم، ایس، ایم، پیریا اور جے، ویریئر (2018ء)۔ بینک کی ملکیت: رجحانات اور مضمرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 8297۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

وسائل کی غلط تقسیم اور بالآخر ترقی کی رفتار کم کرتی ہے"۔[39] پاکستان کا تجربہ بھی کچھ مختلف نہیں رہا۔[40]

ترقیاتی مالیات کے حوالے سے بھی، اگرچہ اصلاحات کے بعد کے عرصے میں پاکستان ہدفی قرضے کے استعمال سے دستبردار ہو گیا، تاہم متعدد ایشیائی ممالک میں یہ عمل جاری رہا۔ مثال کے طور پر، بھارت میں بینکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے قرضے کے مجموعی جزدان کا کم سے کم 40 فیصد سے زائد قرضہ ترجیحی شعبوں کو دیں۔[41] برازیل میں، مختص قرضہ مجموعی بینک قرض کے تقریباً نصف حصے پر مشتمل ہے؛[42] اہم بات یہ ہے کہ بینکوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بچت کھاتوں کی 65 فیصد سیالیت مکاناتی مالکاری کے لیے دیں، جس میں سے 80 فیصد قرضے رعایتی شرحِ سود پر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح، انڈونیشیا میں، بینکوں کے مجموعی قرضہ جزدان کا کم از کم 20 فیصد ایس ایم ایز کے لیے مختص کرنا ضروری ہے۔ تھائی لینڈ میں، بینکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ڈپازٹس کے کم از کم 20 فیصد کے برابر رقم ایس ایم ای قرضوں کے لیے مختص کریں۔ فلپائن میں، ایس ایم ایز کو دیے جانے والے قرضوں کا مجموعی قرض گاری جزدان کے کم از کم 8 فیصد پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

اس طرح کے نقطہ ہائے نظر کی افادیت بحث طلب ہے: یہاں تک کہ ایسے ممالک میں بھی، جنھوں نے ہدفی قرضے کی موجودگی میں اقتصادی نمو حاصل کی، جبری قرض گاری کے تصور کے خلاف کچھ مزاحمت پائی جاتی ہے۔ بھارت اس مظہر کی ایک بہترین مثال ہے۔ 1990ء کی دہائی میں ترجیحی شعبوں کو قرض گاری ملک کی مالی اصلاحات کا ایک اہم عنصر تھا، جو آج بھی، کچھ ترمیم کے ساتھ جاری ہے۔ تاہم، اس حقیقت کے باوجود کہ بھارت میں جی ڈی پی کی شرح نمو 1991ء تا 2019ء کے 28 برسوں کی اوسط تقریباً 6.3 فیصد تھی، ترجیحی شعبوں کو قرض گاری کو اس بنیاد پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ اس کی عدم موجودگی میں ملک کی کارکردگی مزید بہتر ہو سکتی تھی۔[43] اسی طرح، بینکوں کے قرضے اور سرمایہ کاری کے فیصلوں میں ریاست کی حد سے زیادہ مداخلتوں کے نتیجے میں ویتنام کے مالی شعبے میں بھی کمزوریاں سامنے آئی ہیں۔[44]

گذشتہ ایک دہائی کے دوران، پاکستان میں صرف ایک قسم کی مداخلتیں ہوئی ہیں، جو یہ ہیں: i) برآمد کنندگان اور برآمدات پر مبنی سرمایہ کاری منصوبوں، ایس ایم ای اور خصوصی زمروں (جیسے کاروباری خواتین اور خصوصی افراد) کے لیے اسٹیٹ بینک کی رعایتی نومالکاری سہولتیں؛ ii) ڈونر کی مالی اعانت سے چلنے والی اشتراکِ خطر کی قرضہ اسکیم کا انتظام اور پہلی کریڈٹ گارنٹی کمپنی (دی پاکستان کریڈٹ گارنٹی کمپنی لمیٹڈ کا قیام)؛ iii) ایس ایم ای مالکاری کے لیے اسٹیٹ بینک کی جانب سے کمرشل بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کے لیے علامتی اہداف؛ اور iv) بینکوں کی استعداد میں اضافی اور ایس ایم ایز میں مالی شعبے کی آگاہی پیدا کرنا۔ ان کے نتائج اب تک ملے جلے رہے ہیں۔

---

[39] حوالہ: حاشیہ 34 میں درج کردہ

[40] جیسا کہ مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء میں غور کیا گیا ہے، "سرکاری بینکوں کو اثاثوں، ڈپازٹس، پیشگیوں اور سرمایہ کاری کے لحاظ سے اپنے مارکیٹ حصص کو برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ مزید برآں، سیاسی مداخلت، زائد عملہ، زیادہ برانچیں اور نااہلیتوں کی وجہ سے اس گروپ میں بڑے غیر فعال قرضوں، بلند انتظامی اخراجات، بھاری نقصانات اور دیمک زدہ سرمایہ جاتی اساس کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

[41] یہ ضرورت 1980ء کے بعد سے موجود ہے، جب کمرشل بینکوں کو مارچ 1985ء تک ترجیحی شعبوں میں اپنے قرضوں کا تناسب مجموعی بینک قرضوں کے 40 فیصد تک بڑھانے کی ہدایت دی گئی تھی۔ ان ترجیحی شعبوں میں زراعت، خرد اور چھوٹے کاروباری ادارے، تعلیم، خرد قرضے، مکانات کاری، بعض شعبوں کو برآمدی قرضے وغیرہ شامل تھے۔ تب سے، ترجیحی شعبے کے قرضوں کے دائرہ کار اور متعدد بینک گروپوں کے لیے اہداف اور ذیلی اہداف میں متعدد تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں (ماخذ: ریزرو بینک آف انڈیا)

[42] برازیلی حکومت سرکاری ملکیت والے بینکوں اور مختص قرضوں کے ذریعے قرضہ منڈی میں مداخلت کرتی ہے۔ فرموں کو بشمول دیگر سرمایہ کاری، برآمدات یا زراعت کی ترغیب دینے کے پروگراموں کے ذریعے مختص قرضے مل سکتے ہیں۔ یہ قرضے یا تو براہ راست حکومت کے زیر ملکیت بینکوں کے ذریعے دیے جاتے ہیں یا نجی بینکوں کے ذریعے۔ ان قرضوں پر عائد سود کی شرحوں کو منضبط کیا جاتا ہے اور وہ غیر منضبط قرضہ منڈی میں عائد محصولات سے کافی کم ہیں۔ [ماخذ: بونومو، ایم اور بی، مارٹنز (2016ء)۔ زری منتقلی کے نظام میں حکومت کے لیے گئے قرضوں کا اثر: ہم فرموں کی سطح کے اعداد و شمار سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ ورکنگ پیپر 419۔ برازیلیا: بانکو سینٹرل دو برا سیل]

[43] یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بھارت میں نجی شعبے کی قرض گاری کا پیداوار پر نہ ہونے کے برابر اثر پڑا، اور اس کا موازنہ زراعت اور چھوٹے پیمانے کی صنعت کے لیے منتقلی کے پروگرام سے کیا جا سکتا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: جے، اے، ہینسن (2006ء)۔ "انڈونیشیا اور بھارت: دباؤ اور آزاد کاری کے متضاد طریقے"۔ جی، کیپریو، پی ہونہان، اور جے، ای، اسٹیگلٹز (ایڈ)۔ مالی آزاد کاری: کب اور کتنی تیز؟ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس۔ مزید یہ کہ جبری قرض گاری کی عدم موجودگی میں، یہ فنڈز کارپوریٹ سیکٹر میں پیداواری فرموں کے لیے زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے تقسیم کیے جا سکتے تھے، جس کے نتیجے میں زیادہ پیداوار، ملازمتوں کی تخلیق، اور ممکنہ طور پر بلند ٹیکس محاصل مل سکتے تھے، جو ہدفی قرضے کی اسکیموں کے مقابلے میں حکومت کے فلاحی مقاصد کو بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، فریل، ڈی، ایس لنڈ، ای گرین برگ، جے روزن فیلڈ، اور ایف مورین۔ (2006ء) مالیاتی شعبے کی اصلاحات کے ذریعے ہندوستان کی نمو کو تیز کرنا۔ سان فرانسسکو: میکینزی گلوبل انسٹی ٹیوٹ۔

[44] ماخذ: عالمی بینک، (2014ء)۔ مالی شعبے کا جائزہ ویتنام۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

مثال کے طور پر ، اسٹیٹ بینک ماضی میں مختلف نومالکاری کریڈٹ گارنٹی سہولتوں کا آغاز کر چکا ہے اور ایس ایم ای شعبے کی مالی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ادارہ جاتی مالکاری اہداف تفویض کیے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ بالا کوششوں سے بینکوں کے ایس ایم ای مالکاری جزدان میں بہتری آئی ہے، تاہم ایس ایم ایز کی ایک بڑی تعداد مالی نظام سے باہر ہے۔ پھر، 2017ء کے دوران، اسٹیٹ بینک نے ایس ایم ای مالکاری کے فروغ کے لیے مجموعی حکمت عملی پر مبنی ایک جامع پالیسی کا آغاز کیا جو آسان طریقہ ہائے کار سے لے کر ضوابطی فریم ورک تک اور استعداد کاری سے لے کر رہنمائی تک کا احاطہ کرتی ہے۔ ہدف یہ تھا کہ 2020ء تک نجی شعبے کے قرضے میں ایس ایم ایز کے حصے کو 8 فیصد سے بڑھا کر 17 فیصد کر دیا جائے ، اور اس وقت کے قرض لینے والوں کی تعداد 174000 سے بڑھا کر 500000 کر دی جائے۔ عملاً ، پالیسی اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل نہ کر سکی۔ تاہم، برآمدی نومالکاری سہولتوں کے حوالے سے، اسٹیٹ بینک کے اقدامات کارگر رہے ہیں۔ مثلاً ، مالی سال 19ء اور مالی سال 20ء کے دوران ٹیکسٹائل میں جاری سرمائے کی تقریباً نصف سرگرمی کے لیے رقوم اسٹیٹ بینک کی برآمدی نومالکاری اسکیم (ای ایف ایس) سے ہی فراہم کی گئی تھیں۔

د۔ پست لاگت مکاناتی مالکاری اور گھرانوں کی مالکاری میں دشوارکُن حرکیات

قرضے کے بلند نفوذ والے ممالک کی ایک اہم خصوصیت گھرانوں کی بینک کے قرضوں تک رسائی ہے (**شکل 7.10 الف**)۔ بالخصوص متعدد ایشیائی ممالک جیسے، جنوبی کوریا، سنگاپور، اور ملائیشیا، میں مجموعی نجی قرضوں میں نمایاں حصہ رہن کا ہے، جہاں گھرانوں کے مجموعی قرضے جی ڈی پی کے 50 فیصد سے 70 فیصد کے درمیان ہیں۔ برکس (BRICS) ممالک کے بینک بھی گھریلو قرضوں کے وسیع جزدان کے حامل ہیں، جہاں یہ تناسب 12 فیصد سے 55 فیصد تک ہے۔ تاہم، پاکستان میں بینکوں کو بازیابی سے متعلق مختلف آپریشنل رکاوٹوں کا سامنا رہتا ہے۔ (**شکل 7.10ب**) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف پاکستان میں گھرانوں کو دیے جانے والے قرضوں کی سطح برائے نام ہے بلکہ ملک کے قانونی نظام میں تنازعے کے تصفیے کی استعداد کی موجودہ سطح کے پیشِ نظر جتنا انھیں ہونا چاہیے یہ اس سے بھی پست ہیں (شکل میں پاکستان کے عمودی فاصلے کو خطی رجحان سے ظاہر کیا گیا ہے)۔ پاکستان میں مکاناتی قرضوں کی مناسب طور پر تقسیم میں ناکامی کی چار اہم وجوہات ہیں:

پہلی وجہ کا تعلق اراضی کے حقِ ملکیت اور رجسٹری سے ہے۔ اراضی کا حقِ ملکیت اور اور رجسٹریشن دو طریقوں سے مالیات کو تحریک دے سکتے ہیں۔

اوّل، یہ پراسیسنگ کے وقت کو کم کر کے اور طریقہ کار کو معیاری بناتے ہوئے تلاش، لین دین اور منتقلی کے اخراجات کو کم کر سکتے ہیں۔ دوم، یہ تھرڈ پارٹی- کمرشل بینکوں - کو ملکیت کی حیثیت ، تاریخ اور جانچ کے بارے میں اہم معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔[45] اس سے بینکوں کے لیے خطرات میں کمی آئے گی، اور جس سے انھیں املاک کو بطور ضمانت استعمال کرتے ہوئے قرضے کی

شکل 7.10 الف: گھرانوں کے قرضوں اور نجی شعبے کے قرضے کے درمیان تعلق (2019ء)

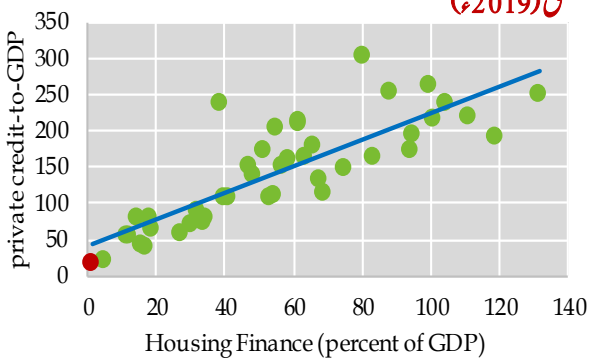

شکل 7.10 ب: گھرانوں کے قرضوں اور تنازعات کے درمیان تعلق

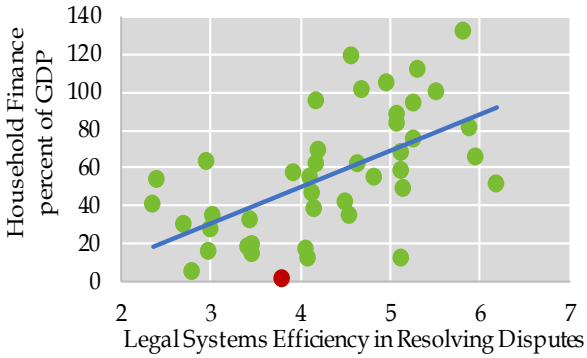

Note: Based on information of 43 AEs and EMDEs.
Red dot denotes Pakistan
Source: BIS; SBP; WEF Competitiveness Report

[45] ڈینگر، کے؛ اے، گوئیل (2010ء) گونگ ڈجیٹل: بھارت میں لینڈ رجسٹری کمپیوٹرائزیشن کے قرضے پر اثرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 5244۔ واسمن، ڈی سی: عالمی بینک۔

رسد بڑھانے کی ترغیب ملے گی۔ پاکستان میں اراضی کی رجسٹریشن کی اصلاحات پر ابھی تک مناسب طور پر توجہ مرکوز نہیں کی گئی ہے۔ انتظام اراضی کے روایتی انتظام میں بہت سارا کاغذی کام، نوکر شاہی بہت سی رکاوٹیں، آپریشنز کے متعدد امور اور پست آگاہی، شفافیت اور رسائی شامل تھے۔ اس سے بینکوں کی حوصلہ شکنی ہوئی کہ وہ رہن مالکاری کی طرف جائیں، اور گھرانوں اور فرموں کے دیگر اقسام کے قرضوں کے لیے املاک کو بطور ضمانت استعمال کریں۔

دوم، اپنے صارف کو پہچانو، کے ٹھوس تقاضوں کی عدم موجودگی کے علاوہ رئیل اسٹیٹ کے شعبے میں کمزور ضوابطی نگرانی اور اراضی اور املاک کی سرکاری قدر پیمائی شرحیں بہت پست ہیں۔ اس نے بنیادی طور پر نیم دستاویزی لین دین کے لیے قانونی موقع پیش کیا، جس سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جو اپنی دولت کو چھپانے اور ٹیکس واجبات کو کم کرنے کے خواہاں تھے۔ نتیجتاً یہ شعبہ سٹے بازی اور / یا مخفی سرمایہ کاریوں کو راغب کرتا رہا ہے، جس نے املاک کی قیمتوں میں اضافے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ، رئیل اسٹیٹ میں کسی سرگرمی کے بغیر، پلاٹوں کی فروخت میں نمایاں سرگرمی نظر آئی۔[46] ان عوامل نے ملک میں مکانات کی کمی کو بڑھانے اور پراپرٹی مارکیٹ سے حقیقی خریداروں کی کمی میں خاطر خواہ کردار ادا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھرانے مالکاری بذریعہ رہن سے استفادہ کر سکیں تو بھی مناسب رہائش کا حصول ان کی دسترس سے باہر رہے گا۔

پاکستان میں اکثریتی گھرانوں کی پست آمدنی والی سطحوں کے باعث یہ صورت حال اور مخدوش ہو گئی ہے۔ ہاؤس ہولڈ انٹیگریٹڈ اکنامک سروے (ایچ آئی ای ایس) کے مطابق، پاکستان میں گھرانوں کی اوسط آمدنی 56000 روپے ہے۔ کمرشل بینکوں (علاوہ ترقیاتی مالی ادارے) کے موجودہ رہن جزدان میں تقریباً 50 فیصد قرضہ تامالیت شرح کے ساتھ قرضے کا اوسط حجم 51 لاکھ روپے ہے۔ فرض کریں کہ عرصیت کی مدت 15 برس ہو تو، اس کا لگ بھگ تخمینہ یہی ہو گا کہ رہن کی قسطوں کی ادائیگی کے لیے مطلوبہ ماہانہ آمدنی گھرانے کی اوسط آمدنی سے 3 گنا زیادہ ہو (شکل 7.11)۔ بالفاظِ دیگر، مکاناتی قرضے حاصل

شکل 7.11 الف: پاکستان میں مکاناتی قرضوں کی استطاعت کا تجزیہ

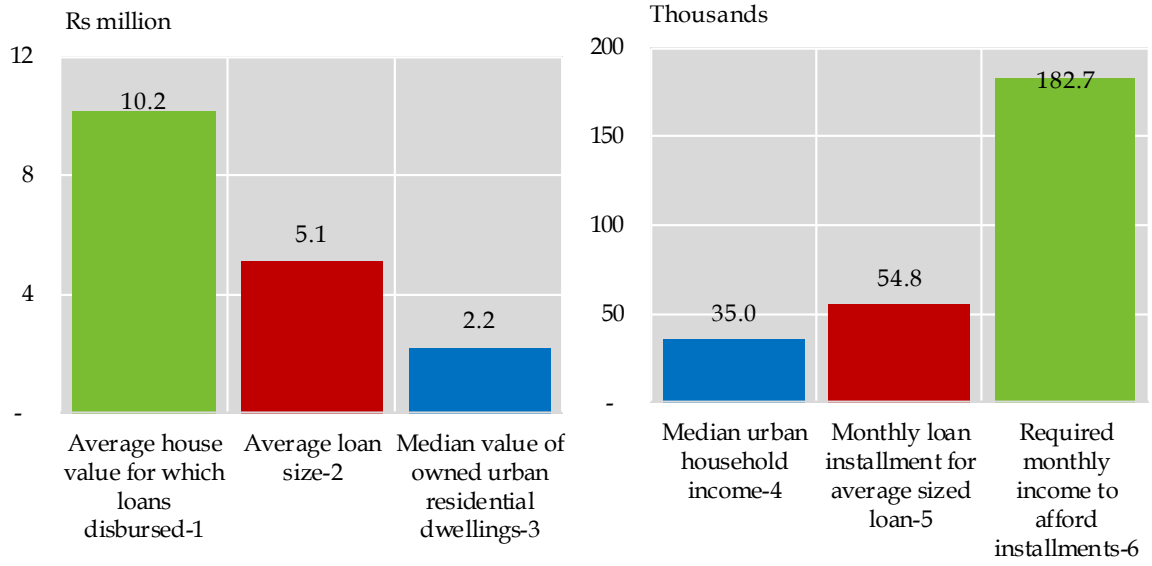

Source: 1 and 2: Based on average LTV ratio and average loan size from SBP Housing Finance Review Jul-Sep 2016

3 and 4: HIES 2018-19, PBS

5: authors' calculations based on LTV ratio of 50 percent, weighted average markup rate of 10 percent, and average maturity period of 15 years (fgures rounded); data from SBP Housing Finance Review Jul-Sep 2016

6: Assuming 30 percent of household income as housing expediture criteria as used in the March 8, 2018 official document of the Pakistan Housing Finance Project, World Bank

[46] جون 2011 سے، جہاں سے املاک کی قیمتوں کا کوئی تخمینے دستیاب ہیں، پاکستان میں جون 2018 تک پلاٹ کی قیمتیں تقریباً تین گنا بڑھ گئیں، جبکہ اسی مدت کے دوران گھر کی قیمتوں میں 139 فیصد اضافہ ہوا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی پہلی سہ ماہی رپورٹ برائے 2019ء کا خصوصی سیکشن 1: رئیل اسٹیٹ – اعلان کردہ اصلاحات پر عمل درآمد

کرنے کے خواہاں افراد کے پاس ڈاؤن پیمنٹ کے لیے پس انداز کی گئی کافی رقم موجود ہو، اور وہ نسبتاً بلند ماہانہ ادائیگیاں کرنے کے قابل بھی ہوں۔

سوم، نجی شعبے کے بلڈروں اور ڈویلپروں کی دلچسپی غیر متناسب اور محدود رہی ہے۔ ابتداً وفاقی اور صوبائی حکومتیں اور شہری ترقیاتی حکام شہری مکاناتی منڈی کے نمایاں فریق تھے۔ تاہم، گذشتہ دو دہائیوں کے دوران، صورت حال ڈرامائی طور پر تبدیل ہوئی، نجی شعبے کے متعدد فریق منڈی میں آئے اور بڑے شہری علاقوں میں رہائشی اسکیمیں ترتیب دیں۔ مکانات کی بڑھتی ہوئی کمی کو دور کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے مراعات کا بار بار متعارف کرایا جانا اس کی وجہ تھا۔ ٹیکس میں نرمی، بلڈنگ کوڈ میں نرمی، پروسیسنگ میں تیزی، اعانتی (سبسڈی والی) زمین وغیرہ، ان مراعات میں شامل تھیں۔

تاہم، نجی شعبے کی اسکیمیں اپنے حقیقی مقصد کو مؤثر طور پر پورا نہ کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلند منافع کے حصول اور کم قیمت پر رہائش فراہم کرنے سے منسلک دشواریوں سے بچنے کے لیے بلڈروں اور ڈویلپروں نے بنیادی طور پر ملک کے بالائی اور بالائی و متوسط آمدنی والے گھرانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رہائشی منصوبے مرتب کیے۔ مزید برآں، حکومتوں میں تبدیلی کی وجہ سے اعلان کردہ مراعاتی پیکیجز کی اعانت بھی ختم ہو گئی اور وہ پس منظر میں چلے گئے۔ نتیجتاً، اس طرح کی اسکیموں کا الٹا اثر ہوا، جس سے منڈی میں سٹے بازی بڑھی، املاک کی قیمتوں میں اضافہ ہوا، اور ملک میں مکانوں کی کمی اور بڑھ گئی۔[47]

چہارم، مؤثر قانونی فریم ورک نہ ہونے کی وجہ سے بینک اکثر گھرانوں کو قرضہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔ بازیابی، قرقی، اور بے دخلی کے قوانین 2001ء کے مالی ادارہ جات (قرضوں کی بازیابی) آرڈیننس (سیکشن 15[2] اور 15[4]) میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں، جس کے تحت قرض دینے والے اداروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نادہندہ ہو جانے کی صورت میں عدالت سے رجوع کیے بغیر رہن شدہ جائداد قرق کر لیں۔ تاہم سیکشن 15 پر عدالت کا حکم امتناع پاکستان میں مکاناتی مالکاری کی نمو میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسٹیٹ بینک نے متعلقہ فریقوں سے مشاورت کے ساتھ اس قانون میں ترامیم تجویز کی ہیں۔ اسٹیٹ بینک نے ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت درکار قواعد کے مسودے کی تیاری میں بھی حکومت کی مدد کی۔ وفاقی حکومت نے جولائی 2018ء میں ان قواعد کو نوٹیفائی کیا تھا، اور وہ بمطابق احکامات عدالت میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ مارچ 2020ء کو اپنے حتمی فیصلے میں، لاہور ہائیکورٹ نے سیکشن 15 کو غیر آئینی قرار نہیں دیا۔ اکتوبر 2020ء میں سپریم کورٹ نے بھی اس فیصلے کے خلاف اپیل خارج کی ہے۔ مستقبل میں یہ پیشرفتیں رہن مالکاری بڑھانے میں شراکتی بینکوں کے خدشات دور کرنے میں مدد دیں گی۔

ہ۔ مالیاتی اور قرضہ منڈی کی نامکمل اصلاحات

اصلاحات سے قبل، ایس ایل آر کی بلند شرائط، بلاواسطہ زری کنٹرول، متعین کردہ شرحِ سود اور این سی سی کے قیام کا مقصد بینک کے قرضے کے بہاؤ کو براہِ راست نجی شعبے تک محدود کرنا، اور ساتھ ہی بینکوں کی جانب سے حکومت کی بجٹ کے لیے قرض کی ضروریات کی تکمیل تھا۔ چنانچہ، توقع تھی کہ ان جابرانہ اقدامات کو ختم کرنے سے بینک حکومت کو قرض دینے پر "مجبور" نہیں ہوں گے اور اس کے بجائے وہ اپنی رقوم نجی شعبے کو قرض دیں گے۔[48] 2008ء تک، یہ واضح ہوا کہ یہ توقعات پوری طرح سے غلط نہیں تھیں، کیونکہ سرکاری وثیقوں میں بینکوں کی سرمایہ کاری کسی حد تک محدود ہو گئی۔ تاہم، غالب گمان یہی ہے کہ پست مالیاتی خسارے کے باعث یہ پیش رفت ہوئی جس کی وجہ اس مدت میں نان ٹیکس محاصل کی بلند وصولیوں کے ساتھ ساتھ نجکاری سے ہونے والی وصولیاں تھیں۔ یہ امر بھی اس دلیل کی تائید کرتا ہے کہ جیسے ہی مالی سال 08ء سے مالی خسارے میں ایک بار پھر اضافہ ہونا شروع ہوا، حکومت پر بینکوں کے دعووں نے بھی پلٹا کھایا اور 2019ء کے اختتام تک، یہ بلند ترین سطح پر پہنچ گئے (**شکل 7.12الف**)۔

[47] ان ہیبی ٹاٹ (2018ء)۔ "پاکستانی شہروں میں مکانات کاری"۔ ان دی اسٹیٹ آف پاکستانی سٹیز 2018ء۔ اسلام آباد: یونائیٹڈ نیشنز ہیبی ٹاٹ (صفحہ 59 تا 68)۔

[48] مطلوبہ ایس ایل آر بتدریج 45 فیصد سے گھٹ کر اکتوبر 1993ء میں 35 فیصد اور مئی 1994ء میں 25 فیصد رہ گیا۔ مئی 1997ء کے دوران یہ تناسب مزید کم ہو کر 20 فیصد اور جون 1998ء میں 15 فیصد رہ گیا۔

تاہم، ممالک کے جائزے سے پتا چلتا ہے کہ میزانیہ قرض گاری کے لیے بلند مالیاتی خسارے اور بینک کی سیالیت کے لیے مختص بلند رقم نجی قرض تا جی ڈی پی کی اتنی پست شرح کی کلی وجہ نہیں ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، بھارت، سری لنکا، مصر، ترکی اور ملائشیا میں گذشتہ 15 برسوں کے دوران مالیاتی خسارہ مستقل طور پر بلند رہا، پھر بھی ان تمام برسوں میں ان کے قرضوں میں پاکستان کے مقابلے میں خاصی نمو ہوئی۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ، بھارت، مصر اور برازیل میں حکومت پر بینکوں کے اور زیادہ دعوے موجود ہیں؛ پھر بھی ان کے بینکوں نے نجی شعبے کی نمو میں مناسب حصہ لیا (**شکل 7.12ب**)، خصوصاً پاکستان کے مقابلے میں۔ اگرچہ یہ موازنے بین الممالک تناظر میں اہم ہیں، لیکن ان کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ ان معیشتوں میں نجی شعبے کے لیے قرض کی گنجائش ختم نہیں ہو رہی۔ مثال کے طور پر، بوئس (2019ء) کو 88 ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے ایک کثیر متغیری (multivariate) تجزیے سے پتا چلا کہ "

بینکوں سے لیے جانے والے بلند سرکاری قرضے نجی شعبے کے قرضے کی پست نمو اور بینکاری شعبے کے اثاثوں پر بلند منافع سے منسلک ہیں۔" مزید برآں، اس تحقیق میں بتایا گیا کہ اس منفی تعلق نے تناؤ کے اوقات میں جزدانوں کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے بینکوں کے محفوظ اثاثوں کی طرف مائل ہونے کا اشارہ کیا۔[49] اسی طرح کے نتائج آئی ایم ایف (2015ء)،[50] الٹویلا، وغیرہم (2016ء)[51]، اور بہل، وغیرہم (2015ء)، میں بھی پائے گئے۔[52] پاکستان کے لحاظ سے، بینکاری صنعت کا مجموعی حجم اور ملکی قرضہ منڈی میں گہرائی نجی قرضے پر مالیاتی قرض گیری میں کمی کی اہم وجوہات ہیں۔ تاہم بینکوں کے اثاثوں کے جزدان میں حکومت کے حصے اور معیشت میں بینکاری تفاوت کے مابین تعلق بھی ایک اہم عنصر ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، پاکستان میں عالمی مالی بحران کے بعد کے دور میں بینکوں کے احترازِ خطر میں اضافہ ہوا کیونکہ چھوٹے کاروباری اداروں کے نادہندہ

شکل 7.12 الف: پاکستان میں مرکزی حکومت پر دعوے

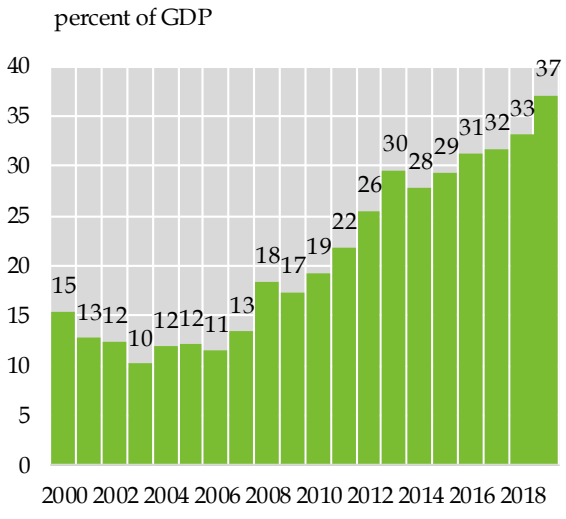

Source: World Bank

شکل 7.12ب: ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں نجی شعبے کے قرضے اور حکومت پر دعووں کے درمیان تعلق

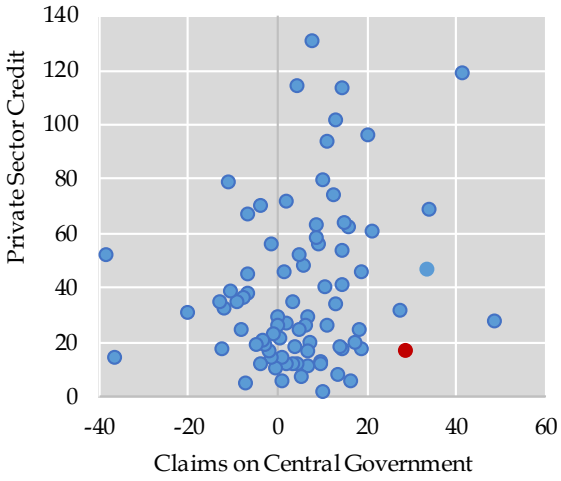

Red dot denotes Pakistan

[49] بوئس، آر (2019ء)۔ ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں سرکاری تمسکات اور نجی شعبے کے قرضے میں بینکوں کی تحویل۔ ورکنگ پیپر نمبر 19/224۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

[50] آئی ایم ایف (2015ء)۔ عرب جمہوریہ مصر، آرٹیکل IV مشاورت برائے 2014ء کے لیے عملے کی رپورٹ، کنٹری رپورٹ 15/33۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔ فنڈ نے غور کیا کہ "پست قرضہ سرکاری شعبے کی قرض گیری میں کمی کی عکاسی کرتا ہے، جس سے شرح سود بڑھ جاتی ہے اور نجی شعبے کو قرض دینے کے لیے ترغیبات کم ہو جاتی ہیں۔"

[51] الٹویلا، سی، ایم، پگانو، اور ایس، سونیلی (2017ء)۔ بینک انکشاف اور مطلق تناؤ کی منتقلی۔ مالیات کا جائزہ، 21(6):2103 تا 2139۔ مصنفین نے کہا کہ بینک بلند غیر فعال قرضوں کی مدت کے دوران سرکاری تمسکات کی تحویل میں اضافہ کرتے ہیں۔

[52] بہل، جی، ایم، رئیسی، اور وی، ٹیولین (2018ء)۔ کمی یا اضافہ؟ بھارت میں سرکاری و نجی سرمایہ کاری۔ عالمی ترقیات، 109، 323 تا 333۔ مصنفین نے کہا کہ "---1950ء تا 2012ء کی مدت میں سرکاری سرمایہ کاری نے بھارت میں نجی سرمایہ کاری کو کم کر دیا۔ اس کے برعکس، 1980ء تا 2012ء کے ماضی قریب کی مدت میں ہمیں نجی سرمایہ کاری میں اضافہ دکھائی دیا۔ تعلق میں اس تبدیلی کی وجہ پالیسی اصلاحات کو قرار دیا جا سکتا ہے جن کا آغاز 1980ء کی دہائی کے اوائل میں ہوا اور 1991ء کے بھارتی توازنِ ادائیگی کے بحران کے بعد انھوں نے زور پکڑ لیا۔"

ہونے کی شرح اور حکومتی قرض گیری کی طلب بڑھ گئی۔ 2011ء تک، حکومت بینکاری نظام کی سب سے بڑی قرض گیر بن چکی تھی، اور تب سے اس کا حصہ مستقل طور پر بڑھتا ہی گیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ملک میں قرضوں کا تفاوت اسی سمت میں بڑھتا گیا، نیز حکومت کو قرضہ دینے میں اضافے اور نئے قرضوں کے تفاوت کے مابین مثبت ربط پایا گیا، جس کے نتیجے میں نجی شعبے کی سرمایہ کاری کی سرگرمیوں میں کمی واقع ہوئی۔ جیسا کہ چوہدری، وغیرہم (2016ء) کہتے ہیں، جب حکومت کے پاس رقم حاصل کرنے کے متبادل مواقع نہ ہوں تو کساد بازاری کے مرحلے میں اس منظر نامے کا امکان اور بڑھ جاتا ہے۔[53] اس سے کساد بازاری کا مرحلہ اور بھی گہرا اور طویل ہو جاتا ہے۔ ظہیر، وغیرہم (2017ء) کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چار مہینوں کے دوران حکومتی قرض گیری میں ایک فیصدی درجے کی نمو کے نتیجے میں نجی شعبے کے قرضے میں 8 بیسس پوائنٹس کی کمی واقع ہوئی۔[54] طلب و رسد کے متعدد متغیرات، بشمول پالیسی ریٹ، اور مجموعی ڈپازٹس منہا اسٹیٹ بینک کے پاس بینکوں کے بیلنسز پر کنٹرول کرتے ہوئے تحقیق نے حکومت کی میزانیہ قرض گیری میں نمو کے ساتھ نجی شعبے کے قرضے کی نمو کا ریگریشن تجزیہ کیا گیا۔ نتائج سے مزید یہ پتہ چلا کہ شرح سود کو ریڈور کے نفاذ سے قبل اور اس کے بعد دونوں متغیرات کے مابین تعلق میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ ملکی بینکوں کی پست ڈپازٹ بیس نے پاکستان میں نجی قرضے کی پست سطح میں کردار ادا کیا، تاہم سرکاری وثیقوں کے لیے ان کی مختص کردہ رقم میں اضافے نے نجی شعبے کے قرضوں کو مزید دبا دیا۔ جیسا کہ **شکل 7.13** میں دکھایا گیا ہے، 2011ء تا 2017ء کے دوران پاکستان میں بینک کے قرضوں اور ڈپازٹس کا تناسب 53.0 فیصد تھا، جو دیگر علاقائی اور ہم مرتبہ ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے مقابلے میں بہت کم

شکل 7.13: بینک قرضے اور بینک ڈپازٹس کی شرح-ایک موازنہ

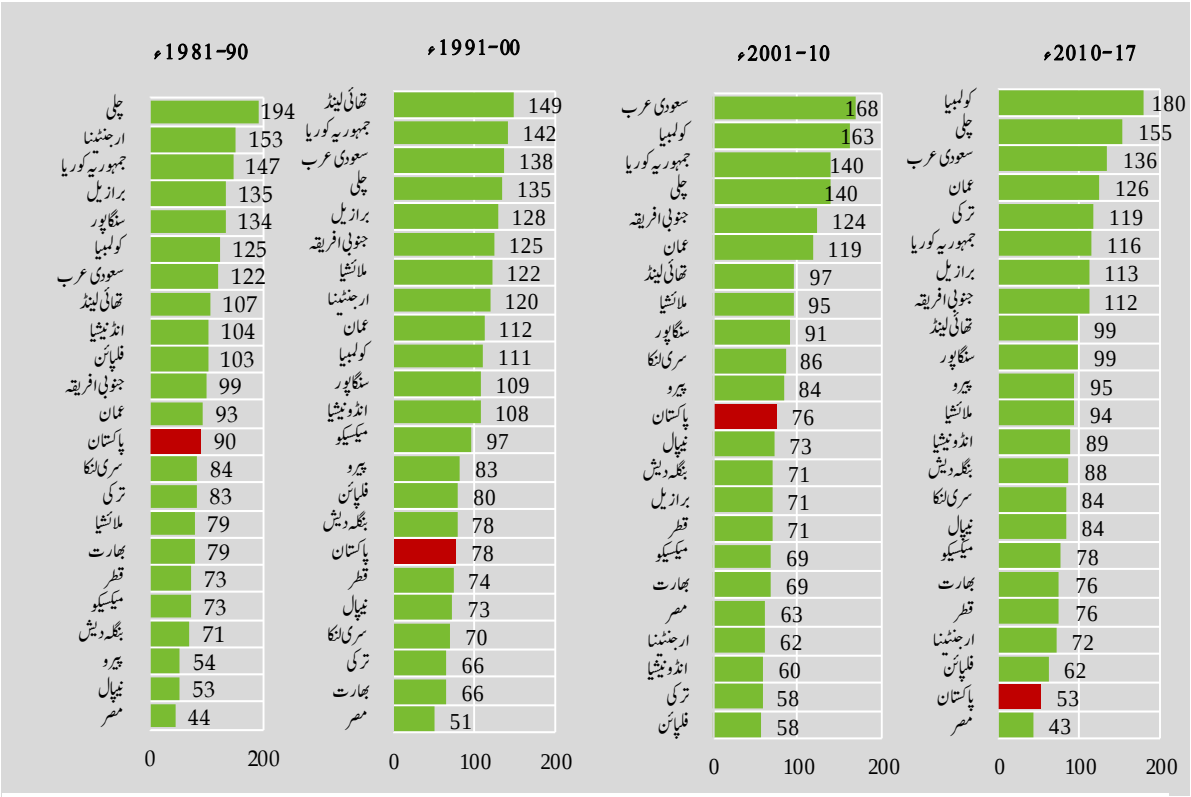

Source: Global Financial Development Data, IMF

[53] چودھری، ایم اے، ایس، خان، ایف، پاشا، اور ایم، رحمان (2016ء)۔ غالب قرض گیر سنڈروم۔ اطلاقی معاشیات، 48(49)، 4773 تا 4782۔

[54] ظہیر، ایس، ایف، خالق، اور ایم، رفیق (2017ء)۔ کیا حکومت پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے میں کمی کر رہی ہے؟۔ ایس بی پی ورکنگ پیپر، 83۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان

تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ عالمی مالی بحران کے بعد کی مدت میں نجی قرضوں کے نفوذ میں بھی نمایاں کمی آئی۔ یہاں، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ مجموعی طور پر مغلوب اقتصادی سرگرمی سرمایہ جاتی اخراجات سے منسلک قرضوں کی طلب کو کم کر سکتی ہے۔ تاہم، یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دوران مدت جاری سرمائے کے قرضوں میں اضافہ نہیں ہوا، حالانکہ عرب بہار کے بعد اجناس کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان تھا؛ ملکی اور عالمی طلب میں سکوت کی وجہ سے کاروباری اداروں کو اپنے روز مرہ امور کے لیے قرضوں کی ضرورت تھی۔ مزید برآں، نجی قرضے کے محاذ پر کم توجہ مرکوز کرنے کی موقع لاگت بھی کمرشل بینکوں کے لیے برائے نام ثابت ہوئی، جیسا کہ اس حقیقت سے ثابت ہوتا ہے 09ء تا 13ء میں ان کے اثاثوں میں 13.3 فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ منافع بعد از ٹیکس اوسطاً سالانہ 23.5 فیصد بڑھ گئے۔[55] چنانچہ، حکومت کی جانب سے قرضے کی طلب کا مزید اثر یہ ہوا کہ قرضہ منڈی کی ناکامیوں کی موجودگی میں بینکوں کی جانب سے معیشت کے نیم محروم زمروں، بشمول ایس ایم ایز، زراعت اور گھرانوں، پر مرتکز کوششوں میں کمی واقع ہوگئی۔

7.4 پاکستان میں قرضوں کے پھیلاؤ کو بڑھانے کے لیے حالیہ پالیسی اقدامات

پاکستان میں قرض کے موجودہ نفوذ کے تاریخی اور بین الممالک سیاق وسباق میں جائزے کے بعد ہم مالی شمولیت کو بڑھانے اور قرضوں میں توسیع کے حوالے سے معیشت کے لیے مستقبل کے امکانات پر غور کرتے ہیں۔ تین عوامل اس صورتِ حال کو کافی حد تک تبدیل کرنے کی صلاحیت کے حامل ہیں: (i) حکومت اور اسٹیٹ بینک دونوں کی طرف سے مکاناتی مالکاری پر از سرِ نو زور دینا؛ (ii) لین دین کی محفوظ رجسٹری اور نجی کریڈٹ بیورو کا متعارف کرایا جانا؛ اور (iii) ملک میں ڈجیٹل ادائیگیوں اور مالیات میں پیشرفت۔

الف۔ پالیسی سازوں نے مکاناتی شعبے پر سرگرمی سے توجہ دینا شروع کردی ہے

پاکستان میں حکام نے مکاناتی زمرے میں از سرِ نو دلچسپی لینا شروع کر دی ہے، اور گذشتہ سیکشن میں مذکور چاروں سمتوں میں پیش رفت نظر آرہی ہے (**شکل 7.14**)۔ مثلاً، اراضی کے حقِ ملکیت اور رجسٹریشن کا مسئلہ ہی لے لیں۔ اوّل، ایف بی آر نے ملک میں قدر پیمائی شرحوں کو بڑھا دیا ہے (بعض شہری علاقوں میں 100 فیصد تک)، تاکہ وہ مارکیٹ کی شرحوں سے قریب ہو جائیں۔ دوم، لینڈ ریکارڈ کی ڈجیٹائزیشن پر، بالخصوص پنجاب اور سندھ میں، بہت زیادہ توجہ دی جارہی ہے، جس سے ڈیٹا کے حوالے سے مدد ملے گی۔ پنجاب میں لینڈ ریکارڈز مینجمنٹ اینڈ انفارمیشن سسٹم (ایل آر ایم آئی ایس) متعارف کروانے کے پہلے پانچ برسوں کے اندر پرانے ریکارڈ کے 10 ملین صفحات اسکین کیے گئے، 55 ملین سے زیادہ زمینداروں کے لینڈ ریکارڈ کو ڈجیٹائز کیا گیا، اور اراضی کے ٹائٹل سے متعلق معلومات کو ڈجیٹائز کر کے آسان رسائی کے لیے آن لائن اپ لوڈ کیا گیا۔[56] نتیجتاً، ایک لین دین (سودا) مکمل کرنے کے لیے درکار وقت میں نمایاں کمی آگئی، یعنی 2 مہینوں سے گھٹ کر صرف 50 منٹ۔ سندھ میں، کمپیوٹرائزیشن اینڈ اسٹیبلشمنٹ آف لینڈ ایڈمنسٹریشن اینڈ ریونیو مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم (ایل اے آر ایم آئی ایس) کے تحت 5979 دیہات میں سے 5680 کے ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو چکے ہیں۔ دریں اثنا، جیوگرافیکل انفارمیشن سسٹم (جی آئی ایس) کی تشکیل بھی جاری ہے۔ اب تک 5979 دیہات میں سے 4000 کی نقشہ بندی (میپنگ) مکمل ہو چکی ہے، جبکہ باقی پر کام جاری ہے۔ ڈجیٹل نقشوں کو بھی کمپیوٹرائزڈ لینڈ ریکارڈ کے ساتھ مربوط کیا جارہا ہے۔[57] توقع ہے کہ قدر پیمائی شرحوں میں اضافے اور لینڈ ریکارڈز کی ڈجیٹائزیشن دونوں سے اس شعبے میں سٹے بازانہ خریداری اور دولت کے ارتکاز پر مبنی سرمایہ کاری میں کمی آئے گی۔

استطاعت کے مسائل سے نمٹنے کے لیے، اوّلاً حکومت نے 10 اکتوبر، 2018ء کو نیا پاکستان ہاؤسنگ پروجیکٹ (این پی ایچ پی) کا اعلان کیا، جس کا مقصد ملک میں 50 لاکھ رہائشی یونٹوں کا قیام ہے تاکہ کم آمدنی والے طبقے کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ مزید برآں، اسٹیٹ بینک نے پست لاگت مکاناتی مالکاری کے لیے ایک پالیسی متعارف کرائی جو خصوصی زمروں کے لیے پست لاگت مکانات کی نو مالکاری سہولت، بینکوں کے لیے ضوابطی نرمیوں، اور مکاناتی مالکاری کے لیے علامتی اہداف پر مشتمل ہے۔ بالخصوص، اسٹیٹ بینک نے کمرشل بینکوں کو دسمبر 2021ء تک مکاناتی اور تعمیراتی مالکاری بڑھا کر نجی

[55] ڈیٹا کا ماخذ: مالی اصابت کے اشاریے، اسٹیٹ بینک

[56] https://pitb.gov.pk/lrmis_becomes_a_remarkable_success_story

[57] https://bor.sindh.gov.pk/land-administration-revenue-management-information-system-larmis

شکل 7.14: پاکستان میں سستے مکاناتی قرضوں کے حوالے سے سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے شش جہاتی حکمتِ عملی

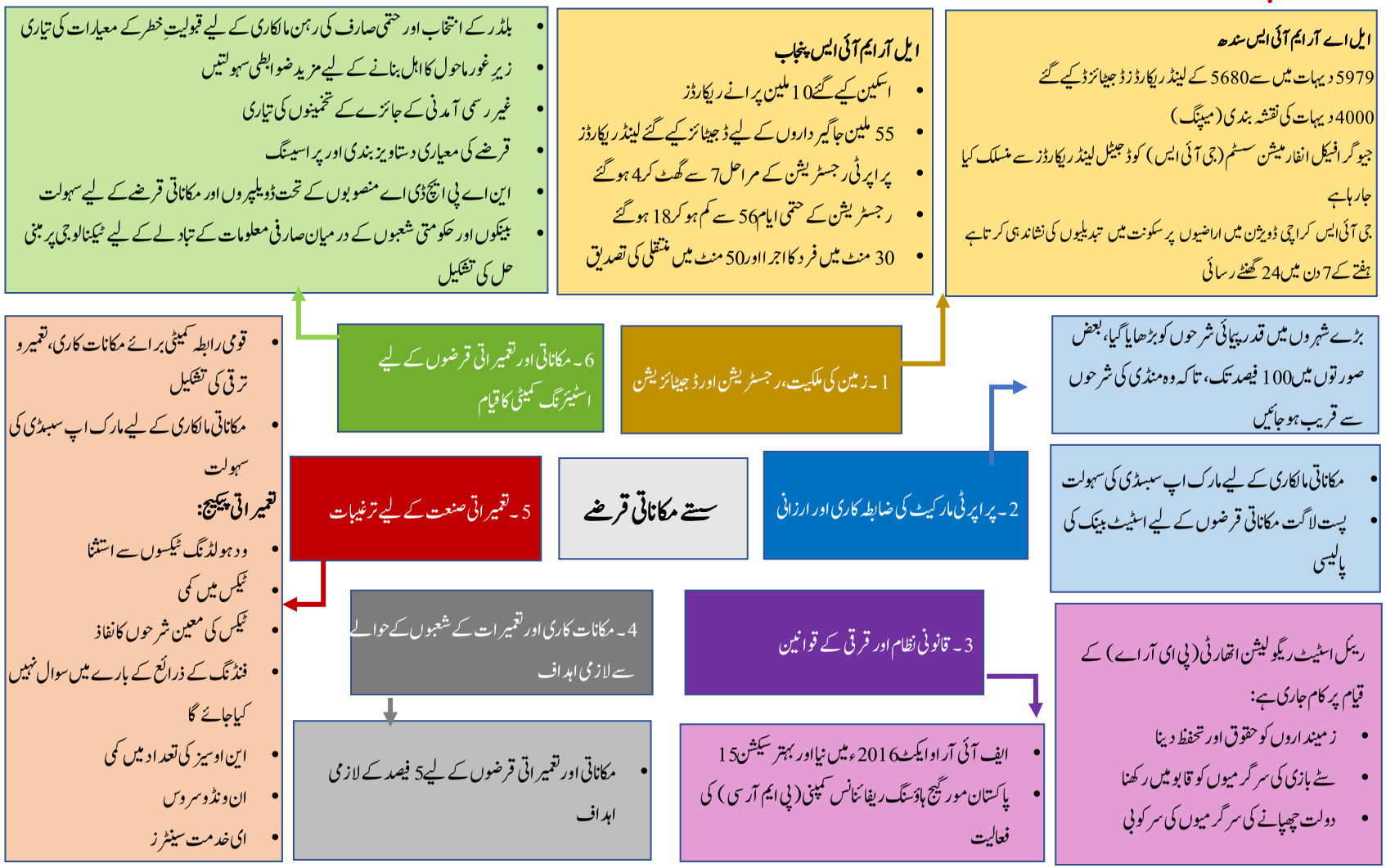

Data source: Board of Revenues Sindh and Punjab; Punjab Information Technology Board; Ministry of Finance; Office of the Prime Minister's website; Federal Board of Revenue; Naya Pakistan Housing Program; World Bank; State Bank of Pakistan;

شعبے کے قرضے کو اپنے نجی قرضے کے جزدان کے کم از کم 5 فیصد تک لے جانے کے لازمی اہداف بھی دیے ہیں (**شکل 7.15**)۔ ترغیب کے طور پر، اختتامِ جون 2020 سے، ایک سہ ماہی میں تعمیلی بینکوں کے لیے سی آر آر کی شرائط کو کم کر کے گذشتہ سہ ماہی میں ان کی مکاناتی اور تعمیراتی مالکاری میں اضافے کے برابر کر دیا جائے گا۔[58] اس کے برعکس، سہ ماہی مالکاری ہدف پورا نہ کرنے والے بینکوں کو ہدف میں کمی کے مساوی اضافی سی آر آر برقرار رکھنے کی شرط کے ذریعے جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

شکل 7.15: پاکستان میں مکانات اور تعمیرات کے قرضے- مالی سال 16ء تا 20ء اوسط اور نئے کم از کم ہدف

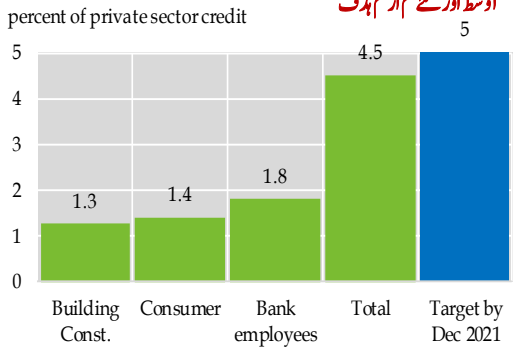

Source: State Bank of Pakistan

مزید یہ کہ، حقیقی خریداروں کی رسائی کو بہتر بنانے کے لیے، حکومت نے حال ہی میں این پی ایچ پی کے تحت پہلے ایک لاکھ مکانات کی ابتدائی ادائیگی (ڈاؤن پیمنٹ) کی مالکاری کے لیے 30 ملین روپے کی رعایتی رقم کا اعلان کیا ہے۔ پہلے پانچ برسوں کے دوران 5 مرلہ یونٹوں کے لیے حتمی صارف شرح سود 5 فیصد اور اگلے پانچ برسوں میں 7 فیصد ہو گی جبکہ 10 مرلہ یونٹوں کے لیے بالترتیب 7 فیصد اور 9 فیصد ہو گی۔[59] اس اسکیم کو بھی مذکورہ بالا اقدامات، جیسے بینک قرض گاری کے لیے کلین ٹائٹل کی سہولت کے لیے اراضی اور املاک کے ریکارڈز کی خودکاری کے ساتھ ساتھ دیگر جاری اصلاحات، مثلاً ٹائٹل اور رہن کی تخلیق / تکمیل کی رجسٹریشن کے لیے وقت کی بچت، ڈیویلپروں اور بلڈروں کے مناسب معیارات کے حوالے سے بینک کے خدشات کو دور کرنے کے لیے ریئل اسٹیٹ ریگولیٹری اتھارٹی (آر ای آر اے) کی تشکیل، اور املاک کی منتقلی کے لیے لین دین کی لاگت میں کمی سے فائدہ ہو گا۔

حکومت بلڈروں اور ڈویلپروں کو پست لاگت مکاناتی منصوبوں میں شامل ہونے کے لیے مراعات بھی فراہم کر رہی ہے۔ حال ہی میں اعلان کردہ تعمیراتی پیکیج کے تحت، بلڈروں اور ڈویلپروں کو مختلف خام مال پر ودہولڈنگ ٹیکسوں میں چھوٹ، ٹیکس کی واجبات میں کمی، اور ٹیکس کی معین شرحوں کے نفاذ کی سہولت دی جائے گی؛ جیسا کہ یہ منصوبے اختتامِ دسمبر 2020ء تک منظور شدہ ہیں، اس لیے ان ترقیاتی منصوبوں میں لگائی گئی رقوم کے ذریعے پر بھی کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ حکام نجی شعبے کے فریقوں سے بھی باقاعدگی سے مشاورت کر رہے ہیں اور ان میں آگاہی پیدا کرنے، سوالوں کے جوابات دینے اور بلڈروں اور ڈویلپروں کو درپیش مطالبات اور مسائل پر غور کرنے کے لیے ہفتہ وار اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک خصوصی قومی رابطہ کمیٹی برائے مکانات کاری، تعمیر و ترقی (نیشنل کوآرڈی نیشن کمیٹی آن ہاؤسنگ، کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ) تشکیل دی گئی ہے۔ اس کے کنوینر نیا پاکستان ہاؤسنگ اینڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹی (این پی ایچ ڈی اے) کے چیئرمین ہیں، اور اراکین میں ہاؤسنگ، فنانس، پیٹرولیم، قانون اور انصاف کی وزارتوں کے نمائندے اور صوبوں، آزاد جموں کشمیر اور گلگت بلتستان کے چیف سیکرٹریز، چیئرمین ایف بی آر، اور ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بینک شامل ہیں۔ اسٹیٹ بینک نے مکاناتی اور تعمیری مالیات کے حوالے سے ایک اسٹیرنگ کمیٹی بھی قائم کی ہے۔ کمیٹی کی کلیدی ذمہ داریوں میں بلڈر کے انتخاب اور حتمی صارف کی رہن مالکاری کے لیے قبولیتِ خطر کے معیار کی تیاری؛ قرض کی دستاویزیت اور پروسیسنگ کو معیاری بنانے؛ اور قرض کے درخواست گزاران کی غیر رسمی آمدنی کے جائزے کے لیے آمدنی کا تخمینہ شامل ہیں۔

پاکستان مورگیج ری فنانسنگ کمپنی (پی ایم آر سی) کے آپریشنل ہونے سے ملکی رہن مالکاری کو مزید تقویت ملی ہے۔ پی ایم آر سی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسٹیٹ بینک کی اعانت سے ان اقدامات کے ذریعے بنیادی رہن بازار کو فروغ دے

[58] تاہم، یہ ترغیب اس مجموعی طلب اور وقت کے واجبات کی ایک فیصد کی بالائی حد سے مشروط ہو گی جس پر سی آر آر کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ، بینک اپنی روزانہ کی کم سے کم سی آر آر برقرار رکھیں گے، جو اس وقت 3 فیصد ہے۔

[59] اعانت ان ہاؤسنگ یونٹوں پر دی جائے گی جن کی قیمت 3 تا 5 مرلہ کے لیے 35 لاکھ روپے، اور 10 مرلہ کے لیے 60 لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ دس سال مدت کے قرضے کے لیے 33 ارب روپے مختص کیے گئے تھے، جبکہ اس برس مارک اپ کی ادائیگی کے لیے رواں مالی سال میں 4.77 ارب روپے مختص کیے جائیں گے (ماخذ: پی آر نمبر 344، وزارت خزانہ، مؤرخہ 22 جولائی 2020ء، http://www.finance.gov.pk/press_releases.html).

سکے: (i) مالی وسائل کی فراہمی تاکہ رہن پر قرضہ دینے والے ادارے طویل مدت کے لیے معین / مخلوط شرحوں پر گھرانوں کو اور زیادہ قرضے دے سکیں، (ii) مکان کے قرضے کی عرصیت اور رقوم کے ماخذ کے مابین عدم مماثلت میں کمی؛ اور (iii) قرض دینے والے بنیادی اداروں میں قرض کی معیار بندی کو یقینی بنانا۔ اس کے ساتھ ہی، یہ اقدامات رقوم اکٹھی کرنے کے لیے نجی قرضوں کے مزید تمسکات (بشمول اثاثوں پر مبنی تمسکات) کی فراہمی سے سرمایہ منڈیوں کی تشکیل میں بھی مدد دیں گے اور ایک نشانیہ خطِ یافت تخلیق کریں گے۔

ب۔ لین دین کی محفوظ رجسٹری متعارف کروانا، بالخصوص نیم محروم زمروں کے لیے، منڈی کی خامیوں دور کرنے میں مددگار ہوگا

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، قرضے کی اہلیت کے حوالے سے مناسب معلومات کی عدم موجودگی میں، کمرشل بینک پہلے ہی نیم محروم شعبوں کو خطرناک سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تاہم، اس رجحان کو درست کرنے کے لیے اس ضمن میں کچھ پیشرفت ہوئی ہے۔ سب سے پہلے، اسٹیٹ بینک نے 2016ء کے دوران پاکستان میں کریڈٹ بیورو کے قیام کے لیے رہنما خطوط اور لائسنس کے معیارات جاری کیے تھے؛ اسٹیٹ بینک کے پہلے سے ہی فعال ی ای سی آئی بی کے ساتھ ساتھ یہ بیوروز بھی کام کریں گے۔ جولائی 2020ء تک، اسٹیٹ بینک نے نجی شعبے کے دو بیوروز، ڈیٹا چیک اور اے آئی ایس ایل کو لائسنس دیے ہیں۔ توقع ہے کہ قرضے میں توسیع کے لیے یہ خوش آئند ہوں گے بالخصوص نیم محروم زمروں کے لیے۔

دوسرا یہ کہ، مالی اداروں کے (محفوظ لین دین) ایکٹ، 2016ء کا نفاذ کیا گیا ہے جس کا مقصد ہے "مالی ادارے کے حق میں صارف پر عائد کردہ ذمہ داریوں کو محفوظ بنانے کے لیے منقولی املاک پر سیکورٹی انٹرسٹ کی فراہمی کے لیے بینکاری کاروبار کا فروغ اور انتظام، اس مقصد کے لیے منقولہ املاک کے معنی کی وضاحت اور دائرہ کار میں توسیع، محفوظ لین دین کی ایک رجسٹری کا قیام، منقولہ جائیداد کے سیکورٹی انٹرسٹ سے متعلق، یا اس دوران یا بعد ازاں ممکنہ طور پر شامل کچھ قوانین کی تعریف، ترمیم اور تدوین۔"

حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (ایس ای سی پی) میں غیر مندرج کمپنیوں کے لیے مالی اداروں کے ایکٹ کے تحت محفوظ لین دین کی رجسٹری (ایس ٹی آر) اپنا کام شروع کر چکی ہے۔ رجسٹری اداروں کی جانب سے ان کے منقولہ اثاثوں پر عائد کیے گئے چارجز / سیکورٹی انٹرسٹ کو درج کرے گی۔ اس سے ایس ایم ایز منقولہ اثاثوں کو ضمانت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کمرشل بینکوں سے قرض حاصل کر سکیں گے۔ واجبات، دانشورانہ املاک، انونٹری اور موٹر گاڑیاں وغیرہ، اہل اثاثوں میں شامل ہیں۔ ایس ای سی پی پہلے ہی کمپنیز ایکٹ، 2017ء کے تحت کمپنیوں کی جانب سے منقولہ اور غیر منقولہ اثاثوں کے لیے بنائے گئے سیکورٹی انٹرسٹ کا ڈیٹا بیس رکھتا ہے۔

ان سب پیشرفتوں سے قرضہ منڈی میں رسد اور طلب کی حوالے سے رکاوٹوں اور معلومات کے فرق کو دور کرنے میں مدد ملے گی۔ 2017ء کی عالمی بینک کی کاروبار کرنے کی رپورٹ کے مطابق، گذشتہ ایک دہائی کے دوران دنیا بھر کی 82 معیشتوں نے محفوظ لین دین سے متعلق اپنے قوانین میں اصلاح کی، اور 2016ء کے وسط تک، 26 معیشتوں نے جدید ضمانتی رجسٹریوں کو عملی شکل دی۔ **باکس 7.3** میں چار معیشتوں میں ایس ٹی آر اور کریڈٹ رجسٹریوں کے کامیاب نفاذ سے متعلق مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز) کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

باکس 7.3: محفوظ لین دین کی اصلاحات (ایس ٹی آر) کے کامیابی سے متعارف کروائے جانے کے عالمی مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز)

منگولیا: خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی مالیات تک رسائی کو بہتر بنانے میں مدد کے لیے 2013ء میں محفوظ لین دین کی اصلاحات کا آغاز ہوا۔ قانونِ رہن 2017ء کے تحت 2017ء میں منگولیا کی رہن نوٹس رجسٹری کا آغاز کیا گیا۔ یہ قانون کاروباری اداروں کو ہر قسم کے منقولہ و غیر منقولہ اثاثے مالی اداروں کو بطور ضمانت پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ آغاز کے صرف ایک سہ ماہی کے بعد 30000 رجسٹریوں میں سے 38 فیصد آلات سے متعلق، 25 فیصد مویشیوں سے متعلق، 5.4 فیصد واجبات سے متعلق اور 1.7 فیصد گاڑیوں سے متعلق تھیں۔ خواتین کی جانب سے چلائے جانے والے کاروباری ادارے مجموعی رجسٹریشنوں کے چوتھائی حصے پر مشتمل تھے۔

گھانا: قرض گیروں اور قرض گاروں کے قانون (ایکٹ 773، 2008ء) کے تحت محفوظ لین دین کی اصلاحات متعارف کرائے جانے کے بعد، بیشتر خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے قرضے کی سہولت حاصل کرنے کے لیے غیر منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت استعمال کرنے کے اہل ہوگئے۔ اس پالیسی کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ کاروباری خواتین کو آغازِ کاروبار یا جاری سرمائے کے قرضوں کی درخواست دینے کے لیے گھریلو اثاثوں (باورچی خانے کے برتن، وغیرہ) اور آلات کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی۔ آغاز کے پہلے چار برسوں میں، کل رجسٹریشنوں کی تعداد 40500 تھی، جو ابتدائی ہدف سے پانچ گنا زیادہ تھیں۔ 5000 سے زائد ایس ایم ایز اور 22000 خرد کاروباری اداروں نے منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت رجسٹر کرانے کے بعد 3 ارب ڈالر سے زیادہ کے قرضے حاصل کیے۔

سلوواکیہ: 2003ء میں سلوواک چیمبر آف نوٹریز کے ذریعے متعارف کرائے گئے رجسٹر آف پلیج، جس میں منقولہ اثاثوں کی بطور ضمانت رجسٹریشن کی اجازت دی گئی، کے بعد پہلے چار برسوں میں سالانہ اندراجات کی تعداد اوسطاً 50 فیصد کے اضافے سے بڑھ کر 31968 ہوگئی جبکہ 2003ء میں یہ 7508 تھی۔ عالمی بینک نے کاروبار کرنے کی درجہ بندی (Doing Business ranking) میں رجسٹری کی تشکیل کو سلوواکیہ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ قرار دیا، جہاں 2005ء میں معیشت نے سب سے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

رومانیہ: رومانیہ نے مئی 1999ء میں ذاتی املاک میں سیکیورٹی انٹرسٹ کے قانونی برتاؤ سے متعلق ٹائٹل VI قانون منظور کیا۔ دیگر اصلاحات کے علاوہ اس نے محفوظ لین دین کے لیے اندراج کے عمل کو آسان بنا دیا، اور اس طرح کے اثاثوں کی اقسام کے دائرہ کار کو اس طرح بڑھایا کہ ان کو ضمانت کے طور پر استعمال کیا جاسکے، بشمول ایسی مصنوعات جن کی مستقبل میں کاشت یا تیاری / پیداوار ہو سکتی ہو (مثلاً سال کے اختتام پر فصل کی کٹائی)۔ 2000ء سے 2006ء تک، رجسٹریوں میں سالانہ تقریباً 60 فیصد اضافہ ہوا، جس کے مجموعی اندراجات 2000ء کے 65227 سے بڑھ کر 2006ء میں 536067 ہوگئے۔ محفوظ لین دین کی اصلاحات کے نتیجے میں کمرشل بینکوں کے ذریعہ نئی مالکاری مصنوعات بھی تیار کی گئیں، جس نے قرضوں تک رسائی کو سستا اور موثر بنا دیا۔

حوالہ جات:

کے، مدنووا (2008ء)۔ "سلوواک کی محفوظ لین دین کی اصلاحات: ایک کامیاب اصلاح کے اجزا اور اس کی کامیابیوں پر عکاسی"۔ ایف، داہان، اور جے، سمپسن (ایڈز)۔ (2009ء) محفوظ لین دین کی اصلاحات اور قرضوں تک رسائی۔ لندن: یورپین بینک فار ری کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ (صفحہ 207 تا 223)۔

ڈی لاکیمپا، اے، ای ٹی، ووہلرز، وائے، بارانیز، اور ایس، سموی (2010ء)۔ محفوظ ٹرانزیکشن سسٹم اور ضمانتی رجسٹریاں۔ ورکنگ پیپر 112645۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

اویڈراگو، اے؛ آئی، کیروانا؛ ای، روڈریگیز، اور ایس، ٹشینڈورف، (2012ء)۔ اس کا آغاز گھانا میں ہوا: افریقہ کی پہلی ضمانتی رجسٹری کا نفاذ۔ آئی ایف سی اسمارٹ لیسن بریف۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

عالمی بینک (2019ء) محفوظ لین دین، ضمانتی رجسٹریاں اور منقولہ اثاثوں پر مبنی مالکاری: نالج گائڈ۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

ج۔ مالی شمولیت کی قومی حکمتِ عملی (این ایف آئی ایس) کے تحت کی جانے والی ڈجیٹائزیشن کی کوششیں مالی شمولیت اور قرضے کی توسیع میں اضافہ کرسکتی ہیں[60]

مالی خدمات تک رسائی بڑھا کر اور معاشی سرگرمیوں کی دستاویزیت میں اضافہ کرکے مالی خدمات کی ڈجیٹائزیشن معیشت میں مالی شمولیت کے فروغ میں اضافہ کرسکتی ہے۔ یہ بالخصوص خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں اور زراعت کے نیم محروم زمروں کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے، جہاں قرضے کی اہلیت اور بینکنگ ہسٹری سے متعلق اعداد و شمار کی کمی ہے۔ درحقیقت، فن ٹیک کی بلند رسائی غیر رسمی معیشت کے حجم سے منفی طور پر (**شکل 7.16الف**) اور نجی شعبے کے قرضے کی وسعت سے مثبت طور پر (**شکل 7.16ب**) منسلک ہے۔ تاہم، ڈجیٹل مالیات کے ضمن میں کامیابی کے لیے تین عناصر اہم ہیں: (i) ادائیگی کی خدمات میں بہتری؛ (ii) قرضے کا مناسب انفراسٹرکچر مہیا کرنا (مذکورہ بالا)؛ اور (iii) ڈجیٹل ربط کا انفراسٹرکچر۔

عالمی سطح پر، گذشتہ چند برسوں کے دوران ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں ایس ایم ایز اور گھرانوں کے ذریعے کی گئی ڈجیٹل ادائیگیوں میں حجم اور قیمت دونوں لحاظ سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان میں ڈجیٹل کامرس (غیر نقد طریقوں سے ادا کردہ آن لائن شاپنگ پر مبنی صارفین کے لین دین) اور موبائل پوائنٹ آف سیل (ایم پی او ایس) ادائیگیاں (موبائل والٹ کے ذریعے) دونوں شامل ہیں۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، اسی مدت کے دوران صارفین اور ایس ایم ایز کو ڈجیٹل طور پر دیے جانے والے قرضے میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، جس کی مجموعی مالیت 224.7 ارب ڈالر ہے اور ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے قرضے 62.6 ملین ڈالر ہیں۔[61]

پاکستان میں حکومت اور اسٹیٹ بینک نے 2015ء میں مالی شمولیت کی قومی حکمتِ عملی کا آغاز کیا جس کا مقصد ملک میں ہمہ گیر مالی شمولیت کا حصول تھا

[60] مزید تفصیلات کے لیے اس رپورٹ کا خصوصی سیکشن 1 دیکھیے۔

[61] اگور، آئی، ایس ایم، پیریا، اور سی، روچون (2020ء)۔ ڈجیٹل مالی خدمات اور وبائی امراض: ابھرتی ہوئی اور ترقی پذیر معیشت کے مواقع اور خطرات۔ کووڈ 19 پر خصوصی سیریز۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

(باکس 7.4)۔ اگرچہ پاکستان نے فن ٹیک کو نسبتاً دیر سے اپنایا اور اس کی رسائی اب تک واجبی ہے، تاہم ڈجیٹل مالیات میں اضافے کا کافی امکان موجود ہے۔ عالمی بینک کے مطابق، ڈجیٹل ادائیگیوں کے وسیع پیمانے پر استعمال کے نتیجے میں ملک کی جی ڈی پی میں 7 فیصد اضافہ ہو سکتا ہے، 4 ملین ملازمتیں پیدا ہو سکتی ہیں، 250 ارب ڈالر سے زیادہ کے ڈپازٹس جمع ہو سکتے ہیں اور نقد معیشت کے بڑے حصے کو باضابطہ شکل دی جا سکتی ہے۔[62]

اس سلسلے میں دو پیش رفتیں خوش آئند ہیں: ای کامرس کو اپنانا اور موبائل والٹ اکاؤنٹس کے استعمال میں اضافہ۔ مالی سال 20ء کے اختتام تک ڈجیٹل ادائیگیاں 93.8 ارب روپے تک پہنچ گئیں اور پاکستان میں ای کامرس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم، لین دین کا ایک بہت بڑا حصہ (مالیت کے اعتبار سے تقریباً 60 فیصد) کیش آن ڈلیوری (سی او ڈی) کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ سی او ڈی کے حصے کو ختم کرنے کے لیے صارفین کے تحفظ کے قوانین کی مضبوطی اور بہتر انفراسٹرکچر کی ضرورت ہے۔[63] طلب کے لحاظ سے، علاقائی معیشتوں کے مقابلے میں پاکستان میں موبائل انٹرنیٹ کا نفوذ بھی کم ہے اور استعمال اور کوریج دونوں میں نمایاں فرق ہے: 20 فیصد آبادی موبائل انٹرنیٹ تک رسائی سے محروم ہے، جبکہ 54 فیصد کو رسائی حاصل ہے لیکن وہ انٹرنیٹ سروس کو سبسکرائب نہیں کرتے۔

گذشتہ آٹھ برسوں کے دوران موبائل اکاؤنٹس میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔ مارچ 2020ء کے اختتام تک مجموعی اور فعال اکاؤنٹس کی تعداد بالترتیب 52.5 ملین اور 26.7 ملین ہے۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، ایم والٹس ای کامرس سیلز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قرضے کی ادائیگی کے لیے بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ برانچ لیس بینکاری چینلز کے ذریعے کی جانے والی خردہ ادائیگیاں مالی سال 20ء میں دوگنا بڑھ کر 20.1 ارب روپے ہو گئیں جبکہ مالی سال 19ء میں یہ 9.0 ارب روپے تھیں۔ اسی دوران، برانچ لیس بینکاری صارفین بھی مالکاری خدمات کے لیے اس ذریعے کا استعمال کر رہے ہیں: مالی سال 20ء کے دوران 6.6 ارب روپے مالیت کے قرضے دیے گئے۔ تاہم، یہ تمام قرضے اوور دی کاؤنٹر (او ٹی سی) طریقہ کار کے ذریعے دیے گئے تھے، اور حکام کے ساتھ ساتھ ایم والٹ آپریٹرز کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان آن لائن مالکاری سہولتوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

2018ء میں ڈجیٹل پاکستان پالیسی اور 2019ء میں ای کامرس پالیسی کا آغاز کرتے ہوئے حکومت نے ڈجیٹائزیشن کو ترجیحی توجہ کا شعبہ قرار دیا ہے۔

شکل 7.16 الف: فن ٹیک کو اپنانے اور غیر رسمیت کے درمیان تعلق

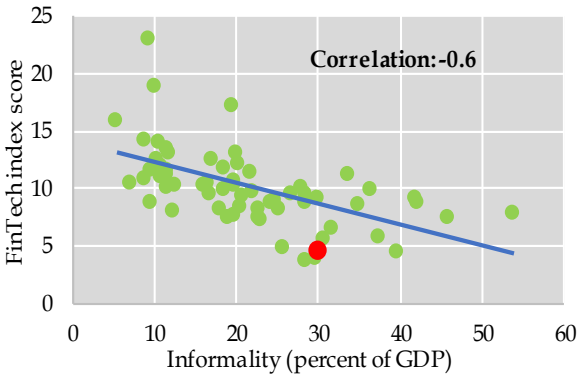

Red dot denotes Pakistan

Source: The Global FinTech Index 2020, Findexable; Medina and F Schneider, "Shedding light on the shadow economy: a global database and the Interaction with the official one", CESifo Working Papers, no 7981, 2019

شکل 7.16 ب: فن ٹیک کو اپنانے اور قرضے میں اضافے کے درمیان تعلق

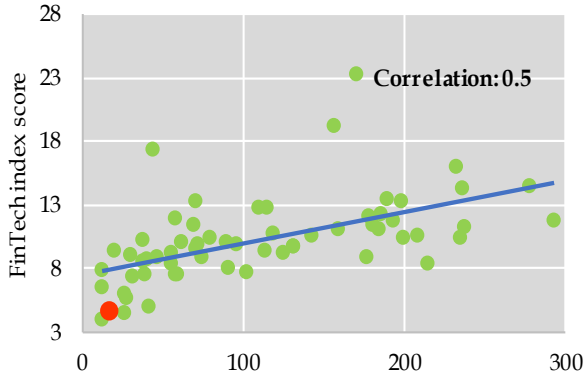

Red dot denotes Pakistan

Source: The Global FinTech Index 2020, Findexable; World Bank

[62] ماخذ: میکنزی (2016ء)، ڈجیٹل مالیات سب کے لیے: ابھرتی ہوئی معیشتوں کو جامع نمو بخشتے ہوئے۔ اکانومیز۔ میکنزی گلوبل انسٹیٹوٹ کی رپورٹ۔

[63] تفصیلات کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 18ء کا باب 7 دیکھیے۔

پالیسیوں کے پانچ مرکوز شعبے یہ ہیں: رسائی اور کنکٹی وٹی، ڈجیٹل انفراسٹرکچر، ای گورننس، ڈجیٹل مہارت سازی اور تربیت، اور جدت اور انٹری پنیورشپ۔ یہاں اس امر کا اعادہ ضروری ہے کہ حکومت ڈجیٹل مالی شمولیت کو ایک فعال مقصد سمجھتے ہوئے توجہ مرکوز کرے نہ کہ ڈجیٹائزیشن کے دیگر اقدامات کے متوقع نتیجے کے طور پر۔ 1990ء کی دہائی کی اصلاحاتی پالیسیوں کے نتائج کی تکرار سے بچنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

باکس 7.4: این ایف آئی ایس کے تحت اقدامات

اسٹیٹ بینک ملک میں مالی شمولیت کے لیے کوشاں ہے جو اس کے جامع اقتصادی نمو کو فروغ دینے کے تزویراتی مقاصد میں شامل ہے۔ اس ضمن میں، اس نے 2015ء میں پانچ سالہ جامع "مالی شمولیت کی قومی حکمت عملی" (این ایف آئی ایس) کو اپنایا، جس کا ہدف 2020ء تک 50 فیصد بالغ آبادی کے ڈجیٹل لین دین کے اکاؤنٹس کھولنا ہے۔

این ایف آئی ایس نے جدید مصنوعات اور خدمات کو متعارف کروا کر اور استعداد کاری اور آگاہی کے پروگرام شروع کروا کے ڈجیٹل مالی شمولیت کے لیے موزوں قانونی اور ضوابطی ماحول بنانے میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں، پاکستان میں انفرادی اکاؤنٹ کی ملکیت 66 ملین اکاؤنٹس تک پہنچ چکی ہے، جن میں سے دسمبر 2019ء تک 60 فیصد فعال انفرادی اکاؤنٹ ہیں، جو مقررہ مدت سے قبل ہی این ایف آئی ایس کے عمومی ہدف کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ این ایف آئی ایس کے تحت کیے گئے کچھ اہم اقدامات درج ذیل ہیں:

- سرکاری و نجی معاونت کے طریقہ کار کا قیام جس میں ڈجیٹل مالی شمولیت کو آگے بڑھانے کے لیے کلیدی اصلاحات کی نشاندہی کرنے میں مدد ملی۔ ان میں نادرا خدمات کی لاگت کو کم کرنا، پی ٹی اے کے ذریعہ مالی لین دین کے لیے غیر ساختہ ضمنی خدمات کا ڈیٹا (یو ایس ایس ڈی) کھولنا، برانچ لیس بینکاری ایجنٹوں کے لیے ٹیکس اصلاحات، اور بینک اکاؤنٹس وغیرہ کے ذریعے حکومت سے افراد کو ادائیگی (نقد کی منتقلیاں، تنخواہیں اور پنشن) کو فروغ دینا شامل ہیں۔
- ڈجیٹل مالیاتی خدمات کو فروغ دینے کے لیے ضوابطی اصلاحات، جیسے موبائل بینکاری انٹر آپریبلٹی قواعد کا اجرا اور برانچ لیس بینکنگ کے لیے نظر ثانی شدہ ضوابط۔
- نظام ادائیگی کی قومی حکمت عملی (این پی ایس ایس) کی تیاری، جس نے ایک ایسے ڈجیٹل قومی ادائیگی کے نظام کے ڈیزائن کے لیے لائحہ عمل اور عملی منصوبہ طے کیا جو بین الاقوامی معیارات اور بہترین طریقوں سے ہم آہنگ تھا، اور پاکستان میں ایک محفوظ، موثر اور جامع قومی ادائیگی کے نظام کی مخصوص ضروریات کے مطابق بنایا گیا تھا۔
- یو ایس ایس ڈی چینل پر برانچ لیس بینکاری اکاؤنٹس کی انٹر آپریبلٹی کے لیے آسان موبائل اکاؤنٹ (اے ایم اے) اسکیم کی تشکیل
- مالی خدمات فراہم کرنے والوں، مالی ٹیکنالوجی فراہم کرنے والوں اور اداروں کی مدد کے لیے نئی یا موجودہ ڈجیٹل مالی مصنوعات، خدمات اور ترسیل کے پلیٹ فارمز کی تشکیل یا توسیع کے لیے ڈجیٹل فنانشل سروسز انوویشن چیلنج سہولت (آئی سی ایف) کا قیام۔ اس سے آبادی کے پسماندہ اور نیم محروم زمروں کی مالی رسائی میں اضافہ ہوگا۔
- موبائل والٹ کے ذریعے ترسیلاتِ زر کے فروغ کے لیے اسکیم کی تشکیل؛ وزیر اعظم نے دسمبر 2017ء میں اس کا افتتاح کیا۔
- ایس ایم ای مالکاری کے فروغ کے لیے محفوظ لین دین کے قانون اور ای رجسٹری کا قیام۔
- قومی مالی خواندگی پروگرام (این ایف ایل پی) کا آغاز تاکہ نوجوانوں اور پست آمدنی کے زمرے کو بنیادی مالی تعلیم دی جاسکے۔

موجودہ حکومت نے این ایف آئی ایس پر نظر ثانی کی گئی اور جامع اقتصادی نمو کے حصول کے لیے اسے اپنے 100 روزہ ایجنڈے کے حصے کے طور پر ترجیح دی۔ 23-2019ء کے دوران توسیع شدہ این ایف آئی ایس ایکشن پلان کو عملی جامہ پہنایا جائے گا، جس میں مالی رسائی اور ڈپازٹ بیس، ایس ایم ایز کے فروغ، کاشتکاروں کو مالیات تک آسان اور سستی رسائی، پست لاگت مکاناتی مالکاری میں سہولت اور شریعت سے ہم آہنگ بینکاری سولیوشنز کی فراہمی کے ذریعے جامع اقتصادی نمو حاصل کرنے کا نصب العین طے کیا ہے۔

اس ضمن میں، حکومت نے درج ذیل عمومی اہداف طے کیے ہیں جنھیں 2023ء تک حاصل کیا جائے گا:

i. ڈجیٹل ادائیگیوں کے استعمال میں اضافہ (65 ملین ڈجیٹل لین دین کے اکاؤنٹس، جن میں 20 ملین اکاؤنٹس خواتین کے ہوں گے)؛
ii. ڈپازٹ بیس میں اضافہ (ڈپازٹ اور جی ڈی پی کی شرح بڑھا کر 55 فیصد لے جانا)
iii. ایس ایم ای مالیات کا فروغ (7 لاکھ ایس ایم ایز کو قرضے دینا؛ ایس ایم ایز کو نجی شعبے کے قرضوں کے 17 فیصد تک لے جانا)
iv. زرعی مالکاری میں اضافہ (ڈجیٹلائزڈ سولیوشنز کے ذریعے 6 ملین کاشت کاروں کی خدمت؛ قرضوں کی سالانہ تقسیم کو بڑھا کر 1.8 ٹریلین روپے کرنا)؛ اور
v. اسلامی بینکاری کے حصے میں اضافہ (مجموعی بینکاری کے 25 فیصد تک لے جانا؛ اور اسلامی بینکوں کے برانچ نیٹ ورک کو بڑھا کر بینکاری صنعت کے 30 فیصد پر لے جانا)۔

ماخذ: شعبۂ زرعی قرضہ و خرد مالکاری، اسٹیٹ بینک

7.5 مستقبل کا امکان

بالخصوص گذشتہ دو عشروں کے دوران، نظریاتی اور تجربی شواہد اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ مالی شعبہ نمو بڑھانے میں کردار ادا کر سکتا ہے۔ مالیات اور نمو کے اس تعلق سے استفادہ کرنا 1990ء کی دہائی میں پاکستان کے مالی شعبے میں کی گئی اصلاحات کا ایک مقصد تھا، کیونکہ اصلاحات سے قبل کی قرضے کی ہدفی اسکیموں کے مقابلے میں قرضے کے لیے رقم مختص کرنے کو منڈی کی قوتوں پر چھوڑنا ایک بہتر حکمتِ عملی سمجھا گیا۔ تاہم، مذکورہ بالا بحث کے مطابق، اگرچہ اصلاحات بینکاری نظام کی استعداد کار اور منافع میں بہتری لائیں، لیکن نفوذ اور رسائی دونوں اعتبار سے قرضے کی صورتِ حال غیر اطمینان بخش رہی۔

منصوبے اور طویل مدتی مالکاری کے لیے ادارہ جاتی انفراسٹرکچر بالخصوص ناسازگار تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کمرشل بینکوں، جنھیں بالآخر نجی شعبے کی قلیل مدتی اور طویل مدتی مالکاری ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، کی قرض دینے کی استعداد اور انتظامِ جزدان، کمرشل خدشات اور خطرے کی طلب کے ساتھ ساتھ بازل معاہدے کے تحت عائد ضوابطی پابندیوں کے مطابق تھا۔ عملاً، انھوں نے بڑے کارپوریٹوں کی جانب توجہ مبذول کیے رکھی، کیونکہ انھیں قرض دینے سے بینکوں کے سرمائے پر کم اخراجات عائد ہوتے تھے۔ قرض دینے کی اس محدود حکمت عملی سے زراعت، ایس ایم ای اور گھرانوں کے شعبے متاثر ہوئے، جن کا خطرے کا جزدان نسبتاً زیادہ کمزور تھا اور معلومات کے موجودہ خلا اور قرضے کی معافی اور قرقی کے ضمن میں بینکوں کو درپیش آپریشنل رکاوٹوں کی وجہ سے قرضوں میں خسارے کا امکان بلند تھا۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ، ابھرتی ہوئی بہت ساری منڈیوں کے برعکس، پاکستان میں بینکاری نظام میں ریاست کی ملکیت کے ساتھ ساتھ ترجیحی شعبوں کے لیے ہدفی قرض میں خاصی کمی آئی ہے۔

مجموعی طور پر، ملک کی ترقی میں بینکاری نظام کی شراکت پالیسیوں کے از سرِ نو جائزے کی متقاضی ہے۔ آج، کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب بینکاری ادارے اپنے ڈیٹا سسٹم، ٹیکنالوجی کو اپنانے، خطرے کی داخلی تشخیص کے فریم ورک اور مجموعی تنظیمی استعداد کے لحاظ سے بازل معاہدے کے تحت طے کیے گئے سرمائے کے معیارات سے ہم آہنگ ہونے کے لیے تیار تھے، تو شاید معیشت اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ تجربی بنیادوں پر، سرمائے کے ضوابط اور اقتصادی نمو کے درمیان براہ راست ربط کے حوالے سے صرف ایک محدود شہادت موجود ہے۔[64] لیکن جیسا کہ پیک اور روزن گرین 1995ء، البرٹرازی اور مارچیٹی نے 2010ء؛ برجر اور ایڈیل (1994ء) اور پوپوف اور اڈیل (2012ء) نے معلوم کیا کہ اس امر کے لیے کافی شواہد موجود ہیں کہ سب سے زیادہ خطرناک اور بینک پر سب سے زیادہ انحصار کرنے والے قرض گیروں کے لیے سرمائے کے ضوابط کی وجہ سے بینکوں کے قرضے کی رسد سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے، یہ اثر خطرے سے گریز کہلاتا ہے۔[65] پاکستان کے تناظر میں، اور بالخصوص اس کی منفرد رکاوٹوں، جن میں کم بچتیں، دائمی مالیاتی مسائل (خاص طور پر ٹیکس کی پست وصولی)، اور غیر رسمیت کی سطح شامل ہیں، کو دیکھتے ہوئے قرضوں کے نفوذ اور معیشت میں مجموعی مالی شمولیت میں اضافے کے لیے پالیسی میں مزید زور دیا جانا چاہیے تھا۔

اسی طرح، جب سرکاری ہدایت پر دیے جانے والے قرضے اور ترغیبات کی بات ہو تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آگے چل کر پاکستان کو منڈی کے طریقۂ کار یا ہدفی مالی اسکیموں کے مابین ایک واضح متحرک راستے کا انتخاب کرنا ہوگا تاکہ ملک اپنی اصلاحات اور ترقیاتی ایجنڈے پر چلے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس طرح کے راستے کے انتخاب پر بحث پاکستان میں نہیں ہو رہی۔ درحقیقت، یہ بحث ابھرتی ہوئی منڈی اور ترقی یافتہ معیشتوں میں اس وقت نیو لبرلزم اور ترقیاتی حکمت عملیوں پر وسیع تر غور و فکر کا ایک حصہ ہے۔ انحرافی صنعتی پالیسیاں قومی دھارے کی معاشی سوچ پر واپس آگئی ہیں، کیونکہ واشنگٹن کنسن سیس سے پیدا ہونے والی پالیسیوں کو ترقیاتی محاذ پر کارکردگی نہ دکھانے کے

---

[64] مارٹینووا، این (2015ء) "معاشی نمو پر بینک کے سرمائے کی ضروریات کا اثر: ایک سروے"۔ ورکنگ پیپر نمبر 467، مارچ 2015ء۔ ایسٹرڈیم: ڈی نیدرلینڈ شی بینک۔

[65] پوپوف، اے اور جی ایف۔ ایڈیل (2012ء)، "سرحد پار بینکاری، قرضے تک رسائی، اور مالی بحران"، جرنل آف انٹرنیشنل اکنامکس، 87، 147 تا 161؛ پیک، جو اور ای، روزن گرین (1995ء)، "بینک ضابطہ اور قرضے کا بحران"، جرنل آف بینکنگ اینڈ فنانس 19، 625 تا 638؛ البرتازی، یو، اور ڈی، جے، مارچیٹی (2010ء)، "قرضے کی رسد، فلائٹ ٹو کوالٹی اینڈ ایور گرینگ: لیمین کے بعد بینک اور فرم کے تعلقات کا تجزیہ"۔ ٹیمی ڈی ڈسکشن (ورکنگ پیپر) نمبر 756۔ روم: بینکاڈی اٹالیا؛ برجر، اے، این، اور جی، ایف، ایڈیل (1994ء)، "کیا امریکہ میں مبنی بر خطر سرمائے نے بینک قرض کو مختص کیا اور "قرضے کا بحران" پیدا کیا؟"، جرنل آف منی، کریڈٹ اینڈ بینکنگ 26(3)، 585 تا 628۔

باعث روزافزوں تنقید کا سامنا رہا ہے[66] حالانکہ منڈیوں میں صنعتی پالیسیوں اور حکومتی اقدامات کی کامیابی کی بھی واضح طور پر شہادت نہیں دی جاسکتی، حتیٰ کہ جاپان، جنوبی کوریا اور تائیوان میں بھی، جو کامیابی کی کہانیوں کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ درحقیقت، 09-2008ء کے عالمی مالی بحران نے منڈی کی افادیت اور ترقی یافتہ معیشتوں میں بھی حکومت کے کردار کے دوبارہ جائزے میں مدد کی ہے۔[67] اسی دوران، بروکنگز کی رپورٹ "بیانڈ نیولبرلزم" (2019ء) چین کی ریاستی منصوبہ بندی کے کامیاب ماڈل، کارپوریٹ طاقت میں ارتکاز، آمدنی میں بڑھتی ہوئی عدم مساواتوں، اور معاشی اور مالی بحرانوں سے بچنے کی ناکام کاوشوں کو دوبارہ غور کی وجہ قرار دیتی ہے۔[68]

پاکستان کے معاملے میں بھی، اور ترقیاتی مالیات کے لحاظ سے مزید شدت سے، واضح پالیسی اپروچ کی ضرورت ہے۔ ماضی میں، ایس ایم ایز، زراعت اور دوسرے نیم محروم زمروں میں قرضوں کے بہاؤ کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت ساری ترغیبی اسکیمیں (جیسے کریڈٹ گارنٹی) تیار کی گئیں، لیکن ان کی کامیابی محدود ہی رہی۔ حال ہی میں، حکومت نے ایک اور جامع نقطہ نظر اختیار کیا ہے، اور مالی شمولیت کی قومی حکمت عملی کے وسیع تر دائرہ کار کے تحت مالی شمولیت بڑھانے پر سرگرمی سے توجہ دے رہی ہے۔ اس حکمت عملی کے موثر نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے، اسٹیٹ بینک اس وقت قرضہ منڈی میں طلب اور رسد دونوں پہلوؤں کے لیے مزید اختراعاتی اور تحقیق پر مبنی اقدامات / مراعات پر کام کر رہا ہے۔ تاہم، دو پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے: پہلا، ایک سبق جو ہمیں ایشیائی معیشتوں اور دیگر مداخلت پسند ریاستوں کے تجربے سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ معیاری اداروں اور نظم ونسق کے ڈھانچے کے بغیر محض ترقیاتی مالیات مددگار نہیں ہوسکتی۔ نیز، ان پالیسیوں کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے، ملک کو مضبوط کلی معاشی پالیسیوں کی پیروی کرنا ہوگی، اور اپنے کاروباری اداروں کو سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہوگا۔ دوسرا، اس سے وابستہ مالیاتی اور نیم مالیاتی اخراجات کو دیکھتے ہوئے اس طرح کی مداخلت پسندانہ پالیسیوں کو، بالخصوص بڑے پیمانے پر، جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ، اس وقت پاکستان کو درپیش ان منفرد کلی معاشی دشواریوں، بالخصوص مالی خدمات سے محروم کثیر آبادی، کے تناظر میں اس امر پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ پالیسی مداخلتوں سے مکمل طور احتراز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ، محض مداخلتوں کو ہی قرضہ منڈی میں دستیابی اور رسائی کے مسائل کا حل نہیں سمجھا جانا چاہیے بلکہ ایک واضح اور مربوط نگرانی اور جانچ کے طریقہ کار کو ان پالیسیوں کا لازمی جزو بننا چاہیے، طلب کے لحاظ سے موجودہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے مستقل پیش رفت کرنا ہوگی۔ مزید برآں، ترغیبی منصوبوں کی سطح (پیمانے) اور دورانیے کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ اس دوران، معلومات کے خلا کو پورا کرنے اور کاروباری اداروں اور گھرانوں کے خاکہ خطر کے حوالے سے سوچ میں بہتری کے لیے بینکوں کو نو قائم شدہ ضمانتی رجسٹری اور نجی کریڈٹ بیورو کے سرگرمی سے استعمال کے لیے بینکوں کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔ پھر جیسے ہی معاشی اصلاحات کا ایجنڈا آگے بڑھے گا، قرضے کا انفراسٹرکچر مستحکم ہوگا اور معاشی استحکام آئے گا تو شمولیت کے حوالے سے بھی قرضہ منڈی کافی حد تک فائدہ اٹھائے گی اور معیشت میں اس کا دخل بہت بڑھ جائے گا۔

[66] روڈریک، ڈی (2006ء)"Goodbye Washington Consensus, Hello Washington Confusion?" 1990ء کی دہائی میں عالمی بینک کی معاشی نمو کا ایک جائزہ: اصلاحات کی ایک دہائی سے ملنے والی سیکھ"۔ جرنل آف اکنامک لٹریچر۔ 973تا987

[67] مثال کے طور پر، جے، ای، اسٹیگلیٹز، جے، وائی، لن، اور ای، پٹیل (2013ء)۔ تعارف: صنعتی پالیسی کی بحالی۔ از: جے، ای، اسٹیگلیٹز، جے، وائی، لن، اور ای، پٹیل (ایڈز) صنعتی پالیسی انقلاب I ۔ نظریے سے آگے حکومت کا کردار۔ پالگریو میکملن، لندن۔ (صفحہ 1 تا15)

[68] گارٹز، جی، اور ایچ، کھارس، (2019ء)۔ بیانڈ نیولبرلزم۔ ابھرتی ہوئی منڈیوں کی بصیرتیں۔ واشنگٹن ڈی سی: بروکنگز انسٹی ٹیوٹ۔

ضمیمہ: اعداد و شمار کی توضیح

1) **جی ڈی پی:** جاری سال، جس کے لیے اصل جی ڈی پی اعداد و شمار ابھی تک دستیاب نہیں، اسٹیٹ بینک منصوبہ بندی کمیشن کے سالانہ منصوبے میں دیے گئے جی ڈی پی ہدف کو استعمال کر کے جی ڈی پی کے ساتھ مختلف متغیرات مثلاً مالیاتی خسارہ، سرکاری قرضہ، جاری کھاتے کا توازن، تجارتی توازن وغیرہ کے تناسبات کا حساب لگاتا ہے۔ یہ تناسبات معلوم کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک جی ڈی پی سے متعلق اپنے تخمینے استعمال نہیں کرتے تاکہ یکسانیت برقرار رہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تخمینے سال کی مختلف سہ ماہیوں میں بدلتے ہوئے معاشی حالات کے ساتھ مختلف ہوتے ہیں۔ مزید برآں، مختلف تجزیہ کاروں کے تخمینے الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ اگر ہر کوئی ایک مختلف جی ڈی پی تخمینے کا بطور نسب نما استعمال کرے تو معاشی مسائل پر بحث بہت الجھ جائے گی۔ چنانچہ معاشی مسائل پر بامعنی بحث کے لیے ایک مشترک عدد سے مدد ملتی ہے اور منصوبہ بندی کمیشن کا دیا ہوا عدد اس مقصد کو بہتر طور پر پورا کرتا ہے۔

2) **مہنگائی:** مہنگائی کا حساب لگانے کے لیے عموماً تین اعداد استعمال ہوتے ہیں: (i) مدت کی اوسط مہنگائی، (ii) سال بسال یا سالانہ مہنگائی، اور (iii) ماہ بہ ماہ یا ماہانہ مہنگائی۔ مدتی اوسط مہنگائی کا مطلب ہے جولائی سے لے کر سال کے کسی مہینے تک اوسط مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت (قومی، شہری اور دیہی) میں گذشتہ سال کی اسی مدت کے مقابلے میں فیصد تبدیلی۔ سال بسال مہنگائی کسی خاص مہینے کی صارف اشاریہ قیمت میں پچھلے سال کے اسی مہینے کے مقابلے میں فیصد تبدیلی کو کہتے ہیں جبکہ ماہانہ مہنگائی کسی خاص مہینے کی صارف اشاریہ قیمت میں گذشتہ مہینے کے مقابلے میں فیصد تبدیلی ہے۔ مہنگائی کی ان تعریفوں کے کلیے ذیل میں دیے گئے ہیں۔

$$\text{Period average inflation } (\pi_{Ht}) = \left(\frac{\sum_{i=0}^{t-1} I_{t-i}}{\sum_{i=0}^{t-1} I_{t-12-i}} - 1 \right) \times 100$$

$$\text{YoY inflation } (\pi_{YoYt}) = \left(\frac{I_t}{I_{t-12}} - 1 \right) \times 100$$

$$\text{Monthly inflation } (\pi_{MoMt}) = \left(\frac{I_t}{I_{t-1}} - 1 \right) \times 100$$

جہاں I_t سے مراد سال کے t^{th} مہینے میں صارف اشاریہ قیمت ہے۔ صارف اشاریہ قیمت قومی، شہری یا دیہی ہو سکتا ہے۔ طریقہ کار کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے براہ کرم دیکھیے: http://www.pbs.gov.pk/content/methodology-2

3) **قرضے کے اسٹاک میں تبدیلی بمقابلہ مالیاتی خسارے کی مالکاری:** مجموعی سرکاری قرضے کے اسٹاک میں تبدیلی وزارت خزانہ کے فراہم کردہ مالیاتی مالکاری کے اعداد و شمار کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ مختلف عوامل ہیں جن میں یہ شامل ہیں: (i) قرضے کے اسٹاک میں حکومتی قرض گیری کی مجموعی قدر شامل ہوتی ہے جبکہ مالکاری کا حساب لگاتے وقت حکومتی قرض گیری کی بینکاری نظام میں اس کی امانتوں سے مطابقت کی جاتی ہے، (ii) روپے اور دیگر کرنسیوں کی امریکی ڈالر کے مقابلے میں شرح مبادلہ کی تبدیلیوں کی وجہ سے بھی قرضے کے اسٹاک میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جس سے بیرونی قرضے کی روپے میں قدر متاثر ہوتی ہے۔

4) **حکومتی قرض گیری:** بینکاری نظام سے حکومتی قرض گیری کی مختلف شکلیں ہیں اور ہر شکل کے اپنے خواص اور مضمرات ہیں جن پر ذیل میں بحث کی گئی ہے:

(الف) اعانت میزانیہ کے لیے حکومتی قرض گیری:

اسٹیٹ بینک سے قرض: وفاقی حکومت براہ راست اسٹیٹ بینک سے 'ویز اینڈ مینز ایڈوانس' (Ways and Means Advance) کے راستے یا مارکیٹ ریلیٹڈ ٹریژری بلز (ایم آر ٹی بیز) کی (اسٹیٹ بینک کے ہاتھوں) خریداری کے ذریعے قرض لے سکتی ہے۔ ویز اینڈ مینز ایڈوانس سے حکومت ایک وقت میں سال میں 10 کروڑ روپے تک 4 فیصد سالانہ کی شرح سود پر قرض لے سکتی ہے۔ اس سے زیادہ رقم اسٹیٹ بینک کی جانب سے بہ وزن اوسط یافت پر ششماہی ایم ٹی بیز کی خریداری کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ اس یافت کا تعین ٹریژری بلز کی حالیہ ترین پندرہ روزہ نیلامی سے کیا جاتا ہے۔

صوبائی حکومتیں اور حکومت آزاد جموں و کشمیر بھی اپنے ڈیٹر بیلنس (اوور ڈرافٹ) جس کی ان کے لیے طے شدہ حدود ہیں براہ راست اسٹیٹ بینک سے قرض لے سکتی ہیں۔ ان قرضوں پر شرح سود ششماہی ایم ٹی بیز کی سہ ماہی اوسط یافت ہوتی ہے۔ اگر اوور ڈرافٹ حدود کی خلاف ورزی ہو تو صوبے پر 4 فیصد سالانہ کی اضافی شرح سے ہرجانہ لیا جاتا ہے۔ تاہم 29 جون 2020ء کو وفاقی حکومت نے اسٹیٹ بینک سے صوبائی حکومتوں کو براہ راست قرض دینے کا کام خود لے لیا ہے۔ اس سلسلے میں وفاقی حکومت نے چاروں صوبائی حکومتوں اور اسٹیٹ بینک (بطور ایگزیکیوٹر) کے ساتھ وفاقی حکومت سینٹرل اکاؤنٹ نمبر 1 (غیر غذائی) سے ویز اینڈ مینز قرضے دینے کے لیے 29 جون 2020ء کو ایک سہ فریقی معاہدہ کیا ہے۔

جدولی بینکوں سے قرض: یہ قرض زیادہ تر (i) سہ ماہی، ششماہی اور بارہ ماہی مارکیٹ ٹریژری بلز (ایم ٹی بیز) کی پندرہ روزہ نیلامی؛ (ii) 3، 5، 10، 15، 20 اور 30 سال کے معینہ شرح کے پاکستان انوسٹمنٹ بانڈ کی نیلامی؛ (iii) 3، 5، 10 سال کے رواں شرح کے پی آئی بیز؛ (iv) صکوک اور (v) صکوک کے بیع موجل (موخر ادائیگی کی بنیاد پر) کے ذریعے لیا جاتا ہے۔ تاہم صوبائی حکومتوں کو جدولی بینکوں سے قرض لینے کی اجازت نہیں۔

(ب) اجناسی مالکاری: وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں دونوں اجناس مثلاً گندم، چینی وغیرہ کی خریداری کے لیے جدولی بینکوں سے قرض لے سکتی ہیں۔ ان اجناس کی فروخت کی آمدنی بعد میں اجناسی قرض کی واپسی میں استعمال ہوتی ہے۔

5) **اعداد و شمار کے مختلف ماخذوں کے اختلافات:** مختلف متغیرات مثلاً حکومتی قرض گیری، بیرونی تجارت وغیرہ کے اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار وزارت خزانہ اور پاکستان دفتر شماریات کی فراہم کردہ معلومات سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ شماریاتی تعریفوں، کوریج وغیرہ کے اختلافات ہیں۔ اس کی بعض صورتیں ذیل میں دی گئی ہیں۔

(الف) بجٹ خسارے کی مالکاری (وزارت خزانہ بمقابلہ اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار): وزارت خزانہ کی فراہم کردہ مالیاتی کارروائیوں کی سہ ماہیوں کی جدولوں اور اسٹیٹ بینک کے زری سروے میں دیے گئے اعداد و شمار میں اکثر فرق ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وزارت خزانہ حکومت کے بینکوں سے قرض کے اعداد و شمار نقد کی بنیاد پر دیتی ہے جبکہ اسٹیٹ بینک کا زری سروے واجب الوصول (accrual) بنیاد پر مرتب کیا جاتا ہے یعنی اس میں ٹی بلز پر جمع شدہ سودی ادائیگیاں شامل کی جاتی ہیں۔

(ب) بیرونی تجارت (اسٹیٹ بینک بمقابلہ پاکستان دفتر شماریات): توازن ادائیگی میں اسٹیٹ بینک کے تجارتی اعداد و شمار پاکستان دفتر شماریات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک کی مرتب کردہ شماریات بینکاری اعداد و شمار پر مبنی ہوتے ہیں جن کا انحصار زر مبادلہ کی اصل وصولی اور ادائیگی پر ہوتا ہے جبکہ پاکستان دفتر شماریات اجناس کی اصل نقل و حرکت (کسٹم ریکارڈ) کے مطابق اعداد و شمار ریکارڈ کرتا ہے۔

فرہنگ (انگریزی - اردو)

asymmetry	عدم تشاکل
balance of payments	توازن ادائیگی
borrowing	قرض گیری
broad money	زرِ وسیع
budgetary support	اعانتِ میزانیہ
capital adequacy ratio	شرح کفایتِ سرمایہ
circular debt	گردشی قرضہ
commodity operations	اجناسی سرگرمیاں
collateral	ضمانت
consumers' durables	پائیدار صارفی اشیا
core inflation	قوزی مہنگائی
counter-cyclical	مخالف گردشی
CPI	صارف اشاریہ قیمت
current account	جاری کھاتہ
default	نادہندگی
deficit	خسارہ
deflation	قیمتوں کی تقلیل
documentation	دستاویزیت
exchange rate	شرح مبادلہ
external sector	بیرونی شعبہ
financial	مالی
financing	مالکاری
fiscal	مالیاتی
foreclosure	قرقی
Foreign Direct Investment	بیرونی براہ راست سرمایہ کاری
headline inflation	عمومی مہنگائی
integration	انجذاب
lending	قرض گاری
liabilities	واجبات
liberalization	آزادکاری
liquidity	سیالیت
maturity profile	خاکہ عرصیت
monetary	زری
monetary aggregates	زری مجموعے
money market	بازارزر
net domestic assets	خالص ملکی اثاثے
net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے
OMOs	بازارزر کے سودے
one-off impact	یک بارگی اثرات
penetration	نفوذ
perishables	تلف پذیر اشیا
phytosanitary	نباتی صحت
portfolio investment	جزدانی سرمایہ کاری
pro-cyclical	موافق گردشی
remittances	ترسیلاتِ زر
revenues	محصولات، محاصل
services account	خدمات کا کھاتہ
speculation	سٹے بازی
trade account	تجارتی کھاتہ
underserved	نیم محروم
unserved	محروم
volatility	تغیرپذیری
Wholesale Price Index	تھوک اشاریہ قیمت
working capital	جاری سرمایہ

فرہنگ (اردو-انگریزی)

اجناسی سرگرمیاں	commodity operations
اعانتِ میزانیہ	budgetary support
انجذاب	integration
آزاد کاری	liberalization
بازارِ زر	money market
بازارِ زر کے سودے	OMOs
بیرونی براہ راست سرمایہ کاری	Foreign Direct Investment
بیرونی شعبہ	external sector
پائیدار صارفی اشیا	consumers' durables
تجارتی کھاتہ	trade account
ترسیلاتِ زر	remittances
تغیر پذیری	volatility
تلف پذیر اشیا	perishables
تھوک اشاریہ قیمت	Wholesale Price Index
توازنِ ادائیگی	balance of payments
جاری سرمایہ	working capital
جاری کھاتہ	current account
جزدانی سرمایہ کاری	portfolio investment
خاکہ عرصیت	maturity profile
خالص بیرونی اثاثے	net foreign assets
خالص ملکی اثاثے	net domestic assets
خدمات کا کھاتہ	services account
خسارہ	deficit
دستاویزیت	documentation
زرِ وسیع	broad money
زری	monetary
زری مجموعے	monetary aggregates

سٹے بازی	speculation
سیالیت	liquidity
شرحِ کفایتِ سرمایہ	capital adequacy ratio
شرحِ مبادلہ	exchange rate
صارف اشاریہ قیمت	CPI
ضمانت	collateral
عدم تشاکل	asymmetry
عمومی مہنگائی	headline inflation
قرض گاری	lending
قرض گیری	borrowing
قرقی	foreclosure
قوزی مہنگائی	core inflation
قیمتوں کی تقلیل	deflation
گردشی قرضہ	circular debt
مالکاری	financing
مالی	financial
مالیاتی	fiscal
محروم	unserved
محصولات، محاصل	revenues
مخالف گردشی	counter-cyclical
موافق گردشی	pro-cyclical
نادہندگی	default
نباتی صحت	phytosanitary
نفوذ	penetration
نیم محروم	underserved
واجبات	liabilities
یک بارگی اثرات	one-off impact

خصوصی سیکشن: کورونا کی وبا اور پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے فروغ کی ضرورت

اطلاعاتی اور مواصلاتی ٹیکنالوجی (آئی سی ٹی) کی گذشتہ دو عشروں کے دوران بڑھتی ہوئی دستیابی اور رسائی نے دنیا بھر میں کاروباری سرگرمیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ پاکستان میں بھی ڈجیٹل ایکو سسٹم میں آنے والی حالیہ تبدیلیاں متاثر کن ہیں۔ کورونا کے بحران کے دوران ڈجیٹائزیشن کی اہمیت مزید نمایاں ہوئی ہے۔ وبا کی وجہ سے ہونے والے لاک ڈاؤن اور نظامِ زندگی میں پڑنے والے خلل کے سماجی و معاشی نتائج کو محدود رکھنے کے لیے آئی سی ٹی کی سہولتوں نے صارفین، گھرانوں اور سرکاری حکام سب ہی کی مدد کی، چاہے وہ رقم کی منتقلی ہو یا صحت کی دیکھ بھال (ٹیلی ہیلتھ)، ای لرننگ ہو یا ای کامرس۔ 'ڈجیٹل پاکستان پالیسی' اور 'نیشنل پیمنٹ سسٹم اسٹریٹجی' کے تحت حکومت نے مزید توجہ دی تو اس کے نتیجے میں امید ہے کہ مستقبل میں ڈجیٹائزیشن کے محاذ پر پیش رفت جاری رہے گی۔ تاہم ملک میں ڈجیٹل سہولتوں کے حوالے سے پائی جانے والی اونچ نیچ (عدم مساوات) کی وجہ سے طلب اور رسد کی مختلف رکاوٹوں سے نمٹنے کے لیے مشترکہ کوششیں درکار ہوں گی۔ ملک میں شمولیتی اقتصادی نمو یقینی بنانے کے لیے یہ امر بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

خصوصی سیکشن: کورونا کی وبا اور پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے فروغ کی ضرورت [1]

خ1.1 تعارف

کورونا کی وبا نے دنیا بھر میں ڈجیٹل انقلاب کی رفتار میں نمایاں اضافہ کر دیا ہے۔ اس وبا نے وسیع پیمانے پر لاک ڈاؤن اور سماجی دوری کی پابندیوں کو ضروری بنا دیا جو اس امر کا ایک لٹمس ٹیسٹ بن گیا کہ کسی غیر معمولی اور غیر متوقع سماجی و کاروباری خلل سے نمٹنے کے لیے عالمی معیشت کی تیاری اور مضبوطی کی حالت کیا ہے۔ بہت سے ادارے فاصلاتی طریقے سے امور کی انجام دہی پر راتوں رات مجبور ہو گئے جبکہ صارفین نے گھریلو سازوسامان خریدنے کے لیے ڈجیٹل ذرائع اختیار کرنا شروع کر دیا۔ کاروباری ادارے وبا سے پہلے ڈجیٹائزیشن کے جن طریقوں پر، یعنی دونوں زمروں بزنس سے صارف اور بزنس سے بزنس، عمل پیرا تھے وبا کے دنوں میں طریقے اختیار کرنے میں تیزی لے آئے، حالانکہ اُن اداروں کا منصوبہ تھا کہ یہ طریقے وسط سے طویل مدت کے دوران متعارف کرائے جائیں۔ حکومتوں نے بھی اہم سرکاری خدمات جیسے سماجی منتقلیاں فراہم کرنے کے لیے ایسے طریقوں پر انحصار کیا جن میں روبرو تعلق درکار نہیں ہوتا، اور انہوں نے اس مرض کی روک تھام کے لیے سخت اقدامات نافذ کیے۔

چنانچہ ڈجیٹل انقلاب نے نہ صرف سرکاری اور نجی شعبے کی سرگرمیوں کا (جہاں ممکن ہوا) تسلسل عملاً یقینی بنایا بلکہ توقع ہے کہ مستقبل میں ان سرگرمیوں کی بالآخر بحالی میں بھی اس انقلاب کا حصہ نمایاں ہو گا۔ اس انقلاب کو ممکن بنانے میں بنیادی چیز کنکٹی وٹی کی بلند سطح اور قابلِ بھروسہ ڈجیٹل انفراسٹرکچر ہے۔ ڈیٹا پر منحصر خدمات جیسے، انٹرنیٹ پلیٹ فارمز پر وڈیو کانفرنسنگ، فائل اپ لوڈنگ اور ڈاؤن لوڈنگ، وڈیو کالز، لائیو اسٹریمنگ، اور انفارمیشن پُلنگ کی بڑھی ہوئی طلب پوری کرنا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ کورونا بحران کے دوران ڈیٹا کے استعمال کی سطح میں تقریباً 50 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے، اور ہائی ڈیٹا "پاور" والے صارفین کی تعداد تیزی سے بڑھی ہے۔[2] ڈجیٹل سہولتوں کی طلب میں اس اچانک اضافے سے نمٹنے کی اہلیت مختلف ملکوں میں یقیناً مختلف ہے۔ بہت سے ترقی پذیر ملکوں بشمول پاکستان کا یہی معاملہ ہے۔

کورونا کے بحران نے یہ ضرورت ایک بار پھر واضح کر دی ہے کہ پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی اور انفراسٹرکچر کی رسائی کو بڑھایا جائے اور بہتر بنایا جائے، ڈجیٹل سُوجھ بُوجھ بڑھانے اور متعلقہ مہارت کو فروغ دینے کی کوششیں مستحکم کی جائیں، برانچ لیس اور روایتی بینکوں کے مابین انٹر آپریبلٹی بڑھائی جائے، اور مالی اور سرکاری سہولتوں کی فراہمی میں ٹیکنالوجی کو اپنایا جائے۔ گو کہ گذشتہ چند برسوں کے دوران ملک کے ڈجیٹل میدان میں نمایاں ترقی دیکھی گئی ہے جس کے سبب لاک ڈاؤن کے طویل عرصے کے دوران سماجی و معاشی سرگرمیاں جاری رکھی جا سکیں، تاہم طلب اور رسد کے پہلو سے کئی مشکلات پائی جاتی ہیں جن کو بروقت حل کرنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر ملک میں فراہم کردہ انٹرنیٹ بینڈ وتھ کی سطح علاقے کے دیگر ملکوں سے پست ہے۔[3] دوسرے، انٹرنیٹ کی سہولت بڑے شہروں ہی میں مرتکز ہے، چھوٹے شہروں، دور دراز قصبات اور دیہی علاقوں کو ڈجیٹل ترقی میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ اسکول کی فاصلاتی تعلیم (tele-schooling) اور صحتِ عامہ کی فاصلاتی سہولت (telehealth) کے شعبے میں آنے والی دشواریوں نے اس پسماندگی کو زیادہ نمایاں کر دیا۔ تیسرے، ہمسر ملکوں کے مقابلے میں پست اسپیکٹرم مختص کیے جانے اور لائسنس کی بلند فیس نے پاکستان کو ڈجیٹل انقلاب سے مستفید نہ ہونے دیا۔[4] نیز، خردہ سطح پر بینکوں کے ساتھ تعلق استوار کرنے میں، 'اپنے صارف کو پہچانیے' کی سخت شرائط کو پورا کرنے میں مشکلات، اور ایک محفوظ اور صارف دوست ڈجیٹل پیمنٹ پلیٹ فارم بنانے کے بھاری ابتدائی اخراجات کی بنا پر خصوصاً چھوٹے کاروباری اداروں کو 'وصولی پر ادائیگی' (cash on delivery) سے آگے بڑھ کر سہولت فراہم کرنے سے

---

[1] مصنفین اسٹیٹ بینک کے شعبہ نظامِ ادائیگی کے قابلِ قدر تعاون کے معترف ہیں۔

[2] ڈیٹا کا ماخذ: اوپن والٹ بر اڈبینڈ ان سائٹس کی پہلی سہ ماہی رپورٹ 2020ء (https://openvault.com/complimentary-report-Q120/)

[3] جی ایس ایم اے (2020)۔ پاکستان: مکمل ڈجیٹل معیشت کی طرف پیش قدمی۔

[4] ماخذ: جوفٹ نوٹ 3 کا ہے۔

رکنا پڑا۔ غیر رسمی معیشت کے بلند درجے پر ہونے کے سبب ڈجیٹل معیشت کی طرف پیش رفت میں مزید رکاوٹیں ہیں کیونکہ کاروباری ادارے اپنی سرگرمیوں کو دستاویزی شکل دینے سے گریز کرتے ہیں۔ طلب کے پہلو سے بڑی رکاوٹیں یہ ہیں: ڈجیٹل سوجھ بوجھ کی سطح پست ہے، ڈجیٹل سہولت اپنانے کے فوائد کا لوگوں کو ادراک بہت کم ہے، اور اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ سہولت خریدنے کی استطاعت کم ہے۔

اس تناظر میں ڈجیٹل انفراسٹرکچر اور کنکٹی وٹی کے لحاظ سے اب تک ہونے والی ترقی کا تجزیہ کرنا ضروری ہو گیا ہے، نیز یہ بھی جائزہ لینا ہو گا کہ آئندہ ایسے خلل سے نمٹنے کے لیے ملک کس حد تک تیاری کی حالت میں ہے۔ اس خصوصی سیکشن میں: (i) اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ کورونا کی وبا کے دوران دنیا بھر کی حکومتوں، کاروباری اداروں اور گھرانوں نے ڈجیٹل سہولتوں سے کیسے فائدہ اٹھایا، اور کون سے پالیسی اقدامات اس تبدیلی کا سبب بنے، (ii) کورونا وائرس کے بحران کے موقع پر پاکستان میں ڈجیٹل کنکٹی وٹی کی حالت اجاگر کی جائے گی، (iii) تجزیہ کیا جائے گا کہ اس محاذ پر پیش رفت سے نجی شعبے کو عملی رکاوٹیں دور کرنے میں کس طرح مدد ملی، خاص طور پر کامرس اور فنانس کے شعبوں میں، اور (iv) موجودہ ڈجیٹل تقسیم دور کرنے کے لیے دلائل دیے جائیں گے تاکہ مستقبل میں معیشت کو اس قسم کے خلل سے بچانے کے لیے اس کی اصابت بڑھائی جائے، اور بحیثیت مجموعی ملک میں ڈجیٹل اعتبار سے شمولیتی ایکو سسٹم بنایا جائے۔

خ1.2 پاکستان کے ڈجیٹل ایکو سسٹم میں حالیہ برسوں میں پیش رفت

پاکستان نے گذشتہ چند برسوں کے دوران معیشت میں ڈجیٹل نفوذ بڑھانے کی طرف نمایاں پیش قدمی کی ہے۔

مثال کے طور پر ڈجیٹل معیشت میں بنیاد کی حیثیت رکھنے والے شعبے ٹیلی مواصلات اور انٹرنیٹ کا نفوذ حکومتوں کی ترجیح رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں پاکستان کی سیلولر ٹیلی ڈینسٹی جو جون 2015ء میں 60.7 فیصد تھی، مارچ 2020ء میں 80.0 فیصد ہو گئی (**شکل خ 1.1**)۔ اسی طرح معیشت میں ان پانچ سال کے دوران براڈ بینڈ کا نفوذ چار گنا سے زائد بڑھا ہے، جو جون 2015ء میں صرف 8.9 فیصد تھا اور مارچ 2020ء میں 39.1 فیصد ہو گیا۔ یہ دراصل 2014ء میں تھری جی اور فور جی اسپیکٹرم لائسنس کی نیلامیوں کے بعد 'نیکسٹ جنریشن موبائل سروسز (این جی ایم ایس) صارفین کی تعداد میں اضافے کا نتیجہ تھا۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے موبائل ڈیٹا ٹریفک میں اضافے اور کنکٹی وٹی کے وسط مدتی اہداف کے پیش نظر ملک میں سیلولر موبائل کے دو مزید آپریٹرز کو جنوری 2020ء میں فائیو جی کی غیر تجارتی آزمائش کی اجازت دی۔

ای کامرس میں گذشتہ چند برسوں میں متاثر کن نمو ہوئی۔

صارف کے اندازِ خریداری میں کچھ سال سے جو نمایاں تبدیلی آئی ہے اس کے اسباب ڈجیٹل نفوذ میں اضافہ، برقی تجارتی پلیٹ فارمز کے بارے میں آگاہی بڑھنا اور پست لاگت ہیں۔ گو کہ بزنس ٹو بزنس (بی ٹو بی) ایکس چینجز کے لیے اسی قسم کے انفراسٹرکچر موجود ہیں تاہم ایسا رابطہ اب تک محض لاجسٹکس سروسز تک محدود رہا ہے۔ پاکستان میں بحیثیت مجموعی ای کامرس کی فروخت

شکل خ1.1 الف: پاکستان میں ٹیلی ڈینسٹی (موبائل اور فون کی سہولت) فیصد میں

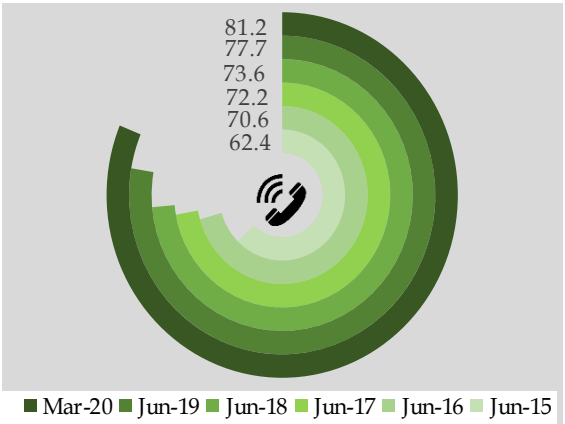

Source: Pakistan Telecommunication Authority

شکل خ1.1 ب: پاکستان میں براڈ بینڈ کا پھیلاؤ (فیصد)

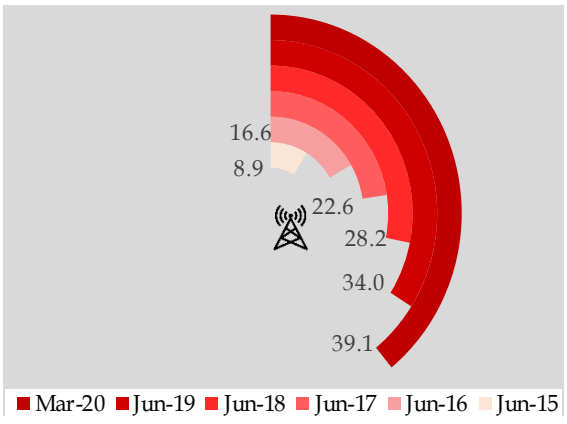

مالی سال 17ء سے 19ء تک 62 فیصد کی مشترک سالانہ شرح نمو (سی اے جی آر) سے بڑھی ہے اہم بات یہ ہے کہ ای کامرس پلیٹ فارمز نے فیڈ بیک اور درجہ بندی کا طریقہ اپنا کر صارفین کا تجربہ بڑھانے پر توجہ دی ہے جس سے صارفین کا بھروسہ بڑھانے میں مدد ملی ہے جبکہ فروشندگان اور دکانداروں کو اپنی خدمات اور مصنوعات کا معیار بہتر بنانے کی تحریک ملی ہے۔

گو کہ 'وصولی پر ادائیگی' سب سے پسندیدہ طریقہ رہا ہے تاہم اس عرصے کے دوران ڈیبٹ/کریڈٹ کارڈ اور آئی بی ٹی ایف کا استعمال حجم اور مالیت دونوں اعتبار سے بڑھا ہے۔

یہ پیش رفت مالی سال 20ء کے دوران بھی جاری رہی تاہم پہلی تین سہ ماہیوں کے دوران ایک نمایاں بہتری یہ آئی کہ ای کامرس مرچنٹس کو موبائل والٹ ادائیگیاں خاصی بڑھ گئیں۔ منقولی شواہد سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مارکیٹ پلیسز کے علاوہ one-to-many ڈجیٹل آؤٹ لیٹس صارفین کو راغب کرنے کے لیے انہیں خصوصی رعایت کی پیشکش کر کے موبائل والٹ ایکو سسٹم میں وسعت لانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس سے قطع نظر، معیشت میں نقدی کے نفوذ کی جو سطح پہلے ہی بلند ہے اس میں اضافے کا رجحان (**باب 3**) ملک میں ڈجیٹل پیمنٹ سسٹم کا انفراسٹرکچر بڑھانے کی کوششوں کو ناکام بناتا رہے گا۔[5] موجودہ صارفین بھی بے نقد ادائیگیوں سے گریز کا رجحان رکھتے ہیں۔[6]

خ 1.3 کورونا بحران کے دوران پیش رفت

اواخر مارچ میں حکومت نے وبا کا پھیلاؤ روکنے کے لیے پورے پاکستان میں سخت لاک ڈاؤن نافذ کر دیا۔ اس دوران اسکول، شاپنگ سینٹرز، ریستوران، کارخانے اور پبلک ٹرانسپورٹ بند رہی اور عوامی مقامات پر اجتماعات پر پابندی رہی۔ صرف چند بے حد اہم صنعتیں جیسے خوراک اور صحتِ عامہ کو کھولنے کی اجازت دی گئی۔

شکل خ 1.2: پاکستان میں کورونا کے دوران نقل و حرکت محدود رہی

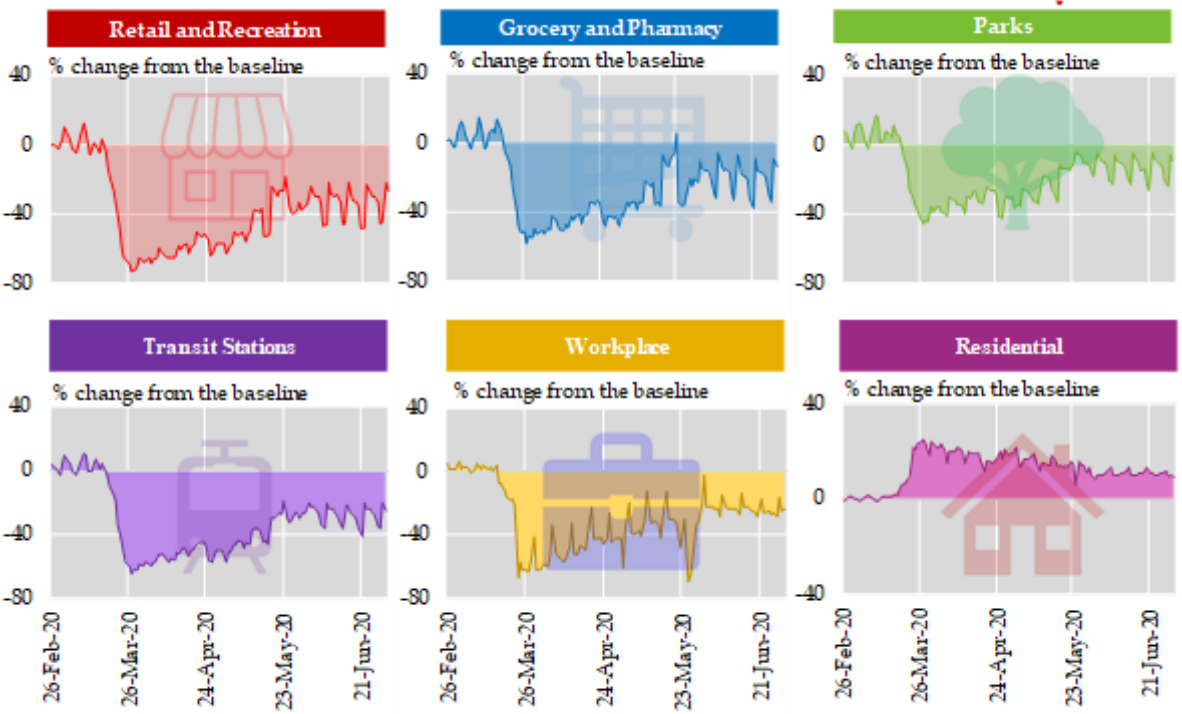

Note: Google Mobility Reports show how visits and length of stay at different places change compared to the baseline, the median value for the corresponding day of the week during the five week period 3 Jan – 6 Feb 2020.
Source: Covid-19 Community Mobility Report (Google)

[5] کرنسی اور امانتوں کا تناسب بڑھ کر جون 2020ء میں 41.7 فیصد ہو گیا جبکہ جون 2019ء میں یہ 38.6 فیصد تھا۔

[6] مثال کے طور پر ملک میں جون 2020ء تک ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ رکھنے والے 28.4 ملین افراد تھے، جنہوں نے پورے سال میں پی او ایس ٹرمینلز پر اوسطاً صرف 2 لین دین کیے۔ اس کے برعکس مالی سال 20ء کے دوران ڈیبٹ کارڈ کا بیشتر استعمال اے ٹی ایم سے رقم نکلوانے کے لیے کیا گیا جس کی اوسط 17 مرتبہ تھی۔

مالی سال ختم ہوتے ہوتے جب حکومت نے اسمارٹ لاک ڈاؤن کی حکمتِ عملی اپنا لی تو کچھ سرگرمیاں بحال ہوئیں تاہم خردہ اور تفریح، سودا سلف اور فارمیسی، ٹرانزٹ اسٹیشن، اور جائے کار پر نقل و حرکت اپنی اساس (یعنی کورونا وبا سے قبل کی حالت) سے بالترتیب 26 فیصد، 14 فیصد، 25 فیصد اور 24 فیصد کمی ہوئی (**شکل خ 1.2**)۔

شکل خ 1.3 : پاکستان میں براڈ بینڈ ڈیٹا کا استعمال خاصا بڑھ گیا ہے

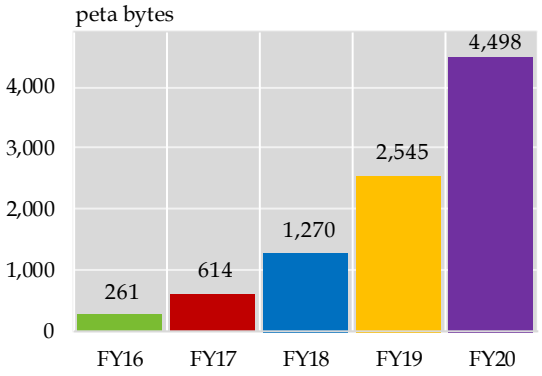

Source: Pakistan Telecommunication Authority

اس تناظر میں سرکاری اداروں ، کاروباری اداروں اور گھرانوں کے لیے برقی ذرائع پر منتقلی ناگزیر ہوگئی جیسا کہ مالی سال 20ء کے دوران ملک بھر میں انٹرنیٹ کے استعمال میں تیز رفتار نمو سے عکاسی ہوتی ہے (**شکل خ 1.3**)۔ لاک ڈاؤن کے فوری بعد انٹرنیٹ کا ٹریفک 15 فیصد بڑھ گیا حالانکہ مقبول پلیٹ فارمز جیسے نیٹ فلکس اور یوٹیوب نے سست روی کو کم کرنے کے لیے مطلوبہ ڈیفالٹ بینڈوتھ میں کمی کر دی تھی۔ ٹیلی مواصلات کے ضابطہ ساز ادارے پی ٹی اے کے مطابق ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے براڈ بینڈ کی بحیثیت مجموعی استعداد مناسب معلوم ہوتی ہے۔[7] براڈ بینڈ ڈیٹا کا بحیثیت مجموعی استعمال مالی سال 20ء کے دوران 76.7 فیصد بڑھ گیا جس کی بلند ترین نمو (89 فیصد) چوتھی سہ ماہی میں ہوئی جس میں سرکاری اداروں، خاص طور پر مرکزی بینک نے لوگوں کو ڈجیٹل کمیونی کیشن اور پیمنٹ چینلز استعمال کرنے کی ترغیب بھی دی اور اس میں سہولت بھی فراہم کی۔

دوسرے ملکوں کی طرح پاکستانی گھرانوں اور کمپنیوں کو بھی معمول کی سرگرمیوں میں اس اچانک خلل کو قبول کرنا پڑا۔ جب تحدیدی اقدامات میں اضافہ ہوا تو گھرانوں نے ضروری چیزیں (سودا سلف) اور دیگر اشیا خریدنے کے لیے آن لائن طریقے استعمال کرنا شروع کر دیے۔ دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی صارفین نے سودا سلف، خوراک منگوانے اور آن لائن خریداری کے طریقوں کی تلاش میں اضافہ کر دیا جیسا کہ گوگل سرچ انجن پر صارفین کی سرگرمیوں سے ظاہر ہے (**شکل خ 1.4**)۔ گو کہ تمام اقسام کے کاروبار آن لائن نہیں کیے جاسکتے تھے، اشیا ساز اداروں، خردہ اور لاجسٹکس سے منسلک اداروں نے شاندار استحکام کا مظاہرہ کیا۔ یہاں یہ بات دہرانا ضروری ہے کہ کورونا کی وبا سے قبل بھی ملکی مارکیٹ میں آن لائن طریقوں کی بتدریج وسعت اور تجربات کا سلسلہ جاری تھا تاہم وبا کے سبب یہ کئی جہات سے تیز رفتار ہو گیا۔

مثال کے طور پر کاروباری اداروں نے ای میل نیوز لیٹر، اور روایتی اور سوشل میڈیا پر اشتہارات کے ذریعے اپنی ڈجیٹل مارکیٹنگ میں اضافہ کر دیا اور ویب سائٹس اور سوشل میڈیا پروفائل کے ذریعے اپنے ممکنہ صارفین تک فعال طریقے سے پہنچنے لگے۔ دوسرے، روایتی شاپنگ اور کیش کو ترجیح دینے کی موجودہ عادت نے اس امر کو ضروری بنا دیا کہ ڈسکاؤنٹ اور آگہی کی عام مہمات چلا کر صارفین کو آن لائن خریداری کی طرف راغب کیا جائے (**شکل خ 1.5**)۔

مزید برآں ، سپلائی چین آپریشنز ، 'اپنے صارف کو پہچانیے' کے پروٹوکولز میں بہتری ، اور آرڈر پر عمل درآمد کو ہموار بنانے میں ڈیٹا مرتّب کرنے اور اینالیٹکس نے بنیادی اہمیت اختیار کر لی۔ ای کامرس کے میدان میں نووارد اداروں کو پوراڈ جیٹل انفراسٹرکچر از سرِ نو تیار کرنا پڑا۔ اس عمل میں یہ امور شامل ہیں: آن لائن اسٹور قائم کرنے کے لیے نئی ٹیموں کی تشکیل یا دوسری صورت میں پہلے سے موجود آن لائن مارکیٹ پلیس پر سائن اپ کرنے اور بطور دکان دار کام کرنے میں انہیں مدد دینا، ایک تیز رفتار انونٹری مینجمنٹ سسٹم کی تنصیب، ڈجیٹل پیمنٹ سنبھالنے کے لیے مالی اداروں کے ساتھ تعلق استوار کرنا، اور سب سے اہم یہ کہ ملازمین کی صحت اور تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے ان تمام کاموں کو انجام دینا۔ محدود ملازمتی اوقات میں تیز رفتاری سے کام کرنے کے تقاضوں نے ڈجیٹل انقلاب کا عمل مزید دشوار بنا دیا۔ چنانچہ آف لائن ریٹیل صنعت نے

[7] https://www.pta.gov.pk/en/media-center/single-media/internet-usage-increases-by-15-in-pakistan-270320

اپنی آن لائن خدمات کی استعداد پیدا کرنے اور ان کے آغاز کی غرض سے اضافی بجٹ مختص کر دیا۔

لاک ڈاؤن کے دوران ریستورانوں اور ہوٹلوں نے کھانوں کی ترسیل کے ذرائع کو استعمال کیا۔ جس طرح خردہ فروشوں نے آن لائن پلیٹ فارمز سے اشتراک حاصل کیا اسی طرح بہت سے نئے ریستورانوں

شکل خ1.4 : لاک ڈاؤن کے دوران آن لائن خریداری اور ڈیلیوری میں دلچسپی بڑھ گئی

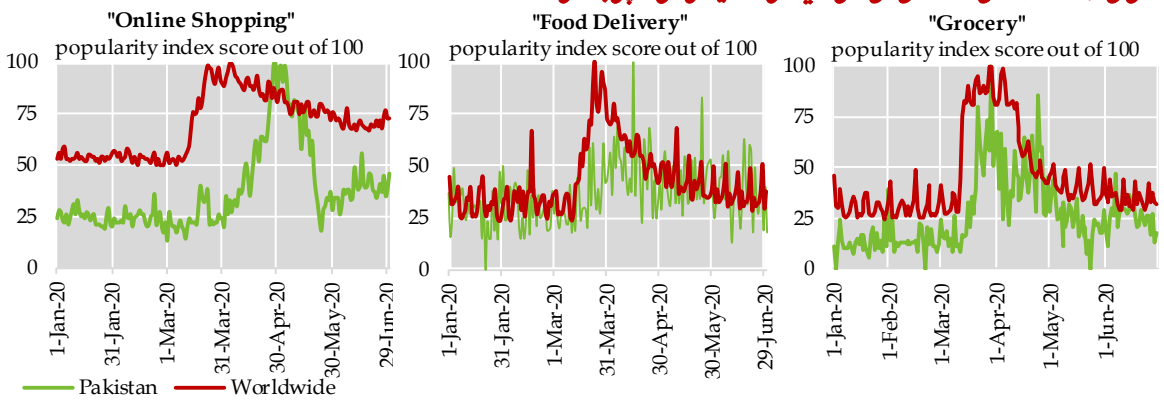

* Index score represents search interest relative to the highest point on the chart for the given region and time. A value of100 is the peak popularity for the term. A value of 50 means that the term is half as popular. A score of 0 means there was not enough data for this term.

Source: Google Trends

آن لائن کاروبار شروع کرنے کے لیے سپلائی چین میں کلاؤڈ کمپیوٹنگ اور انونٹری مینجمنٹ سافٹ ویئر کی انٹیگریشن پر عموماً بھاری اخراجات ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلے سے قائم آن لائن مارکیٹ پلیئرز کے پاس چھوٹے فروشندگان کی رجسٹریشن میں اچانک اضافہ ہو گیا تاکہ ان اخراجات سے گریز کیا جا سکے اور آپریشنز کی بحالی میں تاخیر سے بچا جا سکے۔ مثلاً ایک بڑے آن لائن پلیٹ فارم نے ویزا انٹرنیشنل کے اشتراک سے مالی سال 20ء کی تیسری سہ ماہی میں تقریباً 3000 ایم ایس ایم ای اداروں کو رجسٹر کیا۔ مالی سال 20ء کے دوران کمرشل بینکوں کے پاس رجسٹر ہونے والے ای کامرس دکانداروں کی تعداد بحیثیت مجموعی 25.3 فیصد بڑھی جو مالی سال 19ء میں 24.5 فیصد بڑھی تھی۔ چونکہ سامان کی ترسیل کی طلب میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا اس لیے کاروباری اداروں نے اپنی انونٹری مینجمنٹ کو بہتر سے بہتر استعمال کرنے کے لیے just-in-time ماڈل اپنانا شروع کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ پیداواری عمل میں اشیا صرف اُس وقت وصول کی جائیں جب ان کی ضرورت پڑے اس طرح کارگذاری بڑھائی جائے اور انونٹری کے اخراجات کم کیے جائیں۔ اس سلسلے میں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں کاروباری اداروں نے اپنے اسٹورز کو بطور گودام استعمال کرنا شروع کر دیا تاکہ آرڈرز کی بروقت تعمیل ہو اور ترسیل کا وقت کم ہو۔

نے غذائی مصنوعات کی آن لائن ترسیل کے اداروں کے پاس اپنا اندراج کرایا، ڈسکاؤنٹ دیے اور زیادہ سے زیادہ آرڈر کے حصول کے لیے حفاظتی اصولوں کی مکمل پابندی کی۔ جن شہروں میں ایسے پلیٹ فارم موجود نہ تھے وہاں فون کال کے ذریعے آرڈر دینا معمول بن گیا۔

شکل خ1.5 : لاک ڈاؤن کے دوران آن لائن طریقوں کی طرف منتقلی کے لیے کاروباری اداروں کی حکمت عملی



Source: Soft information based on company websites; marketplaces blogs; retail sector webinars; and Daraz e-commerce index

چنانچہ مالی سال 20ء میں ای کامرس مارکیٹ وسیع ہو کر 234.6 ارب روپے تک چلی گئی جو سال بسال 55.5 فیصد اضافہ ہے (شکل خ1.6)۔ ڈجیٹل ادائیگیوں میں برانچ لیس بینکاری ذرائع سے کیے جانے والے ای کامرس لین دین میں گذشتہ سال کی نسبت دگنے سے زیادہ اضافہ ہوا۔ اس سے قطع نظر، چوتھی سہ ماہی کے دوران ای کامرس سرگرمیوں کے لیے ڈجیٹل ادائیگیوں کی سال بسال نمو کم ہو کر صرف 10.6 فیصد رہ گئی جو کہ گذشتہ تین سہ ماہیوں میں اوسطاً 74.1 فیصد رہی تھی۔ اس سے تین باتیں پتہ چلتی ہیں:

شکل خ1.6 الف: ای کامرس کی فروخت بدستور بڑھتی رہی...

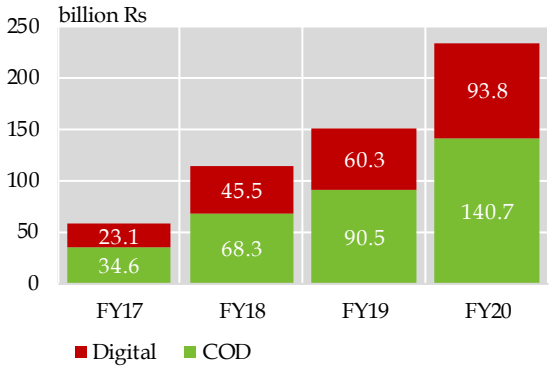

شکل خ1.6 ب: ... کیونکہ ڈجیٹل ادائیگی مقبولِ عام ہو گئی

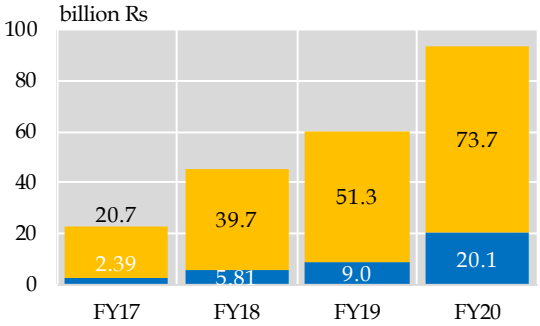

* These numbers include retail payments made via branchless banking channels, therefore, may not tally with estimates shared in Annual Report, Chapter 7 of 2017-18

Source: State Bank of Pakistan; market estimate for COD sales

- 'وصولی پر ادائیگی' معیشت میں نقد رقم کے نفوذ میں تیزی سے اضافے کی بنا پر بڑھی ہو گی (**باب 3**)۔ اکثر لوگ کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ استعمال کرنے کے بجائے نقد ادائیگیوں اور منتقلیوں کی غرض سے اپنے ایم والٹ میں رقم ڈلوانے کے لیے برانچ لیس بینکاری ایجنٹوں کے نیٹ ورک پر اب بھی اتنا ہی بھروسہ کرتے ہیں جتنا کمرشل بینکوں کی عام برانچوں پر۔ محدود اوقاتِ کار اور نقل و حرکت نے اِن طریقوں تک لوگوں کی رسائی مشکل بنا دی۔ اس کے ساتھ ساتھ عموماً نقد رقم کو ترجیح دی جاتی رہی کیونکہ غیر یقینی حالات نے لوگوں کو بطور احتیاط نقد رقم اپنے پاس رکھنے پر مجبور کیا۔ کاروباری اداروں کے نقطۂ نظر سے ان کی سرگرمیاں جاری رکھنے کا واحد راستہ ای کامرس میں داخل ہونا تھا۔ تاہم محدود نقل و حرکت کے پیشِ نظر کاروباری اداروں کو دشوار محسوس ہوا کہ وہ لین دین میں کمرشل بینکوں سے اشتراک کریں چنانچہ انہیں اپنی سرگرمیوں میں صرف 'وصولی پر ادائیگی' کا طریقہ اپنانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس طرح ای کامرس مارکیٹ میں بحیثیت مجموعی نقد لین دین کا تناسب بڑھ گیا۔

- نیز، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ای کامرس کی صنعت صارفین کی طلب میں ہونے والے اُس اچانک اضافے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں تھی جو کورونا بحران کی بنا پر پیدا ہوئی۔ چنانچہ آرڈرز کی بڑی تعداد کو مبینہ طور پر منسوخ کیا گیا اور رقم کی واپسی یا تو بروقت نہ کی گئی یا پھر غیر معینہ وقت کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ چونکہ ڈجیٹل ادائیگی والے آرڈرز کو 'وصولی پر ادائیگی' کے طریقے میں 'بعد از ادائیگی' ماڈل کے بجائے 'قبل از ادائیگی' ماڈل پر پراسیس کیا جاتا ہے اس لیے صارفین ڈجیٹل ادائیگی سے گریز کر کے نقد تصفیے کی جانب مائل ہو گئے کیونکہ اس طرح وہ آرڈر کی تکمیل تک ادائیگی روک کر اپنا رسک کم کر سکتے تھے۔

- دوسری جانب، ڈجیٹل آپشن رکھنے والے ای کامرس کے بڑے بڑے نان ریٹیل اداروں کو بڑے شہروں میں پابندیوں کی وجہ سے اپنی سرگرمیاں معطل کرنی پڑیں۔ مثال کے طور پر لاک ڈاؤن کے ابتدائی دنوں میں ریستوران اپنی سرگرمیاں روکنے پر مجبور ہو گئے جس سے غذائی مصنوعات کی ترسیل میں کمی آئی۔ اسی طرح بعض شہروں میں ڈبل سواری اور رائڈ ہیلنگ سروسز پر پابندیاں عائد تھیں چنانچہ ڈجیٹل ای کامرس کی فروخت کا مجموعی حجم کم ہو گیا۔

تاہم ای کامرس سے ہٹ کر، ڈجیٹل ادائیگیوں اور ڈیلیوری کے متبادل ذرائع کی طرف رجحان میں خاصا اضافہ ہوا۔ جیسا کہ پہلے بحث ہو چکی ہے، کورونا کی آمد کے بعد کے عرصے میں برقی بینکاری اور

ڈیلیوری کے متبادل ذرائع کی اہمیت اور ان کا استعمال بڑھ گیا تھا۔ اس کو دیکھتے ہوئے اسٹیٹ بینک نے بینکوں کو ہدایت کی کہ وہ ڈجیٹل لین دین کے تمام انٹر بینک اور انٹرا بینک چارجز ختم کر دیں تاکہ لوگوں کو ڈجیٹل مالی ذرائع کے استعمال کی مزید ترغیب دی جائے۔ مزید ہدایات دی گئیں کہ اے ٹی ایم کی فعالیت اور صارفین کے لیے ہیلپ لائن اور کال سینٹرز کی چوبیس گھنٹے اور ہفتہ بھر دستیابی کو یقینی بنایا جائے تاکہ صارفین کو سہولت اور آئی وی آر بینکنگ میں روانی برقرار رہے۔ یہ پیش رفت ہی وہ کلیدی عامل رہی تھی جس سے مالی سال 20ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران انٹرنیٹ سے بینکاری ادائیگیوں کی مالیت میں سہ ماہی بہ سہ ماہی 19.5 فیصد کی معقول نمو اور سال بسال 63.7 فیصد کی زبردست نمو حاصل ہوئی تھی۔ چوتھی سہ ماہی کے دوران موبائل بینکاری میں لین دین کا حجم سہ ماہی بہ سہ ماہی 33.0 فیصد اور سال بسال 106.8 فیصد بڑھ گیا۔ موبائل بینکاری لین دین کی مالیت مالی سال 20ء کے اختتام پر مجموعی طور پر مسلسل تیسرے سال دگنی ہو کر 1.7 ٹریلین روپے تک چلی گئی، کیونکہ صارفین نے رقم کی منتقلی، یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی، یا خردہ خریداری جیسی دیگر اقسام کی ادائیگیاں کرنے کے لیے اسمارٹ فون ایپس کا استعمال بڑھادیا(**شکل خ1.7**)۔

شکل خ1.7 الف: پاکستان میں ای بینکنگ سے لین دین

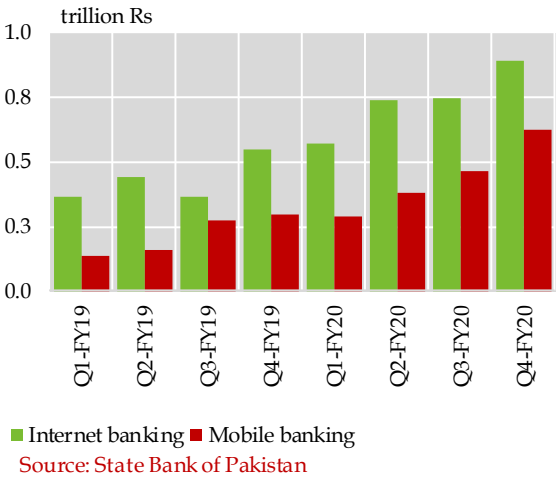

Source: State Bank of Pakistan

شکل خ1.7 ب: پاکستان میں موبائل بینکنگ سے لین دین

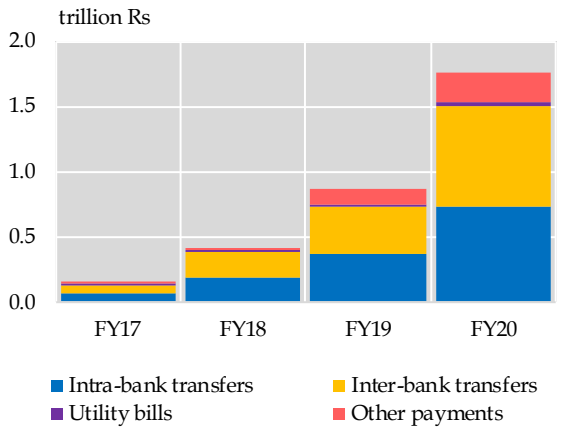

خ1.4 معقول پالیسی تعاون اور رہنمائی ملنے سے پیش رفت جاری رہے گی...

گذشتہ ایک عشرے کے دوران مالی، خردہ، صحت اور سرکاری خدمات کے تیزی سے ڈجیٹل صورت میں ڈھلنے کے باعث، جسے اسمارٹ فون کی فروخت، انٹرنیٹ صارفین اور آئی پی ٹریفک میں اضافے سے بڑھاوا ملا، دنیا اس طرح کے خلل کا سامنا کرنے کے لیے زیادہ تیار تھی جس طرح کا خلل کورونا کا بحران لے کر آیا۔ خاص طور پر آئی سی ٹی کی استعداد اور رسائی میں اضافے سے گھرانوں، کاروباری اداروں اور سرکاری اداروں کی مضبوطی بڑھ گئی، اور وبا کی وجہ سے ہونے والے لاک ڈاؤن کے اثرات کم رہے۔ پاکستان کا بھی یہی معاملہ رہا۔ اس سے قطع نظر، پوری دنیا کورونا سے جنم لینے والی سماجی و معاشی مشکلات کا سامنا کر رہی ہے جو کم از کم کسی موثر ویکسین کی دستیابی تک جاری رہیں گی۔ وائرس کی دوسری لہر کا خطرہ بھی منڈلا رہا ہے چنانچہ لوگ محتاط بھی رہیں گے اور سماجی دوری پر دنیا بھر میں عمل بھی کریں گے۔ اس سلسلے میں پاکستان میں پائی جانے والی اہم رکاوٹوں کو دور کرنا ہوگا جیسے ڈجیٹل اور مالی خواندگی کی کمی، آئی سی ٹی خدمات کے پلیٹ فارمز تک رسائی کا محدود ہونا، اور نقد رقم کو ترجیح دینا۔

اب یہ بات سمجھنی ضروری ہے کہ چوتھے صنعتی انقلاب اور انٹرنیٹ آف تھنگس (آئی او ٹی) کی طرف پیش قدمی تیزی سے جاری ہے۔ مصنوعی ذہانت، روبوٹکس، بلاک چین اور آگمینٹڈ رئیلٹی جیسی ٹیکنالوجیز اقتصادی شعبے میں بھی جلوہ گر ہوں گی، مستقبل کی صنعتوں کی آبیاری کریں گی جس سے اشیا سازی اور خدمات کے درمیان فرق ماند پڑ جائے گا، اور اقتصادی نمو لانے کا سبب بنیں گی۔ انٹرنیشنل ٹیلی کمیونی کیشن یونین (آئی ٹی یو) کی 2018ء کی ایک رپورٹ کے مطابق کسی معیشت کی مجموعی ڈجیٹائزیشن میں ایک فیصد کا اضافہ فی کس جی ڈی پی میں 0.13 فیصد نمو اور لیبر کی پیداواریت میں 0.23

فیصد نمو کا باعث بنتا ہے[8]۔ مزید برآں، ای گورنمنٹ کی طرف پیش قدمی مالی اور زری پالیسی کی ترسیل اور ابلاغ کے طریقوں کو بھی ڈجیٹل بنا رہی ہے، اور ہمیں برقی سماجی متقلیوں، اور ممکنہ طور پر ڈجیٹل کرنسیوں وغیرہ سے آراستہ مستقبل کی طرف لے جا رہی ہے۔ ان سب چیزوں کے لیے ڈجیٹل انفرا سٹرکچر کی استعداد میں زبردست اضافے کی ضرورت ہوگی تاکہ بِگ ڈیٹا کی متوقع طلب سے نمٹا جا سکے۔ بقیہ ملکوں کی طرح پاکستان کو بھی ضرورت ہے کہ مستقبل کے تقاضوں کے لیے تیار ہونے کی خاطر ملک کے اندر اور بین المللکی ڈجیٹل فرق کو دور کرنے کو اپنی ترجیح بنائے۔

اس سلسلے کی ایک مثبت پیش رفت نظامِ ادائیگی کی قومی حکمت عملی (این پی ایس ایس) کا آغاز ہے جس کے تحت ایک جدید اور جسیم ڈجیٹل پیمنٹ نیٹ ورک کے لیے راہِ عمل اختیار کی گئی ہے۔ اس حکمت عملی کے اہداف 2025ء تک ڈجیٹل چینلز کو استعمال میں لا کر پاکستان کے جی ڈی پی میں 7 فیصد اضافہ، 4 ملین نئی ملازمتیں پیدا کرنا اور نئے ڈپازٹس میں 263 ارب ڈالر اکٹھا کرنا ہیں۔ این پی ایس ایس کے کلیدی مقاصد میں یہ شامل ہیں: ادائیگی کے ایک ملکی انفرا سٹرکچر کی تشکیل جو مختلف اداروں اور ادائیگی کے آلات کے مابین انٹر آپریبلٹی بڑھائے، سرکاری وصولیوں (بشمول ٹیکس)، ادائیگیوں (بشمول تنخواہ، پنشن، اور سماجی فوائد)، اور ترسیلات کو ڈجیٹل روپ دینا، اور دکانداروں اور نجی شعبے کے دیگر کاروباری اداروں کو اس قابل بنانا اور اس کی ترغیب دینا کہ وہ ادائیگی کے ڈجیٹل طریقوں کا استعمال بڑھائیں، اسٹیٹ بینک نے پی او ایس حاصل کرنے والوں کو درپیش اُن مشکلات کے حل کے لیے، جو زیادہ سے زیادہ خردہ مراکز پر پی او ایس مشینوں کی تنصیب میں حائل ہیں، بعض پالیسی اقدامات کیے ہیں جیسے مرچنٹ ڈسکاؤنٹ ریٹ (ایم ڈی آر) پر ایک زیریں حد اور ڈیبٹ اور پری پیڈ کارڈ کے لیے انٹر چینج ری امبرسمنٹ فیس (آئی آر ایف) کی بالائی حد کا تعین۔ اسٹیٹ بینک کو ان اقدامات کے ابتدائی مثبت نتائج دیکھنے کو ملے جیسے پی او ایس کی تنصیب میں اضافہ ہوا، اگلے مہینوں میں پی او ایس کے حصول کی مارکیٹ میں دو نئے بینک داخل ہوں گے۔ مزید برآں، پی او ایس ٹرمینلز کی تعداد جو پہلے گھٹ رہی تھی (آخر دسمبر 2019ء تک 47567) اب پھر بڑھنے لگی ہے۔ اگست 2020ء کے اختتام پر یہ تعداد 51667 ہے۔

علاوہ ازیں، اسٹیٹ بینک نے دکانداروں کے لیے اکاؤنٹ کھولنے اور پی او ایس نیٹ ورک میں شمولیت کے طویل اور تکلیف دہ طریقہ کار کو آسان بنانے کے لیے ڈجیٹل آن بورڈنگ کے ضوابط جاری کیے ہیں تاکہ ملک میں ڈجیٹل ادائیگی کی قبولیت کے مراکز بڑھانے میں سہولت لائی جائے۔ ان ضوابط میں جانچ پڑتال کے سہل طریقہ کار کے لیے کم از کم شرائط شامل ہیں جو حاصل کنندہ اداروں کو خردہ فروشوں کی شمولیت میں سہولت دیں گے جس کے بعد وہ ڈجیٹل ادائیگی وصول کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اسٹیٹ بینک نے ادائیگی کی خدمات کو ڈجیٹل روپ دینے میں مزید معاونت کے لیے پاکستان میں ادائیگی قبول کرنے کے 'کیو آر کوڈ' کے معیارات جاری کیے ہیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ آگے چل کر انٹر آپریبلٹی اور سستے داموں ڈجیٹل خردہ ادائیگیوں کے فروغ کو یقینی بنایا جائے۔

ان ہی خطوط پر اسٹیٹ بینک نے مقامی کاروباری اداروں کو عالمی سطح پر مستند ڈجیٹل سروس پرووائڈرز سے سہولتوں کے حصول کے لیے تیز رفتار ادائیگیاں کرنے کی حال میں اجازت دی ہے۔ اس طرح کاروباری اداروں کو اشتہارات، ہوسٹنگ، صارفین کی مدد وغیرہ جیسی مختلف خدمات تک رسائی کے ذریعے صارفین کے بڑے حلقے تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔ اسٹیٹ بینک نے کمرشل بینکوں کو اجازت دی ہے کہ وہ ڈجیٹل سہولتوں کی درآمد کے لیے ہر مقامی کمپنی کو زیادہ سے زیادہ دو لاکھ امریکی ڈالر سالانہ تک جاری کر سکتے ہیں۔ یہ سہولتیں بنیادی طور پر عالمی سطح کی 62 ڈجیٹل سروس پرووائڈر کمپنیوں سے (بشمول ان سے منسلک اداروں کے) لی جائیں گی۔ تاہم، اس فہرست میں جو ڈجیٹل سروس پرووائڈرز شامل نہیں ہیں ان سے یہ سہولت لینے کے لیے کمرشل بینک زیادہ سے زیادہ 25 ہزار ڈالر سالانہ تک زرِ مبادلہ جاری کر سکتے ہیں۔[9]

[8] ڈجیٹائزیشن بڑھنے کی پیمائش آئی ٹی یو کے ڈجیٹل ایکو سسٹم ڈیولپمنٹ اشاریے سے کی جاتی ہے، جو 75 ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے لیے (انفراسٹرکچر، کنکٹی وٹی اور مسابقت سے متعلق) بلند اور پست تعدد (فریکوئنسی) کے 64 اظہاریوں پر مبنی ہے۔ نیز، یہ اضافہ اُس نمو کے علاوہ ہے جو فکسڈ براڈبینڈ اور موبائل براڈبینڈ دونوں کے نفوذ میں ایک ایک فیصد اضافے سے جی ڈی پی میں بالترتیب 0.08 فیصد اور 0.15 فیصد ہوتی ہے۔ ماخذ: ITU (2018). The Economic Contribution of Broadband, Digitization and ICT regulation
https://www.itu.int/en/ITU-D/Regulatory-Market/Documents/FINAL_1d_18-00513_Broadband-and-Digital-Transformation-E.pdf

[9] http://www.sbp.org.pk/epd/2020/FEC4.htm

اسٹیٹ بینک بل اینڈ میلنڈا گیٹس فاؤنڈیشن اور 'کار انداز' کے اشتراک سے ایک مائکرو پیمنٹ گیٹ وے (ایم پی جی) کی تیاری پر بھی کام کر رہا ہے۔ ایم پی جی ادائیگی کا تیز تر نظام ہے جو جدید ایپلی کیشن پروگرامنگ انٹرفیسز (اے پی آئیز) اور ڈائریکٹری سروسز سے خردہ ادائیگیاں کر سکے گا، اس سے ملک میں ادائیگی کا میکانزم سادہ اور ہموار ہو جائے گا۔ اس سے متعلق ایک اور پیش رفت 'آسان موبائل اکاؤنٹ' (اے ایم اے) پر ہونے والا کام ہے۔[10] 'اے ایم اے' اسکیم ایک انٹی گریٹڈ پلیٹ فارم پیش کرتی ہے جس میں عام موبائل فون کا حامل کوئی شخص کسی بھی وقت یونیفائڈ اَن اسٹرکچرڈ سپلیمنٹری سروس ڈیٹا (یو ایس ایس ڈی) کوڈ کے ذریعے ڈجیٹل لین دین کا اکاؤنٹ تیزی سے کھول سکتا ہے۔ اسکیم کا مقصد اکاؤنٹ کھولنے میں نئے صارفین کو سہولت دینا اور مختلف نیٹ ورکس کے مابین ایک اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ میں لین دین کی بھاری تعداد کے ذریعے ڈجیٹل مالی سہولتوں کا استعمال بڑھانا ہے۔ اے ایم اے اسکیم فی الحال تشکیل کے مرحلے میں ہے، مالی شمولیت کو کئی گنا بڑھانے کے اس میں امکانات ہیں۔

اس کے علاوہ اسٹیٹ بینک نے 'ای منی' والے اُن غیر بینک اداروں کے لیے ضوابط جاری کیے ہیں جو ادائیگی کے اختراعی، سستے اور صارف دوست طریقے فراہم کرنا چاہتے ہوں۔ اِن ضوابط کا مقصد نئے فریقوں کی آمد میں حائل رکاوٹیں دور کرنا اور رقم کے بغیر ادائیگی اور مالی شمولیت کے فروغ کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہے۔ نیز، اسٹیٹ بینک نے سمندر پار پاکستانیوں کی سہولت کے لیے 'روشن ڈجیٹل اکاؤنٹ' کھولنے کی بھی اجازت دی ہے جس کے تحت پاکستانی تارکینِ وطن فارن کرنسی ویلیو اکاؤنٹ یا نان ریزیڈنٹ روپی ویلیو اکاؤنٹ (این آر وی اے) کھول سکیں گے۔ یہ کھاتے دار اپنے کھاتوں کی رقم سرکاری بانڈز، تمسکات میں بذریعہ سی ڈی سی لگا سکیں گے، اور ریئل اسٹیٹ وغیرہ میں بھی سرمایہ کاری کر سکیں گے۔

یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ پاکستانی حکام گذشتہ تقریباً نصف عشرے سے ڈجیٹل انقلاب کے محاذ پر فعال ہیں۔ اس سلسلے میں اہم پیش رفت یہ ہے کہ 2019ء میں ملک کی پہلی ای کامرس پالیسی کی منظوری دی گئی۔ اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ نجی کاروباری اداروں کو ایک سازگار ماحول مہیا کیا جائے، نوجوانوں اور خواتین کے لیے ملازمت کے نئے مواقع پیدا کیے جائیں، اور حکومت کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ عوام کے مفاد میں ای کامرس شعبے کے ضوابط بنائے۔ ایک 'نیشنل ای کامرس کونسل' (این ای ای سی) بھی قائم کی گئی ہے جس کا بنیادی کام نجی شعبے میں ای کامرس کی پیش رفت پر نظر رکھنا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا، ضروری پروگراموں اور اقدامات پر عمل درآمد میں اختراع کو پروان چڑھانا، معیشت میں مجموعی نمو کے لیے ای کامرس کی اہمیت کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا، اور حکومت کو متعلقہ آرا اور سفارشات فراہم کرنا ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وزارتِ خزانہ نے بھی 30 سے زائد برآمد کنندگان کا دنیا کی سب سے بڑی آن لائن مارکیٹ پلیس 'ایمیزون ڈاٹ کام' پر آزمائشی بنیاد پر اندراج کرانے میں تعاون کیا ہے۔ کامیابی کے ساتھ آزمائش کے نتیجے میں مزید ملکی اداروں کو موقع ملے گا کہ ایمیزون کے توسط سے فروخت کریں اور عالمی مارکیٹوں میں اپنی رسائی بڑھائیں۔ اس طرح پاکستان کے لیے اپنی برآمدات بڑھانے کے لیے ایک نیا راستہ کھل سکتا ہے جس سے مقامی طور پر ملازمتوں کے مواقع بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ مستقبل میں سرحد کے آر پار 'بی ٹو سی' ای کامرس کا اسٹیٹ بینک کا تیار کردہ ضوابطی فریم ورک اور 'ویبوک' ای کامرس ماڈیول جو ایف بی آر کو بنانا ہے، برآمدی کمپنیوں کو آن لائن فروخت میں مدد دے گا جس سے وہ کسی مشکل کے بغیر دستاویزات بنوا سکیں گے اور برآمدی آرڈرز بھجوا سکیں گے۔

خ 1.5 .... تاہم اس انقلاب کو شمولیتی اور پائیدار بنانے کے لیے مزید کام کرنے کی ضرورت ہے

یہ تمام پیش رفت حوصلہ افزا اور خوش آئند ہے، تاہم ملک میں ڈجیٹل اور مالی شمولیت کا مقصد حاصل کرنے کے لیے یہ کافی نہیں۔ اس کے لیے طلبی پہلو سے مسائل حل کرنے پر ایسی ہی توجہ درکار ہو گی۔

پاکستان میں موبائل صارفین کی تعداد کم ہے اور موبائل انٹرنیٹ کا نفوذ بھی علاقے کے دیگر ملکوں سے پست ہے (**شکل خ 1.8 الف** اور **ب**)۔ معیشت میں ڈجیٹل اونچ نیچ اب بھی نمایاں ہے۔ کوریج کے ساتھ ساتھ استعمال کے حوالے سے بھی فرق موجود ہیں۔ ملک کی تقریباً 54 فیصد

[10] http://www.sbp.org.pk/reports/annual/arfy17/vol-1/Chapter-4.pdf

شکل خ1.8 الف: پاکستان میں موبائل انٹرنیٹ کا نفوذ اکثر علاقائی ملکوں سے کم ہے

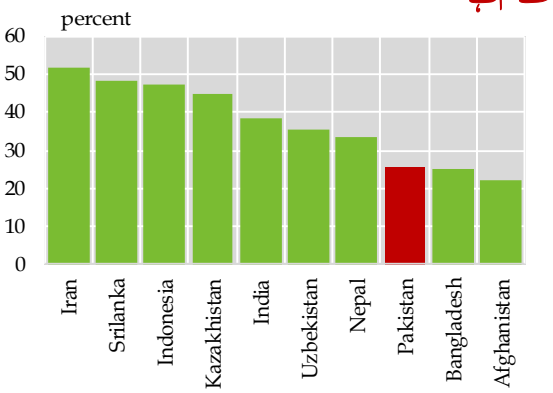

Source: GSMA Intelligence (2019)

آبادی کو موبائل براڈ بینڈ کوریج تک رسائی حاصل ہے، لیکن یہ آبادی انٹرنیٹ بنڈل استعمال نہیں کرتی (صَرف کا فرق)۔ اسی طرح تقریباً 20 فیصد آبادی کو موبائل انٹرنیٹ سہولتوں تک رسائی نہیں ملی (کوریج کا فرق)۔

شکل خ1.8 ب: پاکستان موبائل براڈ بینڈ کنکٹی وٹی کے استعمال اور کوریج میں بھی پیچھے ہے

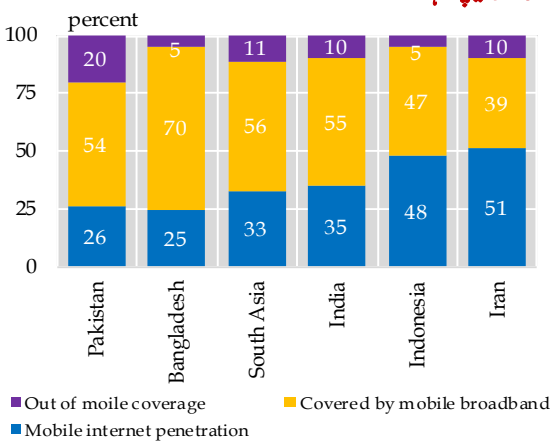

خواندگی کا ناکافی ہونا بھی ہے۔ یہاں تک کہ ایک چوتھائی آبادی انٹرنیٹ استعمال کرنا نہیں جانتی، اور تقریباً نصف آبادی کے خیال میں انٹرنیٹ کوئی مفید یا دلچسپ سہولت نہیں (**شکل خ1.9 ب**)۔

شکل خ1.9 الف: پاکستان میں موبائل فون کی ملکیت کی صورتِ حال، بلحاظ علاقہ

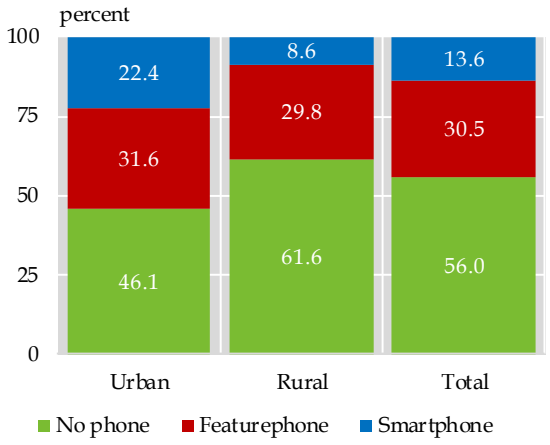

Source: PSLM/HIES 2018-19, PBS

موبائل فون کی ملکیت کے حوالے سے بھی شہری اور دیہی علاقوں میں کافی فرق ہے (**شکل خ1.9 الف**)۔ یہاں طلب اور رسد دونوں کے عوامل کارفرما ہیں۔ ملک میں آمدنی کی پست سطح اور سیل فون پر بھاری ٹیکسوں نے عام لوگوں کی اسمارٹ فون رکھنے کی سکت کم ہے۔[11] دریں اثنا، ملک میں اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے پست استعمال کی ایک اور وجہ عام خواندگی، خصوصاً ڈجیٹل

شکل خ1.9 ب: پاکستان میں انٹرنیٹ کے عدم استعمال کے پانچ بڑے اسباب

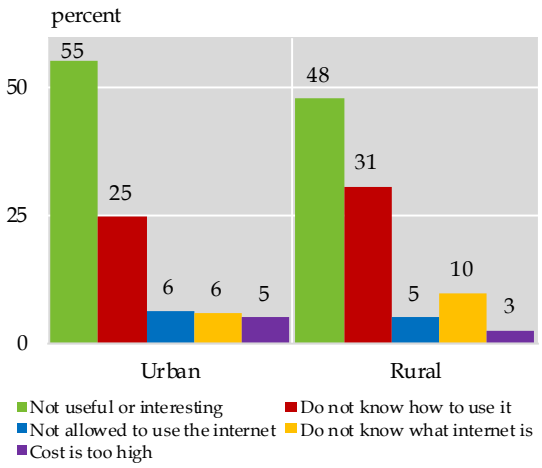

یہاں اس امر پر زور دینا ضروری ہے کہ شمولیتی سطح پہلے ہی کم ہے جبکہ اسمارٹ فون / انٹرنیٹ تک رسائی اور ڈجیٹل سوجھ بُوجھ دونوں کے لحاظ سے صنفی عدم توازن بہت نمایاں ہے، اور ترقی میں مزید رکاوٹ ہے۔ اکانومسٹ کے انٹیلی جنس یونٹ (ای آئی یو) کے "انٹرنیٹ کے شمولیتی اشاریہ 2020ء" کے مطابق موبائل فون تک رسائی اور انٹرنیٹ تک رسائی کے لحاظ سے صنفی فرق

[11] پاکستان میں صارفین کو اسمارٹ فون سے متعلق متعدد اقسام کے ٹیکس ادا کرنے ہوتے ہیں: سم کارڈ ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، سم کو فعال کرنے کے چارجز، اضافی ویلیو ایڈڈ ٹیکس، ہینڈ سیٹ فیس، اور استعمال پر ٹیکس۔ یہ ٹیکس جنوبی ایشیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ ہیں۔ ماخذ: جی ایس ایم اے (2020)۔ پاکستان: مکمل ڈجیٹل معیشت کی طرف پیش قدمی۔

(مردوں اور عورتوں کی آبادی کے تناسب میں فرق) کا عالمی اوسط بالترتیب 26.5 فیصد اور 19.8 فیصد ہے۔ پاکستان میں یہ فرق بالترتیب 58.0 فیصد اور 24.0 فیصد ہے، جو کہ اشاریے میں شامل 100 ملکوں میں بلند ترین ہے (**شکل خ1.10**)۔

شکل خ1.10: موبائل فون اور انٹرنیٹ تک رسائی، صنفی فرق پاکستان میں بلند ترین ہے (اشاریے کے 100 ملکوں میں)

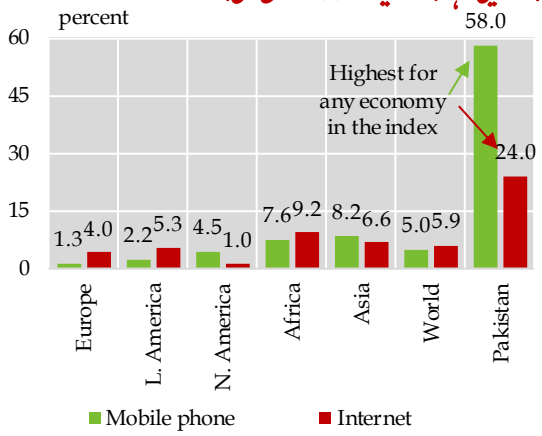

Note: Calculated as the difference in the proportion of males and females having access to mobile phones and internet.

ڈجیٹل کنکٹی وٹی کے اظہاریوں میں پاکستان علاقائی اور ہم سر ملکوں میں بھی پیچھے ہے (**شکل خ1.11**)۔ مزید برآں، یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ خدمات کی ڈجیٹائزیشن کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو الگ تھلگ واقع ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مجموعی انسانی سرمائے اور اقتصادی ترقی کے ایکو سسٹم کو بالکل نچلی سطح سے ناکارگذاریاں دور کرنے کے لیے متحرک کیا جائے۔ ملک میں بالغ شرح خواندگی فی الحال صرف 59.1 فیصد ہے، اور ڈجیٹل سوجھ بوجھ بڑھانے کے لیے کوششیں ناکافی ہیں۔ اسی طرح، آمدنی کی پست سطح کا مطلب یہ ہے کہ اسمارٹ فون رکھنے اور ڈیٹا نیٹ ورک چلانے کی استطاعت کم ہے۔ اس منظرنامے میں درج ذیل تجاویز اصلاح کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ پاکستان کو اپنے ڈجیٹل انفرا سٹرکچر کو خاصی ترقی دینی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مستقبل فائیو جی اور انٹرنیٹ آف تھنگس کا ہے جس کے لیے استعداد اور بینڈوتھ لازمی عنصر ہیں۔ فی الحال ملک میں بینڈوتھ کی جو سطح فراہم کی جا رہی ہے وہ خطے کی پست ترین سطحوں میں ہے۔[12] اس پہلو سے پی ٹی اے کو بروقت سرمایہ کاری اور مناسب منصوبہ بندی یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ دیہی علاقوں اور چھوٹے شہروں کو بڑے شہروں کے برابر لانے کو ترجیح دینا ہوگی تاکہ مساوی رسائی کو یقینی بنایا جائے۔ اسی طرح ایک گیگا ہرٹز سے اوپر کے بینڈز کو توسیع دینے کی ضرورت ہے تاکہ بگ ڈیٹا اینالٹکس اور ترسیل کو یقینی بنایا جائے، اور مستقبل قریب میں تجارتی علاقوں میں نیٹ ورک ایکسچینج ہموار طریقے سے کام کریں۔

شکل خ1.11: انٹرنیٹ شمولیت کے لحاظ سے پاکستان جنوبی ایشیا میں پست ترین سطح پر ہے

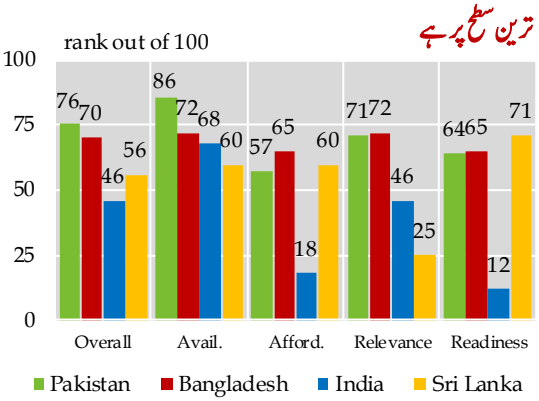

Availability measures the quality and breadth of infrastructure; *Affordability* examines the cost of access relative to income level and marketplace competition; *Relevance* indicates the existence and extent of local language/relevant content; *Readiness* shows the level of capacity, skills, cultural acceptance, and policy environment to access the internet.

دوسرے، سرکاری حکام لوگوں کو ڈجیٹل سروسز کے استعمال کی افادیت سے آگاہ کریں۔ اس حوالے سے مالی خواندگی کے قومی پروگرام اور ڈجیٹل اسکلز اسٹریٹجی پر عملدرآمد پہلے ہی جاری ہے، اور اب تک مثبت نتائج بھی ملے ہیں۔ تاہم مستقبل میں ضروری ہوگا کہ ملک کے پورے تعلیمی نظام میں ڈجیٹل خواندگی کو اوّلیت دی جائے۔ نصاب میں ایسا مواد شامل کرنا ضروری ہے جو طلبہ کو ملازمت کے میدان کی تیزی سے بدلتی ضروریات سے ہم آہنگ رکھے۔ مستقبل میں بہت سی ملازمتوں میں فضیلت حاصل کرنے کے لیے درکار مہارتیں پہلے درکار صلاحیتوں سے یکسر

[12] جی ایس ایم اے (2020)۔ پاکستان: مکمل ڈجیٹل معیشت کی طرف پیش قدمی۔

مختلف ہوں گی۔ اس سلسلے میں مواد نجی شعبے کی ضروریات سے ہم آہنگ ہونا چاہیے، جس میں ملکی اور عالمی دونوں رجحانات پر نظر رکھی جائے۔

تیسرے ، حکومتی اداروں کے لیے ضروری ہے کہ مارکیٹ پلیسز اور شاپنگ آؤٹ لیٹس کو ترغیب دیں کہ وہ موبائل والٹ سے بھی ادائیگی کی سہولت عوام کو پیش کریں ، جس سے ای کامرس اور مالی خدمات کا استعمال بڑھانے میں مدد ملے گی۔ منقولی شواہد بتاتے ہیں کہ بہت سے آن لائن آؤٹ لیٹس اور مارکیٹ پلیسز موبائل والٹ صارفین کی بڑھتی ہوئی تعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈجیٹل پیمنٹ کا آپشن اب تک فراہم نہیں کرتے، یا پھر صرف بینک ڈپازٹ اور / یا کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈ سے ادائیگی کی اجازت دیتے ہیں۔ خاص طور پر چھوٹے کاروباری ادارے 'وصولی پر ادائیگی' کو ترجیح دیتے ہیں اور ڈجیٹل ادائیگیاں قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں جس کی وجوہات یہ ہیں: پیمنٹ پراسیسنگ کے لیے ایک محفوظ اور قابلِ بھروسہ انفرا سٹرکچر کی تنصیب پر آنے والے ابتدائی اخراجات، ادائیگی کی سہولت فراہم کرنے والے اداروں سے کنٹریکٹ پر گفت و شنید، اور اِس میدان میں آنے والے دکان داروں کے لیے 'اپنے صارف کو پہچانیے' کے حوالے سے بینکوں کی سخت شرائط۔ اگر پیمنٹ گیٹ ویز اور پلیٹ فارم فراہم کر بھی دیے جائیں تو بعض مسائل حائل رہتے ہیں جیسے مارکیٹ کی سطح کی معیار بندی، ادائیگی کے طویل اور تھکا دینے والے پروسیجر، ثالثی (escrow) کی سہولت نہ ہونا، اور صارف دوست ماحول کا نہ ہونا صارفین کو آن لائن پیمنٹ کے طریقے اپنانے سے باز رکھتا ہے۔ نیز، بہت سے بینک اپنے جاری کردہ ڈیبٹ کارڈز کو آن لائن خریداری کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتے یا صارف سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ ہر بار لین دین کے لیے اس سہولت کو فعال کریں۔ دریں اثنا معیشت میں کریڈٹ کارڈ کا نفوذ بہت پست ہے اور یہ صرف اُن افراد تک محدود ہے جو بلند متوسط سے بلند آمدنی والے ہیں۔

چوتھے ، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو صارفین ، دکانداروں ، اور دیگر کاروبار کو یہ ترغیب دینی ہوگی کہ وہ اپنی رقوم کی ادائیگی یا وصولی ڈجیٹل طور پر انجام دیں۔ جیسا کہ پہلے اجاگر کیا جا چکا، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ کی بڑی تعداد اے ٹی ایم سے رقم نکلوانے کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ نقدی کا کوئی ڈجیٹل نشان نہیں رہتا اور معیشت کو دستاویزی بنانے میں بھی اس کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس، جب کسی دکاندار کے پاس پی او ایس ٹرمینل پر کوئی کارڈ استعمال کیا جاتا ہے تو حکام کو پہلے سرے سے آخری سرے تک کا علم ہو جاتا ہے کہ رقم کہاں خرچ کی جا رہی ہے، اور اس طرح یہ لین دین معیشت کو دستاویزی صورت دینے میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ رسدی پہلو سے دیکھا جائے تو پاکستان میں پی او ایس حصول کنندگان کے ساتھ مزید تعاون کیا جا سکتا ہے۔ پی او ایس کا نیٹ ورک وسیع کرنے کے سلسلے میں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ڈجیٹل لین دین کی قبولیت کے ان آلات کی درآمد پر ٹیکس / ڈیوٹی ختم کر دی جائے۔ دریں اثنا، طلبی پہلو سے ایک فوری قدم یہ ہو گا کہ جس لین دین میں ڈجیٹل ادائیگی کے طریقے استعمال کیے گئے ہوں ان پر ٹیکس کی شرحوں میں ترغیبات فراہم کی جائیں۔

آخری بات یہ کہ ڈجیٹل مالی خدمات کو خود بخود فروغ نہیں ملے گا۔ اس کے لیے تین چیزیں اہم ہیں۔ پہلی، بحیثیت مجموعی معیشت کو ڈجیٹل رخ دینا ہے، اگر معیشت کے کئی شعبے ڈجیٹل روپ اپنا لیں تو اُس سے ملنے والی آسانی اور کارگذاری کی بنا پر پورے ایکو سسٹم میں ڈجیٹل مالی خدمات کے استعمال کی ترغیب خود بخود بڑھے گی۔[13] دوسری، ڈجیٹائزڈ خدمات کو عمدگی کے ساتھ باہم مربوط ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں بھرپور توجہ انٹر آپریبلٹی پر ہونی چاہیے بلکہ اس کی ترغیب دی جانی چاہیے۔ مثال کے طور پر موبائل والٹ کا موجودہ انفراسٹرکچر تمام سروس پروائڈرز کو 'ون لنک' کے ذریعے انٹر آپریبلٹی مہیا کرتا ہے۔ تاہم شریک ادارے اس سہولت کو پوری طرح استعمال نہیں کر رہے، خاص طور پر مارکیٹ میں اپنا موجودہ حصہ برقرار رکھنے کے لیے۔ ٹیلی کام کے خصوصاً بڑے ادارے اپنے اپنے ایجنٹوں کے قابلِ قدر نیٹ ورک تک ایک دوسرے کو رسائی دینے میں متذبذب ہیں جو کہ انہوں نے گذشتہ تقریباً ایک عشرے کے دوران قائم کیا ہے۔ چنانچہ تیسرا عنصر مارکیٹ پلیئرز کو یہ ترغیب دینا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ تعاون کریں اور پورے ایکو سسٹم میں خود کو کھولیں۔ یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک مربوط چینل کی فراہمی سے ڈجیٹل صارفین کی مجموعی تعداد طویل مدت کے دوران بڑھے گی جس کے نتیجے میں تمام سروس پروائڈرز کے اپنے اپنے صارفین بھی بالآخر بڑھیں گے۔

[13] حالیہ پیش رفت حوصلہ افزا رہی ہے مثلاً اراضی کا الیکٹرانک ریکارڈ، ڈجیٹل سپلائی چین انوائسنگ، گاڑیوں کی رجسٹریشن، اور سرکاری وسائل تک آن لائن رسائی وغیرہ، اور اس مقصد کو پورا کرنے میں بہت کام دے گی۔